تناظرات

عابد انور

آل انڈیا تنظیم علماءِ حق
Q-25، الصمد روڈ، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی-25

دو لفظ

عابد انور نئی نسل کے متحرک اور فعال صحافی ہیں۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی 'دیواری میگزین' سے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز کیا تھا اور اب اپنے صحافتی سفر میں اس مقام تک پہنچ گئے ہیں کہ ان کی اپنی علاحدہ شناخت قائم ہو چکی ہے۔ ملک کے مقتدر مجلات اور اخبارات میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اور یہ مضامین ان موضوعات پر ہوتے ہیں جن سے اردو والوں کا رابطہ ذرا کم ہوتا ہے بالخصوص سماجی آگہی اور ماحولیاتی بیداری اور دیگر ترقیاتی منصوبہ بندی کے موضوعات پر ان کے مضامین قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

'تناظرات' ان کی پہلی کاوش ہے جس میں مختلف النوع مضامین شامل ہیں، ان مضامین میں ان کی اپنی فکر بھی ہے اور اپنا انداز بھی حیات و کائنات کے حقائق اور روزمرہ کے مسائل کی تفہیم کا اپنا زاویہ بھی ہے۔ اس کتاب میں شامل بیشتر مضامین ہماری اجتماعی فکر اور احساس کو روشنی عطا کرنے والے ہیں اور بڑی بات یہ ہے کہ یہ مضامین سماجی وسیاسی آگہی کے ساتھ ساتھ ہمارے ذہن اور ضمیر کو بھی مہمیز کرتے ہیں۔ عابد انور صاحب بہت ہی سادہ اور سہل انداز میں لکھنے کے عادی ہیں اس لیے ان کے مضامین کی تفہیم عام قاری کے لیے بھی دشوار نہیں ہے انہوں نے جن موضوعات پر لکھا ہے شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی میں ترسیل کی ناکامی کے شکار نہ ہوں۔ کتاب کے بیشتر موضوعات اسلامیات، سماجیات اور سیاسیات سے متعلق ہیں اور سماجیات اور سیاسیات میں بھی ان کی اسلامی فکر روشن ہے۔ وہ کائنات کے مسائل کا حل انہی اسلامی تعلیمات میں تلاش کرتے ہیں جو قرآن حدیث کے توسط سے ہم تک پہنچی ہیں۔ انہوں نے فسطائیت اور استعماریت کے خلاف لکھتے ہوئے اس جمہوری انداز فکر کو اختیار کیا ہے جو اسلامی فکر کی اساس ہے۔

یہ کتاب مختلف مضامین پر مشتمل ہے مجھے امید ہے کہ قارئین کو پسند آئے گی۔ آل انڈیا تنظیم علمائے حق نئی دہلی کی طرف سے اس کتاب کی اشاعت اس مقصد سے کی جارہی ہے کہ اس کا پیغام عام لوگوں تک پہنچے اور اس سے ہمارا معاشرہ روشنی حاصل کرے۔

مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی

قومی صدر آل انڈیا تنظیم علماء حق۔ نئی دہلی

Marfat.com

تناظرات

عابد انور

آل انڈیا تنظیم علماء حق (رجسٹرڈ)
Q-25 الصمد روڈ، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، دہلی-25

Marfat.com

111878

نام کتاب : متناظرات

مؤلف : عابد انور

پتہ : ڈی-64، فلیٹ نمبر 10، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر،

اوکھلا، نئی دہلی-25،

موبائل:9810372335

اشاعت : 2009

تعداد : ایک ہزار

تزئین کار : فیض احمد فیضی

موبائل:09958380431

طابع :

زیر اہتمام : اسعد مختار، احسن مہتاب

قیمت : -/100 روپے

ملنے کے پتے:

- دارالکتاب، دیوبند
- الکتاب یتیم خانہ کمپلیکس، اَرریا، 854311
- ادارہ نادی المصنفین، شاہی محلہ، 1 کلٹی، ضلع بردوان-713343

Marfat.com

انتساب

والدین کے نام

جو میری زندگی میں شجر سایہ دار کی طرح ہیں

اور

بڑے بھائی اسلام الدین کی نذر

جن کی محبتوں سے یہ زندگی مہتاب بنی

Marfat.com

فہرست

اپنی بات	عابد انور	6
تقدیم	حقانی القاسمی	9
حرف چند	عبدالقادر شمس	13

الف

قرآن کی کشش	17
آنحضور کی ہمہ گیر شخصیت	21
حیات مقدس پر ایک نگاہ سرسری	28
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت	32
ماہ محرم کی معنویت	36
رمضان کی فضیلت	40
زکوۃ کے اجتماعی نظام کی اہمیت	45
رویت بصری پر اصرار کیوں؟	52
شریک حیات کا انتخاب اور اسلام	60
مذہب کی تبدیلی	65
بین مذاہب مذاکرات	68

Marfat.com

ب

ہندوستان کی تعمیر نو میں نوجوانوں کا کردار	83
عمرانہ اور نیشنل میڈیا	88
ہندی میڈیا	92
خواتین، بچے اور تشدد	95
بچوں پر غربت کا اثر	103
بچوں کا استحصال	107
دنیا ایڈز کے شکنجے میں	113
آبادی کے بوجھ تلے دبتی دنیا	118

ج

صحافت اور سامراجیت 1858 کے تناظر میں		125
وقف املاک کی تباہی اور مسلمانوں کی بے حسی		134
ہندوستانی جمہوریت کے خدوخال		143
SEIGNIORY JOURNEY	آصف انور	153

د

تنظیم علماء حق کی روشن خدمات	154
تنظیم ایک نظر میں (انگریزی)	160

Marfat.com

اپنی بات

''تناظرات'' میرے مذہبی اور سماجی مضامین کا مجموعہ ہے۔ سب سے پہلے غالباً ۱۹۸۵ میں شاہ بانو سے متعلق میرے مضمون کو نئی دہلی کے ایک اخبار نے مراسلے کے کالم میں شائع کیا تھا اس وقت جو خوشی ہوئی تھی شاید وہی اس کتاب کے وجود کا پیش خیمہ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس مختصر سی تحریر کو اپنے دوستوں، ملنے جلنے والوں اور اساتذہ کو دکھایا تھا۔ سب خوش ہوئے تھے اور دعائیں دی تھیں بلکہ بعض احباب حسرت سے بھی دیکھتے تھے۔ شروع سے ہی مجھے چبا کر بولنے یا لکھنے کی عادت نہیں رہی ہے اور نہ میں نے کبھی مصلحت پسندی، جی حضوری سے رشتہ رکھا اور نہ ہی کسی خوف میں مبتلا ہوا البتہ میں نے اپنے محسنوں کے سامنے اپنے جبیں کو ہمیشہ خم رکھا۔ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے زمانے میں دارالعلوم کی قدریں زندہ تھیں، پڑھنے لکھنے کا ماحول تھا البتہ وسائل کی قلت تھی، طلباء کی تحریری اور تقریری صلاحیت کو اجاگر کرنے اور جلا بخشنے کے لئے صوبائی انجمن سے لے کر ضلعی انجمنیں قائم تھیں اور ان انجمنوں کے تحت ہفتہ واری تقریری پروگرام ہوا کرتے تھے وہیں تحریری صلاحیت کو ابھارنے کے لئے دیواری پرچے (وال میگزین) ہوتے تھے۔ لیکن اس وقت زیادہ تر دیواری پرچے فرسودہ اور روایتی مضامین ہی شائع کرتے تھے۔

حقانی القاسمی سے تعلق کا ذریعہ دیواری میگزین ہی بنی۔ جس وقت حقانی صاحب دیواری پرچہ کے ایڈیٹر تھے میں انجمن اصلاحی کا ناظم مالیات تھا۔ انجمن کی تاریخ کا پہلا ایسا موقع تھا جب دیواری پرچہ پابندی سے شائع ہوا تھا۔ اسی وقت میں نے حقانی صاحب کی نگرانی میں لکھنا شروع کیا وہ مجھ پر خاص نظر کرم رکھتے تھے۔ اسی سال ماہ رمضان کی طویل تعطیل میں ہم لوگوں کا قیام دارالعلوم دیوبند میں رہا۔ ہم دونوں نے اس تعطیل کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا اور ماہ رمضان میں ایک ہفتہ وار ''شاہین'' کے نام سے نکالنا شروع کیا جو تمام دیواری رسالوں سے الگ تھا۔ اس میں نہ کوئی ایڈیٹر تھا نہ ہی نائب مدیر بلکہ سبھی ''شاہین کے بال و پر'' تھے۔ اس پرچے میں دلچسپ چھوٹے چھوٹے مضامین، سوال و جواب، خطوط، دلچسپ معلومات اور حالات حاضرہ کی خبریں ہوتی تھیں۔ یہ دارالعلوم کی فضا میں انوکھا تجربہ تھا۔ حالات حاضرہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے

Marfat.com

ذرائع اخبارات تھے یا ریڈیو، دونوں ہی ذرائع سے ہم محروم تھے۔ چائے خانے میں جا کر اخبارات کی سرخیاں پڑھ لیا کرتے تھے۔ حسن اتفاق سے کسی صاحب کا ریڈیو ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ ہم ریڈیو سن کر خبریں بناتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت پنجاب میں دہشت گردی پھیل رہی تھی۔ اس موقع پر ہم نے خبر کی سرخی لگائی تھی ''پنجاب ہلاکت کے دہانے پر''۔ اس طرح تمام وسائل کی محرومی کے باوجود ہم نے اپنا سفر جاری رکھا اور اسی سفر نے تجربات اور مشاہدات کو وسعت دی اور ذہن کو نئے تناظرات عطا کئے۔

''تناظرات'' میں شامل مضامین ملک کے اخبارات و رسائل اور ویب سائٹ پر شائع ہو چکے ہیں۔ بعض مضامین انٹرنیٹ پر بھی موجود ہیں، دوبئی ٹائمس، دوبئی پوسٹ (متحدہ عرب امارات)، پاکستانی اخبارات اور ویب سائٹ سمیت ملک و بیرون ملک کے بیشتر اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔ کچھ دوستوں خاص طور پر حقانی القاسمی اور مولانا اعجاز عرفی قاسمی کے پیہم اصرار کی وجہ سے کچھ مضامین کو سامنے لانے کا فیصلہ کیا (حقانی صاحب اپنے معاملے میں سست اور دوسروں کے معاملے میں نہایت چست واقع ہوئے ہیں)

اس کتاب میں سیرت پر تین مضامین شامل ہیں۔ ان میں سے ایک ''حیات مقدس پر ایک نگاہ سرسری'' کو اپنے لئے انمول مانتا ہوں کیوں کہ جتنی محنت میں نے اس مختصر مضمون لکھنے میں کی ہے اتنی کسی اور مضمون پر نہیں۔ انجمن کی لائبریریوں میں دستیاب سیرت کی کتابوں میں مہینوں الجھا رہا۔ ایک ایک تاریخ کے لئے کئی کئی کتابیں دیکھیں تب جا کر یہ چھوٹا سا مضمون تیار ہوا۔ جب یہ مضمون دیواری پرچے کے سیرت نمبر میں شائع ہوا تھا سب سے زیادہ طلباء نے اسی مضمون کو پڑھا اور نقل کیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند میں ''آئینہ دارالعلوم'' کی اشاعت شروع ہوئی تو علامہ اقبال پر ایک مختصر سا مضمون شائع ہوا تھا۔ اسی زمانے میں دیوبند سے شائع ہونے والے ہفتہ وار اخبار ''دیوبند ٹائمز'' میں کئی مضامین شائع ہوئے تھے جو بطور طالب علم میرے لئے فخر کی بات تھی۔ اس کے بعد تین سال تک طلباء بہار، اڑیسہ، نیپال کی انجمن سجاد لائبریری کا ترجمان ''البیان'' کا ایڈیٹر رہا۔ ایڈیٹر ہونے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ جتنی کتابیں درکار ہوتی تھیں لائبریری سے جاری ہو جاتی تھیں۔ اس سے کتابیں پڑھنے کا موقع ملا۔ ۱۹۸۵ میں دیوبند یوتھ فیڈریشن کے زیر اہتمام ''جنگ آزادی میں مسلمانوں کا کردار'' کے عنوان پر ایک سیمینار ہوا تھا جس میں اسی موضوع پر ایک مقالہ پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ دیوبند سے دماغ میں جو کچھ بھر کر لایا تھا وہ ایک حادثہ اور دہلی کی مسموم فضا نے محو کر دیا۔

Marfat.com

''تناظرات''میں کچھ سماجی اور مذہبی مضامین ہی شامل ہیں،اس میں ترقیاتی، سائنس تکنالوجی، شخصی، سیاسی اور دیگر معلوماتی مضامین شامل نہیں کیے گئے ہیں۔ یہ مضامین بھی انشاء اللہ کتابی شکل میں سامنے آئیں گے۔میری یہ حقیر کوشش کتنی کامیاب ہے،اس فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے مگر مجھے یقین ہے کہ قارئین کی محبتیں ضرور میری رہنمائی کریں گی۔

اس کتاب کی اشاعت میں یوں تو میرے تمام احباب کی الفتیں شامل رہی ہیں۔مگر خاص طور پر آل انڈیا تنظیم علماء حق نئی دہلی کا پرممنون ہوں کہ اس تنظیم نے سود وزیاں کی پرواہ کیے بغیر اس کتاب کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا تنظیم کے صدر مولانا اعجاز عرفی قاسمی جو خود بھی عمدہ علمی اور ادبی ذوق رکھتے ہیں میمونیت کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہ صرف کتاب کی اشاعت میں دلچسپی لی بلکہ بیش قیمت دولفظ لکھ کر حوصلہ افزائی کی۔اللہ تعالیٰ اس تنظیم کو ترقی عطا کرے،یہ میری دلی دعا ہے۔

حضرت مولانا نسیم احمد بارہ بنکوی (استاذ دارالعلوم دیوبند) جملہ اساتذہ، حقانی القاسمی، آصف انور علیگ، عبدالقادر شمس قاسمی، مولانا اکرام الحق قاسمی، منظر امام قاسمی، مولانا محمد عباس قاسمی (ڈومریا) نعمان قیصر اور دیگر حضرات کا شکریہ ادا کرنا بے حد ضروری سمجھتا ہوں۔ان حضرات کی محبتیں میرے لئے حوصلہ افزائی کا باعث بنتی ہیں۔اپنی شریک حیات فرحت پروین کا خاص طور پر شکریہ جو انڈین انفارمیشن سروس میں ہیں مشہور ماہنامہ یوجنا سے وابستہ رہ چکی ہیں اور ایک کتاب ''ننھے منے کی پڑھائی'' کے علاوہ کئی کتابوں کے ترجمے بھی کر چکی ہیں۔بیٹی مریم عابد جو اردو اور انگریزی میں پوئمز لکھتی ہیں اور بیٹا دانش عابد جو اکثر شرارتیں کرتا رہتا ہے ان دونوں کے 'ہنگامے' پہ موقوف ہے گھر کی رونق۔اگر یہ ہنگامے نہ ہوں تو شاید میرے لیے لکھنا بھی دشوار ہو جائے،ان دونوں کی شرارتوں سے مجھے تخلیقی تحریک ملتی ہے۔قبلہ محترم سید ضیاء الرحمان غوثی (سابق ایڈیٹر ماہنامہ دلی)،سید محفوظ الرحمان، سید پرویز عالم، کوثر پروین، مسرت پروین، ڈاکٹر منصور عالم، ڈاکٹر حبیب الرحمٰن، ازہر وقار، اسعد مختار، احسن مہتاب اور فیض احمد فیضی کا شکریہ بھی ناگزیر ہے۔ان کی محبتوں نے میری مشکل راہوں کو آسان کیا ہے۔

عابد انور

Marfat.com

حقانی القاسمی

تقدیم

عابد انور سے میری شناسائی کا سلسلہ زمانۂ دیوبند سے ہی ہے۔ اس وقت انجمن الاصلاح کی دیواری میگزین ''الاصلاح'' کے ایڈیٹر کی حیثیت سے میرے سارے معاملات انہیں سے متعلق تھے کہ وہ انجمن کے ناظم مالیات تھے۔ وہ زمانہ عنفوان شباب کا تھا آنکھوں میں کچھ نئے خواب تھے، دل میں نئی امنگیں تھی۔ نئے نئے تجربوں کا جنون سوار تھا، مگر چھوٹی سطح پر بھی نئے تجربوں کو عملی شکل عطا کرنے میں بہت سی دشواریاں تھیں کبھی کبھی تو وہاں کے ماحول سے اجنبیت اور وحشت سی محسوس ہوتی تھی اور کبھی یوں لگتا تھا کہ راہ بہت پُر خار ہے ایسے وقت میں عابد انور کی رفاقت نے اس راہ پُر خار کو گلزار بنایا۔

وہ یادیں اب بھی زندہ ہیں مگر شاید چند برسوں بعد وہ بھی مرحوم ہو جائیں۔ اسی زمانہ میں الاصلاح کا پورنیہ نمبر شائع ہوا جو شاید ایک نیا تجربہ تھا۔ اسی زمانہ سے ہم دونوں کے ذہن میں پورنیہ کی تاریخی اور ثقافتی حسیت کی جستجو کا جنون سوار تھا جو بالا آخر برسوں بعد ''رینو کے شہر میں'' نامی کتاب کے ذریعہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ دیوبند سے میری راہ الگ ہو گئی۔ میں علی گڑھ کی طرف چل پڑا اور عابد انور دارالعلوم دیوبند کی ایک دیواری میگزین ''شاہین '' کی ادارت میں مصروف ہو گئے۔ شاید اسی شاہین کی قوت پرواز نے انہیں اتنی وسعت بخشی کہ دیوبند کے بعد دلی کی فضاؤں میں سرگرم ہو گئے اور مختلف اخبارات سے وابستہ رہ کر سیاسی اور سماجی مضمون لکھتے رہے۔ پھر ایک زمانہ تک ہم دونوں ایک دوسرے سے بے خبر ہی رہے، بس کبھی کبھی اخبارات یا رسائل ہی ایک دوسرے کی خیریت کا ذریعہ ثابت ہوئے۔ اس دوران میں علی گڑھ کی شام مصر اور شب شیراز میں سرشار نگاہ نرگس اور پابستہ گیسوئے سنبل رہا اور تب جو رہا سو بے خبری رہی۔ برسوں بعد جب دلّی کی سڑکوں سے میرے پاؤں کے رشتے استوار ہوئے تو پھر راہ چلتے اسی پرانے شناسا چہرے پر نظر پڑی ہم دونوں دیر تک ایک دوسرے میں اپنے ماضی کو تلاش کرتے رہے اور پھر دیوبند کے ماضی میں دلی کا حال شامل ہو گیا۔

عابد انور صحافتی دنیا سے وابستہ ہو چکے تھے۔ وہ یو این، آئی کی اردو سروس میں تھے اور میں اپنی پیشانی

Marfat.com

پہ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کی مبارک آیت کے ساتھ دلی کی سڑکوں پہ سرگرداں تھا۔شورش دوراں میں لطف بہاراں بھول چکا تھا پھر جب راستے آسان ہوئے تو منزلیں روشن ہوئیں مگر منزلیں بدلیں تو خواب بھی بکھر گئے، پھر ہم دونوں ایک ہی راہ کے مسافر ہو گئے اور اس سفر میں ایک خاص بات یہ تھی کہ ہم دونوں میں ذہنی ہم آہنگی رہی، وہی جوش و جنون، وہی جذبۂ وجنبش، وہی جارحیت اور انقلابیت بس فرق یہ رہا کہ کردیا کافر اصنام خیالی نے مجھے، اور عابد انور کا ایمان سلامت رہا۔وہ اب بھی ایمان کی سلامتی کے ساتھ مضامین لکھتے ہیں اور میں اس دشت کم نظراں میں روز لہولہان ہوتا ہوں مگر بقول اسرار الحق مجاز

به ایں سیل غم و سیل حوادث
میرا سر اب بھی خم نہیں ہے

عابد انور کے مضامین مختلف اخبارات میں نظر سے گزرتے رہے تو خوشی ہوئی کہ دیوبند کے 'شاہین' سے جو سفر شروع ہوا تھا وہ تھما نہیں ہے بلکہ اس سفر میں اب شاہین کی صفات بھی سما گئی ہیں۔اقبال کے شاہین کو اپنی تحریر کی روح میں شامل کرنے والے عابد انور پختہ صحافتی شعور کے حامل ہیں اور اس Narrow Identity سے نکلنے میں کامیاب ہیں جو ان کے شخصی اور صحافتی کردار کو مجروح کرسکتی تھی۔ان کے موضوعات سماجی، دیہی، دینی، زرعی اور معاشی ترقیات پر محیط ہیں۔اپنے مضامین میں وہ ایک حقیقت پسند تجزیہ نگار کے طور پر اپنی شناخت قائم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔وہ ماضی کے ذہنی اور موضوعاتی حصار کو توڑ کر الگ فکری اور ذہنی نظام کے ساتھ مستقبل شناسی کی راہ پر گامزن ہیں۔ان کا ذہن، نئے فکری جزیروں اور موضوعاتی منطقوں کی جستجو میں مصروف رہتا ہے گو کہ انہوں نے اسلامیات اور مذہبیات پر بھی مضامین لکھے ہیں مگر ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ "مولوی ازم" سے پاک ہیں۔نہ مذہبی نرگسیت اور نہ وہ اسلامی فسطائیت جس سے مغربی فکر کو خطرہ لاحق ہے۔ان کے مضامین میں ایک غیر متعصبانہ تعمیری اور تشکیلی فضا ملتی ہے اور وسیع تر انسانی تناظر۔

عابد انور عام صحافیوں کی طرح اپنے مضامین میں Mob mentality کو مدنظر نہیں رکھتے ہیں بلکہ اپنے زاویۂ نگاہ سے کسی مسئلہ کے مثبت اور اور منفی پہلو پر غور وفکر کرتے ہیں۔وہ جہاں فرقہ پرست مسلم دشمن صحافیوں کے خلاف اپنے خامے کو شمشیر براں میں تبدیل کردیتے ہیں وہیں مسلمانوں کی ذہنی غربت، رجعت پسندی، غیر رواداری طرز فکر اور طرز احساس کے خلاف لکھتے ہیں۔اس سلسلے میں ان کے موضوعہ مضامین میں مرانہ اور میڈیا کا واویلا (صفا ٹائمس) مسلمان عورتیں باڑے میں نہیں رہتیں (قومی آواز)، گجرات میں مسلمانوں کی نسل کشی، ہلال عید کو لے کر ملت میں انتشار کب تک، فلوجہ کی تباہی اور عالم اسلام کی بے حسی قابل ذکر ہیں۔وہ کسی طرح کا خوف اور دباؤ محسوس نہیں کرتے۔صحافتی محاذ پر ملاؤں کی اذانوں سے الگ ان کی آواز ہے اور جن آوازوں سے آزردگی اور افسردگی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اس کے

Marfat.com

ازالہ اثر کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ ان کی تحریریں دفع شر کے باب میں بھی اہمیت کی حامل ہیں اور انسانی حواس کی بیداری کی سطح پر بھی۔'ٹائمز آف انڈیا' جیسے اخبار کے اداراتی صفحہ میں ان کی تحریروں کے حوالے سے گفتگو، اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی رائے میں پختگی ہے اور اس کا اثر معاصر قومی صحافت پر ہے۔ ان کا بنیادی ارتکاز وحدت امت پر ہے اور اس راہ میں موانع و مشکلات خواہ مولویوں یا مفتیوں کی صورت میں ہوں یا کسی اور شکل میں، ان سب کے خلاف برسرپیکار رہنا ان کے صحافتی منصب میں شامل ہے۔

عابد انور کئی مؤقر صحافتی اداروں سے وابستہ رہے ہیں۔ اس دوران جو تلخ تجربات انہیں ہوئے، ان کی تحریروں میں کبھی کبھی وہی تلخیاں در آتی ہیں مگر یہاں بھی ان کا رویہ معاندانہ نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اپنی تحریروں میں معذرت خواہانہ (Apologetic) انداز اختیار کرتے ہیں۔ وہ حق بات برملا کہتے ہیں اور اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے کہ ان کی تحریر سے کن کے نازک جذبات کو ٹھیس پہنچے گی اور کن کی نفسیات کو تسکین، وہ ہر بات جو سچ ہے، حقیقت پسندانہ پیرایہ میں لکھ دیتے ہیں اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایسے مضبوط دلائل و شواہد پیش کیے جائیں کہ معاندین اور مخالفین کے اندر تاب مزاحمت نہ ہو۔ وہ دلیل اور برہان کی سطح پر اپنے مخالفین کو چت کرنے کے ہنر سے واقف ہیں۔

عابد انور کی ایک خاص خوبی یہ بھی ہے کہ کسی بھی موضوع پر لکھتے ہوئے جملہ جہتوں کی جستجو کرتے ہیں اور کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑتے۔ صحافت کے باب میں جس ریاضت، شجاعت، شہامت کی ضرورت ہوتی ہے وہ عابد انور میں بتمامہ موجود ہیں۔

عابد انور اپنے صحافتی منصب کو کبھی فراموش نہیں کرتے، ضعیف و مظلومین اور مستضعفین کے حق کے لیے لڑنا ان کے صحافتی معاملات میں شامل ہے۔

عابد انور کی صحافتی زبان نہایت سادہ اور سہل ہے، شکستگی اور سقم سے پاک، وہ زبان سے زیادہ زور، معانی اور مطالب کی ادائیگی پر دیتے ہیں۔ وہ اپنے مضامین میں نہ افکار کا زیاں کرتے ہیں نہ الفاظ کا جب کہ آج کے عہد کی صحافت فرانس کے ژاں پال سارتر کی NAUSEA یعنی متلی بن گئی ہے۔ عابد انور کی تحریر کم از متلی سے بچائے رکھنے میں کامیاب ہے۔ ان کے مضامین میں معلومات کا خزانہ ہوتا ہے۔ ان کے بہت سے مضامین سے قاری کی فکر کے مقفل دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ خیال اور احساس کے بند دریچوں کو کھولنا بھی آج کے عہد میں کم بڑی بات نہیں ہے۔

عابد انور کے روشن صحافتی مستقبل کی گواہی کے لیے وہ مضامین کافی ہیں جو انہوں نے مختلف موضوعات اور مباحث پر تحریر کیے ہیں۔ قومی، بین الاقوامی، سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشی منظرنامہ سے مکمل آگہی کے لیے ان کے مضامین کا مطالعہ مفید ہوگا۔ خاص طور پر خواتین اور اطفال سے متعلق لکھے گئے مضامین نہایت معلوماتی

Marfat.com

ہیں۔خواتین پرتشدد کا اثر بچوں پر، جنگ کا اثر بچوں پر ایسے ہی مضامین ہیں۔

مشہور عربی اسلامی مدرسہ دیو بند کے فیض یافتہ عابد انور، ذہنی اور فکری سطح پر روایتی ذہنی نظام سے بیزار ہیں مگر ان کے یہاں اس نوع کی جدت پسندی بھی نہیں ہے جو انسانی فکر کو زیغ وضلال کے دلدل میں پھنسا دیتی ہے، وہ متوازن اور معتدل ذہن رکھتے ہیں اور ہر فکر اور نظریہ میں یہی اعتدال کا رویہ ہے اور یہی روش ان کی تحریروں میں بھی روشن ہے۔نظریاتی شدت پسندی اور فکری انتہا پسندی سے انہیں بیر ہے، مگر وہ تقلید جامد کے بھی قائل نہیں، اس باب میں ان کا طور کچھ یوں ہے۔

لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں
مانا کہ ایک بزرگ ہمیں ہمسفر ملے

دیو بند کے روایتی نظام سے قدرے بیزار عابد انور عصر حاضر کے مطالبات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ مگر پرانے فکری متون اور نصوص کی روشنی میں اپنا ذہنی سفر طے کرتے ہیں۔جدید وقدیم سے ان کا صحت مند رشتہ قائم ہے مگر فرسودگی اور کہنگی سے ذہنی رابطہ رکھنا صرف اپنے حق میں نہیں بلکہ موجودہ معاشرہ کے لیے بھی مضر سمجھتے ہیں۔

عابد انور فاربس گنج ارریا کے موضع بھجن پور کے رہنے والے ہیں۔ہندوستان کی سب سے ممتاز اور معتبر خبر رساں ایجنسی یو این آئی اردو سروس نئی دہلی سے وابستہ ہیں۔'صفا ٹائمس' نئی دہلی کے مدیر اعزازی کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے ہیں۔ان کے مضامین کا ایک انتخاب ''تناظرات'' متنوع موضوعات پر محیط ہے۔ان موضوعات کو مس کرنے سے ادراک کے نئے در کھل سکتے ہیں اور آگہی کے نئے جزیرے طلوع ہو سکتے ہیں۔یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے مگر اس دنیا میں بقول جوش ملیح آبادی جہاں گدھوں کی گردنوں میں زریں طوق جگمگا رہے ہیں۔عابد انور اپنے صحافتی وجود کے اثبات میں کامران رہیں تو یہ بہت بڑی بات ہوگی کہ صحافت کی دنیا میں 'ٹھونٹھ' کی کثرت ہے اور یہاں روشن چہرہ بھی آہستہ آہستہ ہجوم کا حصہ بن جاتا ہے۔

(مقیم حال: الیف۔52، شاہین باغ، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی-25)
Mobile : 9873747593
h_qasmi@rediffmail.com

Marfat.com

حرفِ چند

نئی نسل کے صحافتی کولاژ میں عابد انور کی اپنی الگ شناخت ہے، ان کی تحریریں ہندوستان کے موقر اخبارات ورسائل میں گزشتہ ڈیڑھ دہائی سے شائع ہوتی رہی ہیں اوران کے بعض مضامین ومقالات کی غیر معمولی پذیرائی بھی ہوئی ہے۔ وہ مذہبی موضوعات پر بھی لکھتے رہے ہیں اور سیاسی وسماجی امور پر بھی ان کے قلم سے جواہر پارے وجود میں آتے رہے ہیں نوع بنوع موضوعات پر شائع ہونے والے مضامین میں سے کچھ عصری و مذہبی مضامین کو انہوں نے کتابی شکل میں مرتب کیا ہے، جو یقیناً قارئین کے لئے گراں قدر تحفہ ہے۔عابد انور دارالعلوم دیوبند کے شجرآ گہی کے خوشہ چیں ہیں۔زمانے کے تغیرات پر ان کی نظر ہے اور عصری مطالبات کا ادراک بھی ہے۔ان کی تحریروں میں معروضیت، گہرائی ہے، وہ مسلمانوں اور خاص طور پر علماء و دانشوروں کی داخلی کمزوریوں پر انگلی رکھنے میں کسی قیل وقال کو حائل نہیں ہونے دیتے،لیکن تنقید کے پیچھے ان کا مقصد اصلاح ہوتا ہے نہ کہ تنقید برائے تنقیص۔انہوں نے سیاسی وسماجی ناہمواریوں پر بھی خامہ فرسائی کی ہے اور ہر سطح پر پائے جانے والے تضادات کا بھی محاسبہ کیا ہے نیز مناسب ومتوازن راہ کی رہنمائی بھی کی ہے۔

عابد انور کی تحریروں میں نیم کی کڑواہٹ ضرور ہے مگر یہ ذہن ودل دونوں کے لئے مصفا ہے۔ ان کی تلخی ان کے سوز دروں، آتش نہانی کا نتیجہ ہے۔وہ ایک دردمند دل کے مالک ہیں۔ملت کے تئیں مخلص اور مسلمانوں کے مسائل کے تئیں معروضی۔انہیں احساس ہے کہ اگر مخالفین کو دنداں شکن جواب نہ دیا جائے تو ان کے حوصلے اور بڑھ جائیں گے اس لئے انگریزی اور ہندی میڈیا کے متعصبانہ رویے اور ذہنیت کے خلاف مسلسل لکھتے رہے ہیں۔عابد انور کا قابل ستائش کارنامہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے صحیح امیج کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور اسلام کی بہتر انداز میں وکالت کر رہے ہیں۔عابد انور نے اس محاذ پر اپنی موجودگی درج کرانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔اس طرح وہ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ بخوبی ادا کر رہے ہیں۔

اس کتاب میں جتنے بھی مضامین شامل ہیں ذہن کو مہمیز اور افکار ونظریات کو روشنی عطا کرنے والے ہیں۔خاص طور پر سیرت نبوی پر ان کی تحریریں محمد عربی سے عشق ومحبت کا پتہ دیتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کو ہر طبقہ میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوگی۔

عبدالقادر شمس

سینئر سب ایڈیٹر: ''ہفت روزہ عالمی سہارا'' نئی دہلی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
صلی اللہ علی حبیبہ محمد ﷺ و آلہ و اصحابہ وسلم

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
کہ میں عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کے پاس بیٹھا ہوا تھا
کہ انہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گرامی نامہ پہنچا
جس میں درج تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،
اگر میں اللہ رب العزت کے سوا اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا
تو ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا
لیکن وہ دین میں میرے بھائی ہیں
اور غار میں میرے ساتھی ہیں۔

Marfat.com

الف

Marfat.com

بسم اللہ الرحمان الرحیم

سورۃ بنی اسرائیل

,,والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک،

یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں، تو انہیں اف تک نہ کہو،

نہ انہیں جھڑک کر جواب دو،

بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، اور نرمی اور رحم کے ساتھ

ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کرو کہ

پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت

کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا،،

Marfat.com

قرآن کی کشش

انسانی تاریخ اور مذاہب پر طائرانہ نظر ڈالیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر دور میں انبیاء اور رسول عظام کو جھٹلانے والے لوگ موجود رہے ہیں حتی کہ آسمانی صحیفے کو بھی کذب پر مبنی کہنے میں بھی ذرا جھجک محسوس نہیں کی۔ جب آنحضور کی بعثت ہوئی اور نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو کفار مکہ نے بھی یہی سلوک کیا۔ توحید کی دعوت کا انہوں نے اتنا برا مانا کہ جو کل تک آپ کو صادق اور امین کا لقب دیتے نہیں تھکتے تھے، نعوذ باللہ آپ کو مجنوں، ساحر، دیوانہ اور قرآن کریم کو نعوذ باللہ شیطانی کلام کہنے لگے۔ کفار و مشرکین مکہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جو

Marfat.com

لوگ قرآن کو سننا یا پڑھنا چاہتے تھے انہیں قوت کے ساتھ روکتے تھے۔ مگر یہ اتنا آسان بھی نہیں تھا کیوں کہ یہ کوئی جن وانس کا کلام نہیں بلکہ کلام الٰہی ہے۔ جتنی شدت سے قرآن کے بارے میں مشرکین اور کفار افترا پردازی کرتے اتنی ہی تیزی سے لوگ قرآن کی طرف کھینچے چلے آتے اور رات کی تاریکی میں چھپ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو سنتے اور متاثر ہوتے کیوں کہ اللہ نے قرآن میں وہ کشش رکھی ہے کہ جو ایک بار سنتا ہے وہ کھینچا چلا آتا ہے۔

سفیان بن حرب، ابو جہل بن ہشام اور اخنس بن شریق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے اور توحید کی تبلیغ کے سخت مخالف بھی مگر قرآن سننے کے لئے وہ رات کی تاریکیوں میں کھینچے چلے آتے تھے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ وہ ایک دوسرے سے ٹکرا گئے اور کہا کہ تم یہاں کیسے، ہم ان کی مخالفت کرتے ہیں اور ہمیں قرآن نہیں سننا چاہئے۔ وہ لوگ پختہ عہد و پیمان کے ساتھ جدا ہوتے لیکن اگلی رات پھر عہد کو تار تار کرتے ہوئے ایسے چلے آتے جیسے کوئی مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ آنحضور کا معمول تھا کہ رات کے آخری پہر سے صبح تک قرآن کی تلاوت کرتے تھے خاص طور سے تہجد کی نماز میں اس قدر خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھتے تھے کہ کوئی سنے بغیر وہاں سے گزر نہیں سکتا تھا۔ کفار مکہ نے کئی بار پختہ عزم کیا کہ اب ہم میں سے کوئی قرآن سننے نہیں آئے گا لیکن وہ خود پر قابو نہیں رکھ پاتے تھے۔ یہی وجہ تھی جب مکہ میں باہر سے کوئی مہمان آتا تو وہ انہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے اور قرآن سننے سے منع کرتے تھے کیوں کہ جو کوئی بھی آپ سے ملتا یا قرآن سنتا تو وہ مشرف بہ اسلام ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مکہ کے شعراء کا یہ طریقہ تھا کہ اپنے اشعار لکھ کر بغرض اصلاح خانہ کعبہ کے آگے لٹکا دیا کرتے تھے۔ استاذ شاعر ان کی تصحیح کر کے یا اس پر نوٹ لکھ کر وہیں پر لٹکا دیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک شاعر نے قرآن کریم کی چند آیتیں لکھ کر لٹکا دیں تو استاذ شاعر نے لکھا کہ "لیس ہذا کلام البشر" یعنی یہ انسان کا کلام نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ وہ ابتداء میں اسلام کے سخت دشمن تھے وہ قرآن کو سننا نہیں چاہتے تھے۔ ایک دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ دار ارقم میں قتل کرنے کے ارادے سے ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر جا رہے تھے کہ راستے میں بنی عدی بن کعب کے نعیم بن عبداللہ النحام مل گئے۔ انہوں نے حضرت عمر سے دریافت کیا کہ کہاں کا ارادہ

Marfat.com

ہے؟ حضرت عمر نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو تمہاری بہن فاطمہ بن خطاب اور بہنوئی سعید بن زید دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر سیدھے دونوں کے گھر پہنچے وہاں قرآن پڑھنے کی آواز آئی۔ قرآن سنتے ہی ان کی دنیا بدل گئی اور وہ دارارقم میں جا کر آنحضور کے ہاتھوں ایمان لے آئے جس سے اسلام کو وسعت حاصل ہوئی۔ یہ تھی قرآن کی کشش جنہوں نے اسے پڑھا وہ اسی کا غلام ہو گیا۔

قرآن میں اللہ تعالی تبارک تعالی نے وہ مقناطیسی قوت رکھی ہے کہ ہر کوئی اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور اس سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اسی قرآن کریم سے پوری دنیا کی تاریکی کافور ہو گئی، گمراہ اور گم گشتہ کو رشد و ہدایت کی منزلیں طے کرنے میں آسانی ہوئی۔ آج پوری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن کریم ہے۔ کتنی بار اسلام دشمن طاقتوں نے قرآن کو ختم کرنے کی ناکام کوشش کی وہ قوتیں خود ختم ہو گئیں مگر قرآن دنیا کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے سینے میں موجود ہے۔ خواہ وہ ایک سورہ کی شکل میں کیوں نہ ہو۔ اسلام کا عروج اس وقت تک ہوتا رہا جب تک کہ مسلمانوں نے قرآن کو اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنایا لیکن جیسے ہی وہ تارک قرآن ہوئے وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوتے چلے گئے اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

اتحاد ملت اسلامیہ کے لئے سب سے بڑی قوت کتاب اللہ ہے۔ سب اس پر متحد ہو سکتے ہیں لیکن مسلمان قرآن کریم کو ترک کر کے فروعات اور اس کے مباحث میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ ہم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا جب کہ قرآن کی شکل میں ایسا کلام ہمارے پاس ہے جو ہماری مکمل رہنمائی کر سکتا ہے۔ ہماری دنیا و آخرت کیلئے فلاح و فوز کا ضامن بن سکتا ہے مگر ہم نے سب سے پہلے قرآن کو پڑھنا بند کر دیا۔ پڑھا تو صرف عربی متن کی حد تک جس سے ہماری بند گرہیں نہیں کھل پائیں اور ہم اس کے معانی اور مفاہیم سے غافل رہے۔

حضرت استاذ العلماء شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ جب مالٹا سے رہا ہو کر واپس ہندوستان آئے تو ان کے اعزاز میں دارالعلوم دیوبند میں ایک بڑا جلسہ ہوا حاضرین کو خطاب

Marfat.com

کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مالٹا میں دوران اسیری میں نے دو چیزیں سیکھی ہیں۔ یہ الفاظ سن کر پورا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ آخر ہزاروں علماء اور مجاہدین پیدا کرنے والے استاذ العلماء نے عمر کے آخری پڑاؤ میں کیا سبق سیکھا ہے۔ تو حضرت شیخ الہند نے فرمایا ''میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا کے مسلمان دینی اور دنیوی حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں اور قرآن کریم کو لفظاً معناً عام کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدل کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے''۔

اس کے بعد شیخ الہند نے ان دو چیزوں پر اپنی پوری توجہ مرکوز کی اور قرآن کریم کا ترجمہ کیا جو ''ترجمہ شیخ الہند'' کے نام سے مشہور ہے۔ پوری دنیا میں نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سعودی عرب کے حکمران نے بھی اس ترجمہ قرآن کو لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کروایا تھا۔ آج اگر ہندوستان میں مسلمانون کے حالات پر غور کریں تو یہ بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ ہماری تباہی و بربادی اور ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو جانے کی ایک بہت بڑی وجہ قرآن کو اپنی زندگی سے بے دخل کر دینا بھی ہے۔ اگر ہم قرآن کو اپنی زندگی میں داخل کر لیں تو سارے اختلافات اور مناقشات دور ہو سکتے ہیں۔

قرآن ایسی کتاب ہے جس میں رشد و ہدایت، احکامات، بشارت، تعذیر، تحذیر، جزا، ثواب اور سبق آموز واقعات کے علاوہ روشنی کا وہ نور ہے جس سے منور ہو کر آج روزانہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ قعر مذلت اور گمراہی کے عمیق غار سے نکل کر اسلام کی گھنے چھاؤں میں پناہ لے رہے ہیں اور جس قدر اسلام دشمن طاقتیں اس کے خلاف کمر کس کر میدان میں اتریں گی اسی طرح قرآن کریم کی روشنی اور بھی پھیلتی جائے گی۔

●●●

Marfat.com

آنحضور کی ہمہ گیر شخصیت

خالق کائنات انسان کو بربریت کے اور کفر وضلالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکالنے کے لئے کچھ محبوب ہستیوں کو مبعوث فرماتے رہے تا کہ وہ انسان کو انسانیت کا درس دے سکیں، آپس میں اخوت ومحبت کا چراغ جلا کر اپنے پیدا کرنے والے معبود حقیقی سے بچھڑے بندوں کو قریب کر سکیں۔

خدا کا دستور رہا ہے کہ جب بھی کسی پیغمبر کو مبعوث فرمایا تو ان کے ساتھ گمراہ کو راہ راست پر لانے کے لئے کچھ نہ کچھ ایسے دلائل و براہین اور معجزات عطا کئے تا کہ انسان ان کی طرف متوجہ

Marfat.com

ہوجائیں، ان کی باتوں کو سننے لگیں اور ان کے پیغام کو قبول کر کے ''الست بربکم قالوابلیٰ'' کے عہد کا ایفاء کرسکیں، ماضی سے ہٹ کر حال و مستقبل کو سنوار سکیں۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو فن سحر میں وہ کمال و معجزہ عطا فرمایا کہ بڑے بڑے جادوگروں کو شکست دیکر محو حیرت کر دیا جس سے متاثر ہو کر وہ ایمان قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو حکمت وطب میں وہ کمال عطا فرمایا کہ جس مریض کو ید مطہر مس کر دیتے تو وہ صحیح و سالم ہو جاتا۔ مردوں سے ''قم باذن اللہ'' کہتے تو مردہ زندہ ہو جاتا۔ اسی طرح جب پروردگار عالم نے مرکز تخلیق کائنات، مقصد اولین و آخرین کو مبعوث فرمایا تو انہیں بھی معجزہ عطا فرمایا جبکہ نہ تو کسی معجزہ اور نہ کسی کرشمہ کی ضرورت تھی چونکہ آپ کی صورت وسیرت، رفتار وگفتار، اخلاق و کردار، قول و عمل اور حیات مبارکہ کا ہر ایک شعبہ مستقل ایک معجزہ تھا۔ ان معجزوں سے بڑھ کر معجزہ عطا فرمایا جو تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو عطا کئے گئے تھے۔ پروردگار نے معجزہ قرآن کریم عطا فرمایا، جو حکمت علمیہ، حکمت عملیہ، حکمت الٰہیہ، اخلاق وعادات، درس عبرت، سزا و جزا اور تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ، طہارت ظاہری و باطن اور علوم و معارف کا ایک بے مثال خزینہ و گنجینہ ہے۔ جس کی فصاحت و بلاغت اور سلاست روانی، دل آویزگی، لطافت وشیرینی اور کشش و جاذبیت کے مقابلہ میں بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ عاجز رہے، ساتھ ہی ساتھ آپ کا ارشاد گرامی بھی ایک معجزہ ہے۔ جس کی کمالیات و جمالیات دیکھ کر ہر ادنیٰ و اعلیٰ اور ذی عقل ماننے پر مجبور ہے کہ یہ مافوق العقل اور مافوق الفطرت آئین وقوانین کا منبع وسرچشمہ ہے جو لسان مبارک سے ظاہر ہوا ہے۔

محدثین جو حافظہ میں کراماً کاتبین، فقہا، جو اجتہاد استنباط، فہم وادراک میں ملائکہ مقربین، عارفین جو عشق ومحبت میں عرش عظیم بیت المعمور کا شب وروز طواف کرنے والے فرشتوں کا نمونہ ہیں اگر کفار نے چاند کے سلسلے میں کچھ چاہا تو انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے، اگر دشمنوں نے زہر آلود چیز کھلانے کی پلید سعی کی تو بے زبان کھانوں نے حقیقت کا انکشاف کر دیا۔ اگر اصحاب کو پانی کی ضرورت پڑی تو انگلی سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑے۔ مختصر اور تھوڑا کھانا میں پڑھ کر پھونک دیا تو ایک عسکر عظیم کے لئے کافی ہو گیا، اگر درختوں کو قریب بلایا تو درختوں نے ادب واحترام کے ساتھ بارگاہ مآب رسالت میں حاضر ہو کر سر جھکا دیا اور راستے سے گزر رہے ہیں تو شجر وحجر نے سلام وعقیدت کا گلدستہ پیش کیا۔ اگر دست مبارک میں سنگریزے لئے تو سنگریزوں نے کلمہ پڑھا۔

111898

Marfat.com

حضورؐ کا اخلاقِ حسنہ

جب دنیا تباہی و بربادی، جہالت و گمراہی کے دہانے پر کھڑی ہوئی تھی مخرب اخلاق برائیاں جنم لینے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت و تبلیغ اور نیک بختی کا درس دینے، صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے اخلاق و کردار سے مزین، تمام عیوب سے منزہ ایسی ہستی اور معلم اخلاق کو مبعوث فرمایا جس نے جود و سخا، ایفاء عہد، حسن معاملہ، مہمان نوازی، صبر و قناعت، نرم گفتاری کا درس دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق اور امانت و دیانت کی وجہ سے قریش میں چار چاند لگ گئے اور قریش کا دوسرے قبائل پر احساس برتری کی وجہ سے فخر سے سینہ پھول گیا۔ آپؐ اخلاق کے اس قدر اونچے تھے کہ جو کوئی دیکھ لیتا تو آپ کے اخلاق و اخلاص سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ ایک عورت جو آپ کی کٹر دشمن تھی، آپ کی راہ میں کانٹے، کوڑا کرکٹ اور گندگی ڈالتی، آپ کا نام لینا اس کے نزدیک گناہ عظیم تھا۔ مگر جب آپؐ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضعیفہ بیمار ہے تو آپؐ اُن کی عیادت کے لئے پہنچتے ہیں تو ضعیفہ کہتی ہیں کہ اے محمد! تو مجھ سے بدلہ لینے آیا ہے تو آپؐ فرماتے ہیں کہ نہیں، میں تو عیادت کرنے آیا ہوں اور آپؐ اُن کے ساتھ اس قدر خدمت کے جذبہ اور اخلاق مندی سے پیش آتے ہیں کہ وہ فوراً اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے دامن اسلام سے چمٹ جاتی ہے اور عفو و درگذر کی خواستگار ہوتی ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حسن اخلاق، اچھے عادات اور بے مثال کردار کی وجہ سے آپ کے نکاح میں آئیں۔ جبکہ بڑے بڑے رؤسا حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے لئے کوشاں تھے۔ ایک مرتبہ غورث بن حارث اچانک موقع پا کر غیر مسلم آپ کے قتل کے درپے ہوا اور کہا: اے محمد! اب بتا تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ تو آپؐ نہایت اطمینان و سکون اور بے خوف وخطر فرماتے ہیں ''اللہ''۔ یہ آواز ان کے لئے دھماکہ اور دہلانے والے زلزلہ سے کم نہ تھی۔ ان کے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی ہے اور حضور اکرمؐ آرام کے ساتھ تلوار اٹھاتے ہیں، وہ معافی کی درخواست کرتا ہے تو آپ عفو و درگذر فرما دیتے ہیں۔ جب یہ شخص اپنی قوم کے پاس پہنچتا ہے تو کہتا ہے کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں کہ میں آج تک اس سے بڑا با مروت اور عفو و درگذر کرنے والی ذات بااخلاق نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضورؐ کا اخلاق کیا تھا تو آپ فرماتی ہیں کہ (کان خلقہ القرآن)۔ آپ کا اخلاق قرآن تھا۔

Marfat.com

حضورؐ سے لگاؤ

اس عالم ناپائیدار کے ظلمت کدہ میں ہزاروں لاکھوں انبیاء کرام رسول عظام جلوہ افروز ہوئے اور ضیاء پاشیوں سے تاریک اور گھپ اندھیرے کو ختم کیا اور خدائے واحد کی طرف دعوت دی اور سیکڑوں ہزاروں نفوس انسانی نے اس دعوت پر لبیک کہا۔ سبھوں نے اشاعت دین کی تگ ودو، سعی وپیہم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا اور محبت وچاہت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لیکن میانہ ومعتدل نظام پر کوئی بھی امت قائم نہیں رہ سکی۔ حضرت عیسیٰؑ کی امتوں نے محبت وعقیدت میں اس قدر غلو کیا کہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مان لیا، سیدنا زکریا ویحیٰ کو ان کی امتوں نے قتل کرڈالا۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ کے ساتھ ایسی بدعہدی اور بے رخی کا برتاؤ کیا اور عدم توجہی و بے التفاتی کا وہ منظر پیش کیا کہ میدان جنگ میں نہایت معصومانہ انداز میں کہتا ہے: ''فاذہب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون''۔

لیکن حضورؐ کی امت جو تمام سابقہ امم سے افضل و برتر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت ومحبت اور شیفتگی اور دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ دکھ سکھ، مصیبت وتکلیف، راحت وآرام، عیش و عشرت، وسعت وخوشحالی اور فارغ البالی کا موسم بہاراں ہو یا عسرت وتنگ دامانی اور بے سروسامانی کا موسم خزاں۔ ہر وقت ہر لحہ آپ کی دعوت پر لبیک کہنے پر مستعد اور تیار رہتے ہیں۔ بدر، احد میں جبکہ دشمنوں کا شدید حملہ ہو رہا تھا تب جانثار صحابہ کرام سپر وڈھال، آہنی چٹان اور مضبوط دیوار بن کر دشمنوں کے مقابلے میں حائل ہوگئے۔ آپ سے محبت وعقیدت رکھنے والے اور عظمت کے قائل صرف صحابہ ہی نہیں بلکہ دشمنان اسلام بھی ہیں۔ کفار مکہ کا سردار صلح حدیبیہ کے وقت دوران گفتگو صحابہ کرام کی الفت ومحبت اور تعظیم وتکریم سے اس قدر متاثر ہوا کہ اپنے ساتھیوں سے بیان کرتا ہے۔ ''میں نے قیصر وکسریٰ، نجاشی اور بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے، مگر خدا کی قسم عقیدت ومحبت، تعظیم وجلال کا یہ عجیب وغریب منظر نہیں دیکھا''۔ آج بھی امت محمدیہ جس کے اندر ایمان کا ذرا سا قطرہ اور تھوڑی سی چاشنی باقی ہے وہ سرور کائنات تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرمٹنا اپنا خوش نصیبی اور خوش بختی تصور کرتا ہے۔

Marfat.com

صادق الامین

کوئی ایسا نبی نہیں ہے جسے اس کی قوم نے باوجود مخالفت کے صادق کا خطاب دیا ہو لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایسی ہے جب آپ کافروں کے درمیان گھرے ہوئے تھے، ہر شخص آپ کا جانی دشمن تھا۔ اس وقت بھی آپ کے پاس امانت رکھا کرتے تھے۔ مکی زندگی کے آخری ایام میں جب (نعوذ باللہ) آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا تھا، کفار آپؐ کی کامیابی سے مایوس ہو کر قتل کے درپے تھے تو اس وقت بھی ان کی امانت آپؐ کے پاس تھی جب آپؐ ہجرت کرنے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس یہ امانت دے گئے کہ یہ امانت، امانت والوں کے سپرد کر دینا، اس سے بڑھ کر صادق اور امین ہونے کی اور کیا نظیر ہو سکتی ہے کہ دوست تو دوست دشمن بھی آپ کے پاس امانت رکھتے ہیں۔ آپ کے صادق امین کی صفت سے متاثر ہو کر مسز اینی بیسینٹ کہتی ہیں:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جس بات نے میرے دل میں ان کی عظمت و بزرگی قائم کی وہ ان کی وہ صفت ہے جس نے ان کے ہم وطنوں سے الامین کا خطاب دلوایا۔ کوئی صفت اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی اور کوئی بات اس سے زیادہ مسلم وغیر مسلم دونوں کے لئے قابل اتباع نہیں، ایک ذات مسلم صدق ہو، اس کے اشرف ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی شخص اس قابل ہے کہ پیغام حق کا حامل ہو۔ یہ ہے وہ صفت جو اپنوں کو تو کیا غیروں کو بھی مجبور کر دیتی ہے کہ تعریف و توصیف کا پل باندھے اور آپ کی ستائش میں آسمان و زمین کے قلابے ملائے مگر پھر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کماحقہ ممکن نہیں۔

حضورؐ کا معاہدہ

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی اور آپ کے معاہدے اور صلح نامے پر نظر عمیق ڈالتے ہیں تو حضورؐ کی حیات طیبہ اور عہد نامہ کی صورت حکومتوں سے مختلف نظر آتی ہے۔ آپ کا معاہدہ خالص امن اور آشتی کے قیام کے لئے ہوتا تھا۔ آپ کا معاہدہ اور اس کے ایفاء میں کسی طرح کی کمی اور خامی نہیں ہے بلکہ وہ جھوٹ سے مبرہ، منزہ اور شیشے کی طرح صاف و شفاف دمکتا نظر آتا ہے اور ہمیشہ اپنے موقف پر اٹل نظر آتے ہیں۔ اس وقت جب کہ کافروں کے درمیان گھرے ہوئے تھے، دشمنان

Marfat.com

اسلام ہر طرح کی اذیتیں پہنچانے پر کمر بستہ تھے اور کسی بھی موقع سے فائدہ اٹھانے سے نہیں چوکتے تھے مگر کسی کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا تو کیا اس کا تصور بھی آپ کے لئے اذیت ناک تھا۔

ہجرت کے بعد بھی کفار مکہ نے اسلام کی نشر و اشاعت میں رخنہ اندازی سے گریز نہیں کیا بلکہ دوسرے کو اکساتے رہے۔ مگر امن و صلح کا پیغامبر ہمیشہ صلح کو جنگ پر ترجیح دیتا رہا، ہر غزوے میں حتی الامکان امن و آشتی اور مصالحت کی گفتگو سے مسئلہ کو حل کرنے کی سعی فرماتے، اسی طرح صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ اور زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کا مقصد قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنا نہیں تھا مگر کفار مزاحم ہوئے اور لشکر جرار کے ساتھ سیلاب کی طرح امڈ آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صورتحال کا جائزہ لینے اور اپنے موقف اور مقصد کے اظہار کے لئے ورقہ بن نوفل کو قاصد بنا کر بھیجا کہ ہمارا مقصد زیارت ہے، جنگ و جدال نہیں۔

بالآخر جانبین کی گفتگو کے بعد آئندہ سال کی آمد اور اس سال کی واپسی پر صلح میں ایسی شرطیں تھیں جسے کسی طرح تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا مگر قیام امن کے لئے آنحضورؐ نے منظور کر لیا۔ صلح نامہ لکھا جا رہا تھا، ابو جندل بیڑیوں میں جکڑے ہوئے حضورؐ کے پاس آتے ہیں اور مظالم سے رہائی کی درخواست کرتے ہیں۔ آنحضورؐ اسے واپس کر دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کا واپس کرنا ضروری نہیں تھا مگر دنیا کو ہیبت ناک خون خرابہ سے نجات دلانے کے لئے حضورؐ نے واپس کر دیا۔ حضورؐ کا سب سے پہلا معاہدہ یہودیوں کے ساتھ ہوا:

☆ خون بہا اور فدیہ کا پرانا طریقہ رائج رہے گا۔

☆ یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

☆ یہودی اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ کریں گے۔ یہودی اور مسلمان کو اگر کوئی لڑائی پیش آئے گی تو دونوں مل کر لڑیں گے۔

☆ کوئی فریق قریش کو امان نہیں دے گا۔

☆ دوسرا معاہدہ قبیلہ جہنیہ سے جو مدینہ سے تین منزل پر آباد تھا۔

Marfat.com

☆ تیسرا معاہدہ قبیلہ بنو حمزہ سے جس کا سردار فخشی تھا۔

☆ چوتھا معاہدہ جماد الثانی دو ہجری کو مدلج سے ہوا۔

☆ پانچواں معاہدہ صلح حدیبیہ۔

حضورؐ کی سیاسی زندگی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح عبادات و معاملات اور اخلاق و عادات اور طرز معاشرت و تعلقات اور زندگی کی کٹھن راہ کو ہموار کرنے کی ترغیب دی تو وہیں بین الاقوامی، آئین و قوانین کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی۔ حضورؐ نے کسی بھی پہلو کو ادھورا اور ناقص نہیں چھوڑا حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاست کے کسی پہلو کو ادھورا نہیں چھوڑا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست کا ہر پہلو عمل پیرا ہونے کے لئے کافی و شافی تھا اور جس طرح کامیاب حکومت کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ حریف سے معاہدہ کرے، اپنے حریفوں کو اپنا ہمنوا بنالے تاکہ حکومت وقت کو دعوت وتبلیغ کی اشاعت میں کوئی مانع یا رکاوٹ پیش نہ آئے، اسی طرح حضورؐ نے ان تمام اصول وضوابط کو امت کے سامنے پیش فرمایا۔

اسلام نے سیاست و معاملات اور اخلاقیات پر بھی زور دیا ہے اور باطل پرستوں کو محو حیرت اور ششدر کر دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ اس تنگ و تاریک دور میں بقا صرف ملت اسلامیہ کی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ عیسائی مفکر جارج برنارڈ شا لکھتے ہیں کہ دنیا سے مذہب کا دور ختم ہو رہا ہے لیکن اس زمانے میں اگر کوئی مذہب باقی اور برقرار رہ سکتا ہے تو وہ اسلام ہے جس میں عبادت سے کہیں زیادہ سیاست اور معاملات پر زور دیا گیا۔ یہی مذہب فطرت انسانی کے لئے سرمایہ سکون بن سکتا ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ اگر دنیا کا آئندہ کوئی مذہب ہوگا تو وہ اسلام ہی ہوگا۔ کیونکہ اسی مذہب میں تمام بنی نوع انسان کی مکمل طریقہ پر رہنمائی کی گئی ہے۔ نبی کریم نے "اہل یثرب کی درخواست پر مکہ سے مدینہ ہجرت فرما کر مختلف قبائل سے معاہدے طے کئے جسے میثاق مدینہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ دنیا کا پہلا دستور تھا۔ نبی کریمؐ کی سیاست خارجہ عالم گیر نوعیت کی حامل تھی۔ نبی کریمؐ کے سارے اصول پورے عالم کے لئے مشعل راہ ہیں۔

Marfat.com

حیات مقدس پر ایک نگاہ سرسری

بارہ ربیع الاول ۲۲ راپریل ۵۷۱ عیسوی بموقع عام الفیل بروز پیر صبح صادق کے وقت کفر وضلالت اور ظلم و بربریت کی تاریکیوں میں گھری سنگلاخ پہاڑیوں سے رشد وہدایت کے آفتاب ومہتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جلوہ افروز ہو کر ساری دنیا کو منور کیا۔

☆ ایک ہفتہ مادر آغوش میں، ایک ہفتہ بعد دائی حلیمہ سعدیہ کی آغوش میں۔

☆ دو سال کی عمر میں۔ دودھ چھڑایا گیا، دوبارہ مادر آغوش میں، وبا کی وجہ سے دوبارہ حلیمہ سعدیہ کے پاس۔

Marfat.com

☆ ۴سال کی عمر میں۔شق صدر کاواقعہ۔
☆ ۶ سال کی عمر میں ۔ والدہ ماجدہ کا ابوا میں انتقال، اُم ایمن آنحضور کو لے کر مکّہ معظمہ آئیں۔دادا عبدالمطلب نے اپنی کفالت میں آنحضور کولیا۔
☆ ۸سال کی عمر میں۔ دادا عبدالمطلب کا انتقال چچا ابوطالب کی کفالت میں خانہ کعبہ کی تعمیر میں حصہ۔
☆ ۱۰سال کی عمر میں۔دوبارہ شق صدر کاواقعہ۔
☆ ۱۲سال کی عمر میں۔چچا ابوطالب کے ساتھ شام کا پہلا تجارتی سفر،بحیرہ راہب سے ملاقات نبوت کی پیشین گوئی۔
☆ ۱۵سال کی عمر میں۔ حرب الفجار میں شرکت۔
☆ ۲۴سال کی عمر میں۔ شام کادوسرا تجارتی سفر۔
☆ ۲۵سال کی عمر میں۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح۔
☆ ۳۰سال کی عمر میں۔ قوم کی طرف سے ''الامین'' کا خطاب اور آپ کی صاحبزادی حضرت زینب کی پیدائش۔
☆ ۳۵سال کی عمر میں۔ تمام قبائل کی طرف سے حکم بنایا جانا اور حضرت فاطمہ کی پیدائش اور حضرت علی کی کفالت۔
☆ ۳۷سال کی عمر میں۔ غار حرا میں عبادت و ریاضت میں مشغول۔
☆ ۴۰سال کی عمر میں۔غار حرا میں خلعت نبوت و رسالت سے سرفراز، نزول وحی،حضرت ابوبکر صدیقؓ،حضرت علیؓ اور زید بن حارثہؓ کا اسلام قبول کرنا۔
☆ ۲نبوی،۴۲سال کی عمر میں۔ خفیہ نبوت کا اعلان، چالیس مردوں و عورتوں کا قبول اسلام، دارارقم کا پہلی اسلامی درسگاہ منتخب ہونا۔
☆ ۳نبوی،۴۳سال کی عمر میں۔رقیہ بنت محمد علیؐ کا حضرت عثمان سے نکاح،زبیر،سعد،طلحہ اور عبدالرحمٰنؓ کا قبول اسلام۔
☆ ۴نبوی،۴۴سال کی عمر میں۔ اقربا،اعزا کو قبول اسلام کی دعوت اور اعلانیہ نبوت۔

Marfat.com

☆ ۵ نبوی، ۴۵ سال کی عمر میں۔ مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت اوّل وثانیہ۔

☆ ۶ نبوی، ۴۶ سال کی عمر میں۔ حضرت حمزہؓ و عمرؓ کا قبول اسلام اور اعلانیہ خانہ کعبہ میں نماز کی ادائیگی۔

☆ ۷ نبوی، ۴۷ سال کی عمر میں۔ کفار مکہ کی طرف سے معاشرتی بائیکاٹ، شعب ابو طالب میں محصور، تین سال تک نہایت عسرت و تنگ دستی سے شعب ابو طالب میں زندگی گزارنا۔

☆ ۹ نبوی، ۴۹ سال کی عمر میں۔ معاشرتی بائیکاٹ کا خاتمہ، معجزہ شق القمر۔

☆ ۱۰ نبوی، ۵۰ سال کی عمر میں۔ عام الحزن، ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال، آں حضور کا تبلیغ کے لئے طائف کا سفر، طائف والوں کی طرف سے سخت اذیت کا سامنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح۔

☆ ۱۱ نبوی، ۵۱ سال کی عمر میں۔ معراج نبوی، مدینہ کے چھ لوگوں کا قبول اسلام۔

☆ ۱۲ نبوی، ۵۲ سال کی عمر میں۔ مدینہ کے ۱۲ لوگوں کا قبول اسلام۔

☆ ۱۳ نبوی، ۵۳ سال کی عمر میں۔ مدینہ کے ۷۳ لوگوں کا قبول اسلام۔

☆ یکم ہجری، ۵۴ سال کی عمر میں۔ ہجرت مدینہ، شہری نظم و نسق کا سنبھالنا، مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات، یہودیوں سے معاہدہ، دو اکابر علمائے یہود عبداللہ بن سلام، ابو القیس اور سرحہ بن النسل عیسائی راہب کا قبول اسلام، مسجد نبوی کی تعمیر، منافقت کی ابتدا، غزوہ ودان۔

☆ ۲ ہجری، ۵۵ سال کی عمر میں۔ کافروں کا پہلا حملہ، غزوہ بدر کا وقوع، مسلمانوں کی شاندار کامیابی، کفاروں کو شکست فاش، ۷۰ مقتول، حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح۔

☆ ۳ ہجری، ۵۶ سال کی عمر میں۔ کافروں کا دوسرا حملہ، غزوہ اُحد کا وقوع، مسلمانوں کا بھاری نقصان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی شہادت، آپ کے مشفق چچا حضرت حمزہؓ اور حضرت حنظلہؓ کی شہادت، ۷۰ جانثار صحابہ کی شہادت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حفصہ بنت عمرؓ اور حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح، آپ کی صاحبزادی ام کلثوم کا حضرت عثمان غنیؓ سے عقد، حضرت حسن بن علیؓ کی پیدائش، شراب کی حرمت۔

☆ ۴ ہجری، ۵۷ سال کی عمر میں۔ غزوہ بدر صغریٰ، یوم رجیع، بیر معونہ کا حادثہ، آنحضور کا قنوت نازلہ پڑھنا، غزوہ بنو نضیر و ذات الرقاع کا وقوع، صلوٰۃ خوف کا حکم، حسین بن علیؓ کی پیدائش،

Marfat.com

آنحضورؐ کا سلمہ مخزومیؓ سے نکاح، حضرت ام المومنین زینب بنت ہلالی کا انتقال۔

☆ ۵ ہجری، ۵۸ سال کی عمر میں۔ غزوہ بنی مصطلق، پورا قبیلہ مصطلق کا قبول اسلام، واقعہ افک، تیمم کے احکام کا نزول، غزوہ دومتہ الجندل، یہودیوں کی بدعہدی اور اسکی سزا، سعد بن معاذ کی شہادت، وفد دوس کی آمد، زینب بنت جحش اور جویریہ بنت حارث خزاعی سے آنحضورؐ کا عقد۔ حجاب کے حکم کا نزول۔

☆ ۶ ہجری، ۵۹ سال کی عمر میں۔ واقعہ عرینہ، سریہ بن حارثہ، سریہ فدک، صلح حدیبیہ۔

☆ ۷ ہجری، ۶۰ سال کی عمر میں۔ فتح خیبر، نکاح متعہ کی حرمت، معجزہ ردشمس، سلاطین کے نام دعوت اسلام، قبائل کی جانب سے مختلف دستے کی آمد، آنحضرتؐ کا دو ہزار صحابہ کے ساتھ عمرہ، حضرت میمونہ بنت حاثؓ اور صفیہؓ سے نکاح، سیف البحر کا قیام، عمرو ابن العاص و خالد بن ولید کا قبول اسلام، مشرکین مکہ کا معاہدہ کی خلاف ورزی کرنا۔

☆ ۸ ہجری، ۶۱ سال کی عمر میں۔ جنگ موتہ، فتح مکہ، ابوسفیان اور حضرت عباسؓ کا قبول اسلام، غزوہ اوطاس، حضرت زینب بنت رسول اکرم کا انتقال، اور آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی پیدائش اور اسی سال انتقال۔

☆ ۹ ہجری، ۶۲ سال کی عمر میں۔ لوگوں کا جوق در جوق قبول اسلام، غزوہ تبوک، جزیہ کا حکم، اہل طائف کا قبول اسلام، مسجد ضرار کی آتشزدگی، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا امیر حج مقرر ہونا، فرضیت حج، اُم کلثوم کا انتقال، قبائل کی جانب سے وفود کی آمد، حضرت خالد بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب۔

☆ ۱۰ ہجری، ۶۳ سال کی عمر میں۔ حجتہ الوداع، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج، اور اس میں آنحضرت کا آخری اور مشہور خطبہ، آخری ۲۰ روزہ اعتکاف۔

☆ ۱۱ ہجری، ۶۴ سال کی عمر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسیلمہ بن کذاب سے مراسلت، حضرت ابوبکرؓ کی امامت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت۔

●●●

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تکمیل ایمان کی علامت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ تین باتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت کا مزہ چکھے گا کہ اللہ اور اس کے رسول اس کے نزدیک تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ جس کسی سے محبت کرے اللہ کے لئے محبت کرے، کفر میں واپس جانے کو ایسا برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو۔ ایک دیگر حدیث میں جس میں حضور سے محبت اکمل ایمان کی علامت بتایا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضے

Marfat.com

میں میری جان ہے تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اسی طرح ایک حدیث میں اس اضافہ کے ساتھ ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں حضرت محمد ﷺ سے صحابہ کرامؓ بے پناہ محبت اور والہانہ لگاؤ رکھتے تھے۔ حضور کے سامنے انہیں اپنی کسی پریشانی کا قطعاً کوئی احساس نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دوسرے قبیلے کے لوگوں نے زبردست زدوکوب کیا یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے جب آپ کے قبیلے کو اس کی اطلاع ملی تو وہاں سے حضرت ابوبکر کو اٹھا لائے اور اعلان کیا کہ اگر ابوبکر وفات پا گئے تو عتبہ بن ربیعہ کو بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ بہت کوشش کے بعد جب ابوبکر ہوش میں آئے تو سب سے پہلے جو بات زبان سے نکلی وہ یہ تھی کہ آنحضرت کس حال میں ہیں۔ یہ تھی آنحضرت ﷺ سے صحابہ کرام کی محبت اور عشق کہ اپنی جان کو حضور اکرم ﷺ کے سامنے ہیچ سمجھتے تھے اور ابوبکر صدیق نے اس وقت تک سکون کا سانس نہیں لیا جب تک حضور کی خیریت دریافت نہیں کر لی اور حضور کا دیدار نہیں کر لیا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا "اللہ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اللہ سے دنیا کی نعمتیں حاصل کر لے اور کہا کہ اگر وہ چاہے تو (آخرت میں) اللہ کے پاس جو ہے وہ لے لے" یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا "ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس بات پر ہمیں تعجب ہوا، لوگوں نے کہا "دیکھو اس بوڑھے شخص کو بلاوجہ رو رہا ہے کو رسول اللہ ﷺ نے تو ایک بندے کا ذکر فرمایا ہے جسے اللہ تعالی دنیا کی نعمتوں میں سے اور آخرت کی نعمتوں میں سے ایک منتخب کرنے کا اختیار دیا ہے اور ابوبکرؓ کہہ رہے ہیں کہ "آپ پر ہمارے ماں باپ قربان"، حالانکہ اختیار دیا گیا بندہ تو خود رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ واقعی ہم سے پہلے آپ کی بات سمجھے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے میری ذات کے علاوہ باقی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں"، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "نہیں! قسم ہے اس

Marfat.com

ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اس وقت مومن نہیں ہوسکتے جب تک میرے ساتھ اپنی جان سے زیادہ محبت نہ کرو"۔ تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ "اللہ کی قسم! آپ مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہیں" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے عمر! اب تم پورے مومن ہو (صحیح بخاری)

حضور اکرم ﷺ سے حضرت عمرؓ کو اس قدر عشق تھا کہ جب آپ نے اس دار فانی سے پردہ فرمایا تو حضرت عمرؓ تلوار لے کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ آنحضرت اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ کوہ طور پر گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بہت سمجھانے بجھانے پر اس بات کے لئے تیار ہوئے کہ آنحضرت نے پردہ فرمالیا ہے۔ یہ تھا محبت والفت کا عدیم المثال نمونہ۔

آنحضور سے محبت والفت میں صرف صحابہ کرام ہی نہیں بلکہ صحابیات بھی پیش پیش ہوتی تھیں۔ حضور ﷺ سے شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ حضور وضو فرماتے تو گرتے ہوئے پانی کو محفوظ کرلیتیں۔ غزوہ احد کے ابتدائی مرحلہ میں مسلمانوں کو کامیابی ملی تھی مگر آنحضور کی ہدایت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانون کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا، جید اور کبار صحابہ کرام نے اس غزوہ میں جام شہادت نوش کیا۔ جس میں آپ کے مشفق چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب یہ المناک خبر مدینہ پہونچی تو صحابیات پریشان ہوگئیں۔ صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے گھر سے نکل پڑیں۔ ان میں سے ایک انصاری انتہائی دیوانگی کے عالم میں گھر سے نکلیں اور راستے میں مجمع سے بے تابی سے پوچھتی ہیں کہ آنحضور کیسے ہیں؟ جواب "ملا تمہارے والد شہید ہوگئے"، انصاری صحابیہ نے اناللہ پڑھا اور بے قراری کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی خیریت دریافت کرنے آگے نکل پڑیں، انہیں معلوم ہوا کہ ان کے خاوند شہید ہوگئے، مگر نبی اکرم سے محبت کا یہ عالم ہے کہ وہ پوچھتی ہیں کہ آنحضرت کیسے ہیں؟ اتنے میں کسی نے بھائی اور بیٹے کی شہایت کی خبر سنائی پھر بھی سوال کرتی ہیں کہ آنحضور کیسے ہیں صحابہ کرامؓ نے جواب دیا کہ حضور اکرم ﷺ خیریت سے ہیں اور تشریف لا رہے ہیں مگر اس سے اس انصاری صحابیہ کو اطمینان نہیں ہوا اور کہنے لگیں کہ مجھے بتادو کہ آنحضور کیسے ہیں۔ تو صحابہ کرامؓ نے اشارہ کرکے بتایا کہ اس مجمع میں ہیں۔ وہ دوڑتی ہوئی اس مجمع کی طرف لپکیں اور اپنی آنکھوں سے آنحضور کی زیارت کرکے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچایا اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کی زیارت کے بعد ہر مصیبت ہلکی اور معمولی ہوجاتی ہے۔ ایک دیگر

Marfat.com

روایت ہے کہ آنحضرت کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپ سلامت ہیں تو مجھے کسی کی وفات اور شہادت کی پرواہ نہیں۔

صحابہ کرام کا آنحضور سے محبت وعشق کا یہ عالم ہے کہ آپ کا نام لینے یا کچھ پوچھنے سے پہلے ''آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں'' ضرور کہتے تھے۔ آج بھی امت محمدیہ کا فرد جس کے اندر ایمان کی رمق باقی ہے وہ نبی کریم پر مرمٹنا خوش نصیبی اور خوش بختی تصور کرتا ہے۔

●●●

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علی حبیبہ محمد ﷺ وآلہ واصحابہ وسلم

جس طرح شبنم کے قطرے مرجھائے ہوئے پھولوں کو
تازگی بخشتے ہیں اسی طرح
اچھے الفاظ مایوس دلوں کو روشنی بخشتے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ

As dew drop freshen the flowers
same like good words present light & hope to dejected hearts.

Hazrat Imam Hussain
May Allah be pleased With Him

Marfat.com

ماہ محرم کی معنویت

اسلامی تاریخ کا آغاز ماہ محرم سے ہوتا ہے۔ جن تین مہینوں میں عرب میں قتل وخون اور جنگ وجدال کو حرام قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک محرم کا مہینہ ہے اور اس ماہ کی دس تاریخ کو خصوصیت حاصل ہے۔

عاشورہ کے دن انسانی تاریخ میں کئی اہم واقعات پیش آئے ہیں۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے دس نبیوں کو مختلف طریقے سے عزت سے نوازا۔ شاید اسی وجہ سے اس کا نام عاشورہ (۱۰) پڑ گیا، جن میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، آپ کا بہشت میں جانا اور پھر وہاں سے نکلنا بھی شامل

Marfat.com

ہے۔اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری، حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم بنی اسرائیل (یہودی) کوفرعون مصر کے ظلم سے نجات ملی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ حالت میں اُٹھایا جانا اسی مقدس دن کو ہونے والے واقعات ہیں۔

حضرت محمد ﷺ مکہ والوں کے ظلم اور اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپؐ نے وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ (محرم کی ۱۰ تاریخ) کا احترام کرتے اور اس دن روزہ رکھتے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ "تمہارے نزدیک (بنی اسرائیل کے نزدیک) اس دن کی کیا فضیلت ہے"۔

یہودیوں نے جواب دیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے شکنجے سے آزاد کرادیا تھا اور اس کو اس کے سامان اور لشکر کے ساتھ دریائے نیل (مصر کی مشہور ندی) میں ڈبو دیا تھا۔ اس لئے اس کے شکرانہ کے طور پر موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔اس لئے ہم ان کی پیروی کرتے ہوئے عاشورہ کا روزہ رکھتے اور خوشی ظاہر کرتے ہیں۔

حضرت محمدؐ نے کہا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں اور ان سے ہمارا رشتہ بحیثیت نبی اور رسول ہونے کے تم سے کہیں زیادہ ہے۔اس لئے ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کے طریقوں پر چلتے ہوئے عاشورہ کی قدر کریں اور اس دن روزہ رکھیں۔ پھر آپ خود بھی روزہ رکھتے اور دوسرے لوگوں (صحابہ) کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

محرم کے روزہ کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ رمضان کے روزے کی فرضیت سے پہلے یہی روزہ اُمت پر فرض تھا۔رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد اس روزہ کی فرضیت ختم کردی گئی۔آپ نے ایک حدیث میں فرمایا "اللہ سے اُمید رکھتا ہوں کہ محرم کے روزے سے اللہ تعالیٰ گذرے ہوئے ایک سال کے گناہوں اور غلطیوں کو معاف کرے گا"۔ایک دوسری حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت محمد ﷺ رمضان کے روزے کے بعد محرم کے روزے پابندی سے رکھتے تھے۔

اس دن جہاں محرم کے روزے کی اہمیت اور افادیت کے بارے میں بتایا گیا وہیں اپنے کنبہ پر فراخ دلی، غریب اور محتاج کو زیادہ سے زیادہ خیرات دینے اور دسترخوان کو وسعت دینے پر زور دیا گیا ہے۔حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عاشورہ کے دن جس نے اپنے کنبہ پر دسترخوان کو

Marfat.com

پھیلایا۔ اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ اس لئے آج کے دن اپنے رشتے داروں اور دوستوں کو دوسرے دنوں کی بہ نسبت اچھا کھانا کھلانا سنت ہے۔

حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت اسی دن قائم ہوگا اور حضرت آدمؑ اسی روز پیدا ہوئے اور دنیا کا نظام اسی دن ختم ہو جائے گا۔ اس لئے اس دن کو زندگی کے نظام کی شروعات اور خاتمہ کے ساتھ ایک خاص رشتہ ہے۔

یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ اسی دن انسانیت کی تاریخ میں ایک ہولناک واقعہ رونما ہوا جسے لوگ ''واقعہ کربلا'' اور شہادت حسین کے نام سے جانتے ہیں یہ پوری انسانیت کے لئے سبق آموز ہے۔ حضرت محمدؐ کو اپنے دونوں نواسوں حسن اور حسین سے بہت قُرب تھا۔ آپؐ اکثر اللہ تعالیٰ سے دُعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر''۔ آپ نے دونوں نواسوں کو جنت کا سردار قرار دیا۔

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت حسنؓ جس طرح حضورؐ کے اوپر کے آدھے جسم سے ہو بہو یکسانیت رکھتے تھے، اسی طرح حضرت حسینؓ نیچے کے آدھے حصے سے پوری طرح ملتے جلتے تھے۔ صحابہ کا کہنا ہے کہ ہم نے کئی مرتبہ آپؐ کے ناتیوں کو آپؐ کے کندھے پر چڑھا ہوا دیکھا۔ آپؐ کی صاجبزادی حضرت فاطمہؓ کے یہ دونوں بیٹے آپؐ کے دل کے ٹکڑے اور آنکھ کے نور تھے۔ ایک بار آپؐ حضرت حسین کو گود میں لئے ہوئے تھے کہ اچانک آپؐ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ بیٹی نے اس کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ میری وفات کے بعد میری اُمت میرے فرزند (ناتی) کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کردے گی اور مجھے اُس زمین کی لال مٹی دکھائی گئی۔

شہادت کا یہ واقعہ ۱۰ رمحرم الحرام ۶۱ ھ کو کوفہ کے لوگوں کی بدعہدی کرنے کی وجہ سے ہوا۔ یزید کی خلافت قبول نہ کرنے کی وجہ سے اس کی فوجوں سے کوفہ میں جنگ کرنی پڑی اور اس میں آپ شہید ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۶ سال تھی۔

Marfat.com

ماہ محرم کے خاص واقعات

یکم محرم کو حضرت زکریاؑ نے روزہ رکھا۔ اللہ سے بیٹے کی پیدائش کی دُعا کی اور آپ کی دُعا قبول ہوئی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

۲ر محرم ۶۱ ہجری کو حضرت امام حسین کربلا پہنچے۔

۳ر محرم کو حضرت یوسفؑ کو کنویں کی قید سے نجات ملی۔

۵ر محرم کو حضرت موسیٰؑ بحفاظت دریائے نیل عبور کر گئے۔

۵ر محرم ۶۵۶ ہجری تفسیر رازی کے مصنف سیّد رازی کا انتقال ہوا۔

۷ر محرم ۶۱ ہجری کو حضرت امام حسین، آپ کے ساتھی اور کنبہ پر دریائے فرات کا پانی بند کر دیا گیا۔

۸ر محرم ۶۱ ہجری کو یزید کی فوج نے امام حسین کے کنبوں کے خیمے کی ناکہ بندی کی۔

۹ر محرم کو حضرت یونسؑ قدرتی معجزہ سے مچھلی کے پیٹ سے آزاد ہوئے۔

۱۔ ۱۰ر محرم ۶۱ ہجری کو امام حسین اپنے دوستوں کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔

۲۔ ۱۰ر محرم ۶۱ ہجری کو عمر بن سعد چار ہزار لوگوں پر مشتمل یزید کی فوج کے ساتھ کربلا پہنچے۔

۳۔ ۱۰ر محرم کو ابراہیمؑ پر نمرود کی آگ گلزار بن گئی۔

۴۔ ۱۰ر محرم کو حضرت یعقوبؑ لمبے عرصے کے بعد اپنے بیٹے یوسفؑ سے ملے تھے۔

۵۔ ۱۰ر محرم کو آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ اسی دن توبہ قبول ہوئی۔

۶۔ ۱۰ر محرم کو نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر پہنچی۔

۷۔ ۱۰ر محرم کو حضرت یعقوبؑ بیماری سے شفایاب ہوئے۔

۱۵ر محرم ۱۲۸۳ ہجری کو ایشیا کی سب سے عظیم مذہبی دانش گاہ ''دارالعلوم دیوبند'' قائم ہوئی۔

●●●

Marfat.com

رمضان کی فضیلت

رمضان المبارک ایک ایسا متبرک مہینہ ہے جو گیارہ مہینوں کا ماحصل ہے۔ اپنے دامن میں رحمت، مغفرت، ثواب اور رزق بھر کر لاتا ہے سارے جہاں کو نور سے منور کرتا ہے، بھٹکے ہوئے انسان کو راہ راست پر لاتا ہے۔

رمضان ایک ڈھال ہے، ایک ایسا قلعہ ہے جہاں شیطان کا گزر و بسر نہیں ہوتا، امن و امان، سکون و اطمینان، راحت و استراحت کا پرچم لئے سارے عالم کو اللہ کی طرف رجوع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔
خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے رمضان کے روزے کی مداومت و مواظبت فرمائی اور

Marfat.com

کہا ''اے لوگو! تم پر ایک ایسا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے جو برکتوں سے بھرپور، رحمتوں سے لبریز ہے۔ جس میں عفو ودرگزر کا عام اعلان ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل و برتر ہے۔ اس مہینہ کی نفل نماز فرض کے برابر ہے اور فرض کا ثواب دوسرے مہینے کے ستر (۷۰) فرائض کے برابر ہے۔ اے لوگو! اس مہینہ میں رزق تقسیم ہوتا ہے۔ روزی سے اپنا دامن بھرلو۔ تم میں سے جو شخص ایک روزہ دار کو افطار کرائے گا انہیں قیامت کے روز حوض کوثر سے ایسا جام پلایا جائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے صرف تمہیں پر نہیں بلکہ تم سے پہلی اُمتوں پر بھی روزے فرض کئے گئے''۔ انبیاء سابقین میں سے حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت ذوالکفلؑ، حضرت دانیالؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ واسحاقؑ علیہم السلام نے بھی روزہ رکھا ہے۔

گھبراؤ نہیں صبر واستقامت سے کام لو، صبر کا بدلہ جنت ہے۔ روزہ رکھنے میں محنت ومشقت، صعوبت ومصیبت برداشت کرو اور فاقے و پیاس کو گلے لگاؤ جنت میں حوریں تمہارے گلے لگیں گی۔

اے امت محمدیہ تم کو بھی نعمتیں مہیا ہیں جو دوسری امتوں کو نہیں دی گئیں۔ تم اس نعمت کی قدر کرو ہماری رحمت سے دامن بھرلو، یہ دن تمہارے لئے خاص ہے۔ تمہارے منہ کی بدبو ہمارے نزدیک مشک وعنبر کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

تمہارا افطار لے کر افطار کے وقت کا انتظار کرنا کتنا پیارا لگتا ہے۔ تمہارا افطار کے وقت دُعائیں مانگنا، گڑگڑانا، آہیں بھرنا اور آہ وبکا کی صدائیں بلند کرنا اچھا لگتا ہے۔ تمہارے ہی لئے سورج، چاند اور ستارے پیدا کئے، آسمان کو جھلملاتے تاروں سے سجایا۔ ہماری نشانی دیکھ کر میری عبادت وریاضت میں مشغول ہوجاؤ اور ہمارے احسانات اور انعام واکرام کا شکریہ ادا کرو۔

قیامت کے دن حقوق العباد کا احترام نہ کرنے والوں کے اعمال حسنہ ان لوگوں کے درمیان تقسیم کردئے جائیں گے جن کے حق کا احترام نہیں کیا گیا۔ جب سارے اعمال ختم ہوجائیں گے اور روزہ کی باری آئے گی تو اللہ تعالیٰ منع کریں گے اور فرمائیں گے کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔ روزہ کے انعام واکرام کا کیا مقام ہوگا جس کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ عنایت

Marfat.com

کریں۔ صرف اس کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مبارک مہینہ کو تین عشرے میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا عشرہ رحمت سے مالا مال کا۔ دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا دوزخ سے خلاصی کا۔ اگر ہم نے تینوں عشروں کی قدر نہیں کی تو ہم سے بڑا شقی و بدبخت کوئی نہ ہوگا۔ اس لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بڑا ہی بدنصیب و بد قسمت ہے وہ شخص جو اس مہینہ کو پائے اور ان کی رحمت سے محروم رہ جائے۔ رمضان کا مہینہ آتے ہی خدا کے قرب کے حصول میں منہمک ہو جانا چاہیے۔

تمام آسمانی صحیفے اور کتابیں اسی ماہ مقدس میں اتاری گئیں لیکن اس مہینے کو چار چاند لگانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع کے لئے رہبر اور ہدایت کا ذریعہ بنا کر قرآن کریم جیسی مقدس کتاب نازل کی جیسا کہ قرآن کریم کی زبان سے معلوم ہوتا ہے "**شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن**"۔

یہ رمضان کا مہینہ چار صفتوں سے متصف ہے۔ (۱) صفت رمضان (۲) صفت مواسات (۳) صفت صبر (۴) صفت وسعت رزق۔ یہ تمام گناہوں کو جلا دیتا ہے اور نیکیوں سے بھر دیتا ہے۔ جس طرح سونا جلنے سے کندن بن کر نکھر جاتا ہے اور میل کچیل سے صاف شفاف ہو جاتا ہے اسی طرح رمضان المبارک مسلمانوں کے تمام گناہوں کو دھو ڈالتا ہے۔ مواسات یعنی ہمدردی وغمگساری کا بھی درس دیتا ہے۔ اخوت ومساوات، بھائی چارگی ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہونا اور ایک دوسرے کی صعوبت وتکالیف میں ساتھ دینا بھی سکھاتا ہے۔ بھوکا رہ کر دوسروں کی تشنگی، بھوک وپیاس کی تڑپ کا احساس کراتا ہے پھر تنگدستی ومفلسی پر غور وخوض کرنے پر مجبور ہوتا ہے پھر وہ اپنا دستِ تعاون غریبوں اور مسکینوں، فقیروں اور بیواؤں پر دراز کرتا ہے۔ یہ رمضان ہی کی برکت ہے کہ عید کے دن امیر وغریب عمدہ اور نفیس لباس زیب تن کئے ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ غم خواری نہ کرنے کی وجہ سے انسان شقی وبدبخت کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے اور ان کا سماج میں نہ مقام ہوتا ہے نہ وقار، نہ دبدبہ۔ دردمندی، شفقت اور بوجھ ہلکا کرنے سے دنیا کی عظمتوں کے علاوہ آخرت کی نعمتوں سے بھی مالا مال ہوتا ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص کسی نوکر کا بوجھ ہلکا کرے یا غلام آزاد کرے تو وہ دوزخ کے دہکتے ہوئے انگارے سے نجات پائے گا۔ آنحضرت کا یہی طرز عمل تھا۔ رمضان آتے ہی آنحضور اکرم

Marfat.com

قیدیوں کو آزاد فرما دیتے تھے اور ہر سائل کی فرمائش پوری کرتے تھے۔ یوں تو حضور ﷺ ہمیشہ بے کسوں کی دستگیری کرتے تھے لیکن رمضان کے آتے ہی تعاون، صدقہ اور راہ خدا میں خیرات کرنے کا سلسلہ دراز ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ دوسروں کو خرچ کرنے کا حکم دیتے تھے۔

اس مہینے میں ہر نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو تک دیا جاتا ہے۔ اس مہینے میں رزق کی زیادتی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس مہینے میں رزق تقسیم فرماتا ہے جو چاہے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو کر خوشنودی اور رضامندی حاصل کر کے اپنے دامن کو رزق سے بھر لے۔ اخیر عشرہ دوزخ سے خلاصی کا ہے یعنی رب کی طرف سے اعلان عام ہے کہ جو شخص چاہے جہنم سے خلاصی کا پروانہ حاصل کرے اور یہ عشرہ پورے رمضان المبارک کا ماحصل ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو مسرتیں حاصل ہوتی ہیں، پہلی مسرت افطار کے وقت اور دوسری مسرت اپنے رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی ﴿بخاری شریف﴾ ایک دیگر حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی امید کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اور رمضان کی راتوں میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ ﴿بخاری شریف﴾

شب قدر

اخیر عشرہ رمضان المبارک کی روح اور جان ہے۔ توبہ اور رحمت و مغفرت کی رات ہے۔ دوسری امتوں کو اس نعمت سے سرفراز نہیں کیا گیا۔ پچھلی امتوں کی عمریں ہزار ہزار سال ہوا کرتی تھیں ان کو عبادت کے بہت سے مواقع میسر تھے۔ یہ لوگ اطاعت و بندگی کے ذریعہ خداوند کریم کی خوشنودی حاصل کرتے تھے لیکن نبی اکرمؐ کی بعثت ہوئی تو بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور ایثار و قربانی کا اظہار کرتے رہے رب کی خوشنودی کے لئے ہمہ تن گوش منہمک رہے لیکن پچھلی اُمتوں کے بارے میں ان کے احوال و کوائف، ان کی عمریں معلوم ہوئیں تو نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ہم خیر الامم ہیں لیکن پچھلی امت تو ہم سے عمر میں طویل ہوتے تھے۔ ان کی لمبی عمر کی وجہ سے ثواب و مرتبہ، اطاعت و بندگی میں ہم سے سبقت لے جائیں گے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تلافی کے لئے سورۃ ''لیلتہ القدر'' نازل فرمایا اور کہا کہ تمہاری خوشی کی خاطر اور مایوسی و نامرادی کو ختم کرنے کے لئے ایسی رات نازل کر رہے ہیں جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے " **إِنـا انـزلـنـاهُ فـی لیـلـة الـقـدر وما ادراك ما لیلة القدر لیلة القدر خیرٌ من الف شهر" الاخ۔**

یہ خیر و برکت سے لبریز رات رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کی راتوں میں سے ایک رات ہے اس کی فضیلت کی کوئی انتہاء نہیں۔ یہ انعام و اکرام خداوند قدوس نے صرف امّت محمد یہ کو ہی عنایت کیا ہے۔ یہ امتیازی شان ہے جو دوسری امتوں کو نہیں دی گئی۔ قرآن شریف واحادیث میں اس کی بے شمار فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ عبادت کی نیت سے قیام کرے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے یعنی خلوص وللہیت کے ساتھ ظاہری وریاکاری سے پاک وصاف ہو کر عجز و انکساری، خشوع وخضوع کے ساتھ نماز، روزہ، تلاوت، ذکر اللہ اور نوافل میں مشغول ہوں گے ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے دنیا میں اس سے زیادہ بدنصیب اور بدبخت کوئی نہیں جو اس رات کو پائے اور اپنے گناہوں کی معافی نہ کرائے۔

ایک دیگر حدیث پاک سے مزید وضاحت ہوتی ہے کہ وہ شخص کتنا خوش قسمت اور خوش نصیب ہے جسے یہ رات نصیب ہو جائے جو شخص اس رات سے محروم ہو گیا وہ خیر و برکت سے محروم ہو گیا اور وہی شخص اس سے محروم ہو سکتا ہے جو واقعی محروم ہو۔

●●●

Marfat.com

زکوۃ کے اجتماعی نظام کی اہمیت

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس میں اور دنیوی تمام مسائل کا حل موجود ہے، دین محمدی نے تمام شعبہائے حیات میں ہماری رہنمائی کی ہے۔کہیں پر بھی مسلمانوں کو یکا وتنہا نہیں چھوڑا ہے۔ اسلام نے جہاں عبادت بدنی پر زور دیا، وہیں اس نے عبادت مالی پر بھی خاص توجہ دی ہے۔اسلام کا نظام زکوۃ مالی عبادات میں سے ایک ہے۔ یہ ایسا نظام ہے جس سے غربت دور کی جاسکتی ہے، غریب اپنے پاؤں پر کھڑا ہوسکتا ہے، اس کے نفاذ سے معاشرتی خرابیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ زکوۃ کا ایک اجتماعی نظم بنائیں

Marfat.com

تا کہ پوری آبادی اور پورے ملک کی زکوۃ ایک جگہ جمع ہو۔ دہلی میں زکوۃ کے لئے کل ہند سطح کی کمیٹی بنائی جائے اور مختلف علاقائی سطح پر اس کی ذیلی کمیٹیاں ہوں۔ علاقے کے بینکوں میں تمام مسلم اکاؤنٹ ہولڈرز کو زکوۃ کی ادائیگی کے لئے متوجہ کیا جائے۔ یہ کام جدید ترین ذرائع سے بھی ممکن ہے اور دیگر ذرائع سے بھی۔

علاقے کے اصحاب ثروت و اصحاب نصاب تک پہنچنے کے لئے محصلین کا نظم کیا جائے اور اس کے لئے ایک نئی تکنک اختیار کی جائے، جہاں تک زکوۃ کے جمع اور خرچ کا تعلق ہے اس سلسلے میں واضح بین اصول موجود ہے کہ زکوۃ مالداروں سے لی جائے اور غریبوں اور محتاجوں کو دی جائے۔ نظام زکوۃ پر عمل کرنے کی وجہ سے ہی عہد رسالت میں لوگ خوشحال ہو گئے تھے۔ ابن سید الناس نے اس بات پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر قبیلے میں اپنا ایک عامل مقرر فرماتے تھے جو محتاجوں کی ایک فہرست بناتا اور زکوۃ کے فنڈ سے اتنا دے دیتا کہ لوگ اس سے بتدریج آسودہ اور خوش حال ہونے لگے۔ حضور ﷺ کے جمع و تقسیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہد رسالت میں ہی عرب قبائل میں آسودگی آنے لگی تھی۔ اس سلسلے میں تاریخ کے ابواب میں روشن مثال موجود ہے۔

فتح یمن کے بعد تقریباً ۹ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ ابن جبل کو وہاں کا گورنر بنایا، انہیں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہم نے بھی وہاں برقرار رکھا۔ حضرت معاذ ابن جبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق نظام زکوۃ کو یمن میں نافذ کیا اور نظام زکوۃ کے نفاذ کے بعد جو نتائج سامنے آئے ہم مختصراً انہیں بیان کرتے ہیں تا کہ آپ اندازہ کر سکیں کہ مسائل کو حکمت عملی سے حل کرنا کتنا آسان اور نتیجہ خیز ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے حضرت معاذ ابن جبل کو ۹ ہجری میں یمن کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ اس طرح ان کو حضرت عمرؓ کے عہد تک تقریباً چار سال کا عرصہ ملا اب ہم جاننے کی کوشش کریں گے کہ ان چار سالوں میں نظام زکوۃ کے نفاذ کے کیا نتائج برآمد ہوئے۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت معاذ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا پہلا سال ختم ہونے پر اپنے عملہ کے ذریعہ جمع شدہ زکوۃ کا ایک تہائی حصہ مرکزی حکومت یعنی مدینہ منورہ کو بھیج دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ جو حقوق العباد کے سلسلے میں انتہائی محتاط انسان تھے، حضرت معاذ سے یوں

Marfat.com

گویا ہوئے میں نے تمہیں مال جمع کرنے اور روپیہ وصول کرنے نہیں بھیجا ہے بلکہ اس لئے مامور کیا ہے کہ تم وہاں کے صاحب نصاب لوگوں سے زکوۃ وصول کر کے وہاں کے محتاجوں کی فقر و احتیاج ختم کرنے پر صرف کرو، اس پر حضرت معاذ نے وضاحت کی کہ میں نے جو کچھ آپ کے پاس بھیجا ہے یہ وہ ہے جو یہاں مقامی فقراء کی ضروریات پوری کرنے کے بعد بچ رہا تھا اور اسے وصول کرنے والا یہاں کوئی نہیں تھا۔ دوسرے سال کے اختتام پر حضرت معاذ نے یمن کی کل زکوۃ کا نصف حصہ بھیج دیا جس پر حضرت عمر نے پھر سے وضاحت طلب کی اور حضرت معاذ نے وہی جواب دیا، تیسرے سال حضرت معاذ نے پوری کی پوری جمع ہونے والی زکوۃ حضرت عمرؓ کے پاس مرکز کو بھجوادی اور ساتھ ہی کہا کہ اب یہاں ایک بھی ایسا شخص نہیں ملا جو اس زکوۃ کے مال کو لینے کا محتاج و مستحق ہو۔ اب اندازہ کیجئے کہ تقریباً سات سال کے قلیل عرصے میں نظام زکوۃ پر مقامی طور پر عمل کرنے سے کیا نتائج برآمد ہوئے اور اس نظام کی خوبیوں اور اچھائیوں میں اور بھی اضافہ ہوا۔ یہ اس دور کی بات ہے کہ جب باضابطہ صنعت و حرفت کا کوئی تصور نہیں تھا، زراعت اور تجارت کی وہ سہولتیں میسر نہیں تھیں جو آج ہیں، یہ صرف حضرت معاذ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں تھی بلکہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے تمام صوبے کا یہی حال تھا اور حضرت عمرؓ ہر عامل سے اسی احتیاط اور سختی کے ساتھ دریافت فرماتے کہ کہیں ظلم و زیادتی اور میری خوشنودی کی خاطر زکوۃ کی زائد رقم تو نہیں بچالی۔ شام، عراق، فلسطین، بحرین اور مصر وغیرہ کے صوبے سے زکوۃ کی اتنی مقدار آتی تھی کہ حضرت عمرؓ پریشان ہوجایا کرتے تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ یہ نظام ہمہ گیر تھا اور اس کی برکات کے نتیجے کے طور پر ہر علاقے کے لوگ قلیل ترین مدت میں خوشحال اور آسودہ ہو گئے۔

زکوۃ کو مالی عبادات میں اہم اور خصوصی مقام حاصل ہے۔ خداوند قدوس نے جہاں مسلمانوں کو نماز کی تاکید فرمائی ہے وہیں زکوۃ کا اہتمام کرنے کی بھی سخت ہدایت دی ہے، قرآن پاک میں اللہ تبارک تعالی نے کم وبیش ۳۰ جگہوں پر زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ اس میں سے ۲۷ مقامات پر نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر ہے اور صرف تین مقام پر زکوۃ کا انفرادی طور پر ذکر ہے۔ جن ۳۰ مقامات پر زکوۃ کا ذکر ہے ان میں ۸ سورتیں مکی ہیں جب کہ ۲۲ سورتیں مدنی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد حضور اکرم ﷺ اعمال و احکام کے نفاذ پر کس قدر سختی سے عمل پیرا رہے۔

Marfat.com

جب سے دنیا وجود میں آئی ہے یہ دو طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔اس میں ایک خوشحال اور فارغ البال طبقہ ہے اور دوسرا مفلوک الحال طبقہ جو ہمیشہ غربت کی چکی میں پستا رہا ہے جس کی غریبی دور کرنے کے لئے آج تک کسی حکومت نے حقیقی اور عملی کوشش نہیں کی۔ کچھ لوگوں نے گاہے بگاہے اس کے خلاف آواز ضرور بلند کی لیکن اس کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔اس وقت دنیا میں تقریباً چھ ارب کی آبادی میں ایک ارب ۲۰ کروڑ انسان کو اپنی پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے سخت جدوجہد کا سامنا ہے جبکہ بیشتر ممالک غذائی پیداوار میں خود کفیل ہیں۔ترقی یافتہ ممالک پوری دنیا کے دو تہائی وسائل پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔دنیا کے ۳ (تین) مالدار ترین لوگوں کے اثاثے دنیا کے ۴۷ غریب ترین ممالک کی گھریلو پیداوار کے مساوی ہیں۔اسی طرح اگر دنیا کے ۵۲ امیر ترین افراد اپنی دولت کا ڈھائی فیصد بطور زکوۃ ادا کردیں تو اس سے ساری دنیا کی غریبی دور کی جاسکتی ہے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ جو غریب ہے وہ اور بھی غریب ہوتا چلا جارہا ہے اور دولت گھوم پھر کر سرمایہ کاروں کے پاس اکٹھا ہورہی ہے۔ان حالات میں اسلام کا نظام تقسیم دولت اور نظام زکوۃ پوری دنیا کے لئے رحمت کا سامان ہے اور طبقاتی فرق کو مٹانے میں اہم رول ادا کرسکتا ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ وہاں توجہ دی جائے جہاں یہ مسئلہ سب سے زیادہ پیچیدہ ہے اور اس کا جڑ سے علاج کرنے کی ضرورت ہے۔دولت کے جمع و تقسیم نظام کو ایمانداری سے نافذ کیا گیا تو اس سے نہ صرف غربت دور ہوگی بلکہ جرائم کا خاتمہ بھی ممکن ہوسکے گا۔

زکوۃ کو منظم انداز میں خرچ کرنے کے لئے اس کا انویسٹمنٹ ضروری ہے۔اس میں ایک بحث تملیک کی بھی آتی ہے اگر محتاجوں سے اس کی مرضی لے لی جائے اور اس کے نام پرانویسٹ کر کے ان کو ان کا منافع دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔اس طرح علاقائی طور پر غربت کے شکار افراد کو روزگار مل جائے گا۔اس میں یہ شق بھی اگر شامل رہے کہ انہیں جب بھی ضرورت ہو اصل مال لے سکتا ہے مگر ایک خاص مدت کے بعد زکوۃ کی سرمایہ کاری سے محتاجوں اور بے گھروں کو جھونپڑے، رکشوں اور ٹھیلوں کی فراہمی کی جانی چاہئے اور بے کار اور بے روزگار نوجوانوں کو چھوٹے موٹے کاروبار کرنے کے لئے امداد بھی کی جانی چاہئے تاکہ معاشی سدھار ہوسکے۔

اسلام کا نظام زکوۃ اور نظام وقف دو ایسے مضبوط اقتصادی کلید ہیں جس سے اکثر اقتصادی

Marfat.com

مسائل حل ہو جاتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ہم اپنے زکوۃ کے پیسوں اور وقف جائدادوں کو خود اپنے ہاتھوں سے ضائع کر رہے ہیں۔ بہت سے ایسے رجحانات بھی ہیں جس سے ہماری ترقی رکی ہوئی ہے مثلاً دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو مستحق زکوۃ سمجھتے ہیں لیکن عصری تعلیم اور جدید تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو مستحق زکوۃ نہیں سمجھتے۔ یہ رجحان تعمیری نہیں ہے۔ ہمارے زکوۃ کا ایک بڑا حصہ مدارس دینیہ کو چلا جاتا ہے لیکن اسکولوں و کالجوں اور یونیورسٹیوں کے غریب و نادار اور مفلوک الحال طلباء کو ہم مستحق نہیں سمجھتے اور ان کو محروم رکھتے ہیں حالانکہ قرآن نے کہا ہے کہ وفی اموالکم حق للسائل والمحروم۔

اگر علاقائی طور اجتماعی زکوۃ کا نظام کیا جاتا ہے تو اس کے کئی فوائد ہوں گے۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا۔ علاقائی طور پر معاشرہ میں اتحاد ہوگا، لوگوں کے دکھ سکھ اور تکلیف کے تئیں معاشرہ حساس ہوگا۔ سبھی لوگ جانتے ہیں کہ فی الحال سفراء کے ذریعہ زکوۃ اکٹھا کیا جاتا ہے اور ہمارے مدارس کے سفراء انفرادی طور پر فرداً فرداً لوگوں سے زکوۃ وصولتے ہیں جس میں زکوۃ کا کافی بڑا حصہ صرف ہوتا ہے بعض مرتبہ ۶۰ سے ۸۰ فیصد درمیان میں ہی رہ جاتا ہے اور مدارس کو صرف ۴۰ فیصد یا کم پہنچ پاتا ہے۔ اس بدعنوانی کے امکانات بھی بے شمار ہیں۔ بڑے مدارس کو چھوڑ کر چھوٹے مدارس کے سفراء اور چندہ کرنے والے اساتذہ (سب نہیں) اس معاملے میں زیادہ دیانت دار نہیں ہوتے، کچھ سفراء تو کمیشن کے بطور چندہ کرتے ہیں مثلاً یہ طے ہوتا ہے کہ کل رقم کا ۶۰ فیصد سفراء لیں گے اور ۴۰ فیصد مدرسہ لے گا بعض مرتبہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو اس میں سفراء حضرات ہیر پھیر سے گریز نہیں کرتے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ایسا نظام بنانا ہوگا جس سے کہ زکوۃ کی پوری رقم مدارس، مکاتب، فلاحی ادارے، غرباء مساکین اور حاجت مند حضرات تک پہنچ سکے۔ اس سلسلے میں ایسا میکانزم تیار کرنا ہوگا جس میں صاحب فراست علماء سمیت تمام شعبہائے حیات کے ماہر افراد شریک ہوں۔ اگر علاقائی یا ضلعی سطح پر یا صوبائی سطح پر ایسا نظام تیار کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس کے بہت دوررس نتائج برآمد ہوں گے۔ لوگوں کے معاشی مسائل حل کرنے میں بہت مدد ملے گی جس کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اگر ایسا ممکن ہوا تو سفراء پر جو اتنی بڑی زکوۃ کی رقم خرچ ہوتی ہے وہ بچ جائے گی اور آج کل مواصلاتی نظام اتنا ترقی یافتہ ہے کہ رقم بھیجنے میں کوئی

Marfat.com

دشواری پیش نہیں آئے گی۔ زکوۃ فنڈ سے اہل مدارس کو خطیر رقم بھیجی جا سکے گی اور ان فرضی سفراء اور مدارس پر قدغن لگانا ممکن ہوگا جس کا کام ہی صرف چندہ کرنا ہے۔

ہندوستان میں وقف علی اللہ کرنے کا رواج کم ہوتا جارہا ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ وقف کرنے کا رجحان تقریباً نہیں کے برابر ہے تو بے جا نہ ہوگا اگر چہ ہندوستان میں سرمایہ غیر مسلم بنیوں اور سرمایہ داروں کے پاس ہے تو مسلمانوں میں کچھ ایسے تاجر اور صنعت کار ہیں جو اربوں روپے کے مالک ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ صرف ایک ارب روپے کا مالک ہے تو اس کے حساب سے زکوۃ کی رقم ڈھائی کروڑ روپے ہوتی ہے اگر کروڑ پتی ہے تو ڈھائی فیصد کے حساب سے ڈھائی لاکھ روپے ہوتے ہیں جو کسی بھی علاقے میں زکوۃ کا اجتماعی نظام قائم کرنے اور تملیک کے بعد کوئی چھوٹا موٹا کارخانہ کھولنے کے لئے کافی ہوگا۔

وقف کے لئے ضروری نہیں کہ صرف زمین اور مکان ہی وقف کیا جائے بلکہ ہر وہ چیز جو دوسروں کے لئے فائدہ مند اور معاش کا ذریعہ بن سکتی ہو وقف کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے بھی علاقائی طور پر ایک میکانزم تیار کرنا ہوگا ایک کمیٹی تشکیل دینی ہوگی جو گاؤں کے پنچوں کے ماتحت بھی ہوسکتی ہے یا علاقائی کمیٹی کے تحت۔ صاحب ثروت حضرات وقف کریں مثلاً اگر کسی کے پاس بھینس ہے تو وہ بھینس وقف کر سکتا ہے، اگر گائے ہے تو وہ گائے وقف کر سکتا ہے، بکری ہے تو بکری وقف کر سکتا ہے غرضیکہ وہ تمام چیزیں جو منفعت والی ہوں وقف کی جا سکتی ہیں۔ وقف کے گئے جانور غرباء کو اکتراء پر دیا جا سکتا ہے جو مویشی پال کر اس کے دودھ سے بیل ہے تو ہل جوت کر اور زمین ہے تو اس پر بٹائی پر کاشت کاری کر کے اپنا پیٹ پال سکتے ہیں۔ اس سے نہ صرف خوش حالی آئے گی بلکہ علاقائی وقف نظام میں بھی پیسہ آئے گا جس سے اس کی مالیت سال بہ سال بڑھتی چلی جائے گی اور غریبوں کی غربت سال بہ سال گھٹتی چلی جائے گی۔ یہ کام تھوڑا مشکل تو ہے لیکن ناممکن نہیں۔

ہندوستان میں ایک اندازے کے مطابق زائد از دس ہزار کروڑ روپے زکوۃ کے مد میں نکالے جاتے ہیں اگر تمام صاحب نصاب حضرات زکوۃ ادا کریں تو یہ رقم دوگنی ہوسکتی ہے ہمیں ایسا نظام بنانے کی ضرورت ہے جس میں ہر محلے کے غریب خاندانوں کو زکوۃ کا فیض پہنچ سکے۔ ہمارے محلوں میں ایسی بے سہارا خواتین موجود ہوتی ہیں جو اپنے علاج، اپنے بچوں کی تعلیم اور اپنی بنیادی

Marfat.com

ضرورتوں کی تکمیل کے لئے سخت پریشانی میں مبتلا ہوتی ہیں لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کا انتظار نہ کیا جائے کہ وہ سوال کریں۔ زکوۃ کے نظام کے نفاذ اور حصولیابی کے بعد اس بات کا اعلان ضروری ہو کہ زکوۃ سے کتنی آمدنی ہوئی یعنی اس کا گوشوارہ پیش کرنا تاکہ شفافیت برقرار رہے اور لوگوں کا زکوۃ پر اعتماد قائم رہے تاکہ لوگ یہ جان سکیں کہ اس کے زکوۃ کے فنڈ سے کن کن لوگوں کو مدد دی گئی، کتنے دینی مدارس، فلاحی ادارے فیضیاب اور کتنے بے روزگار اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے۔

●●●

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علی حبیبہ محمد ﷺ وآلہ و اصحابہ وسلم

قانع آدمی دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے
جس نے تنہائی اختیار کر لی اسے سلامتی
اور جس نے خواہش نفس کو ٹھکرا دیا
اسے آزادی نصیب ہوئی
جس نے زبان پر قابو پا لیا اس کا دل بولنے لگا
اور اس کی زبان میں اثر آ گیا۔

A content person is indifferent of this world's luxuries, who remains alone instead of sinful company, is successful who rejects his false desires, is real liberal who holds his tongue, is spiritual person.

حضرت حسن بصریؒ

Marfat.com

رویت بصری پر اصرار کیوں؟

رویت ہلال کا مسئلہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں امت مسلمہ میں انتشار اور خلفشار کا سبب بنا ہوا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اور بالخصوص ہندوستان میں مرکزی سطح پر رویت ہلال کمیٹی کا فقدان ہے جب کہ مقامی طور پر قائم شدہ رویت ہلال کمیٹیاں ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ ہر کمیٹی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کے ساتھ میڈیا کے روبرو ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے خلاف فیصلے صادر کرتی ہے۔ ایک بار تو ایسا ہوا کہ ایک مسلک کی رویت ہلال کمیٹی نے دیر رات رویت کا فیصلہ کرلیا اور اپنے مسلک کے لوگوں کو ٹیلی فون کے ذریعہ صبح نماز

Marfat.com

عیدادا کرنے کی تاکید کی جس سے خود اس مسلک کے افراد انتشار کا شکار ہو گئے۔ کسی نے نماز ادا کی تو کسی نے اگلے روز نماز ادا کی۔ اس وقت صورت حال اور بھی مضحکہ خیز ہوگئی جب بیوی نے اسی روز عید کی نماز ادا کی جب کہ شوہر نے دوسرے روز نماز ادا کی۔ گویا شہر یا محلّہ ہی نہیں بلکہ ایک گھر میں دو روز نماز عید ادا کی گئی۔ ایسی صورت حال میں عوام کے لئے بڑی پریشانی یہ ہوتی ہے کہ کس کمیٹی کو معتبر تسلیم کریں اور کسے مسترد کرے۔ رویت ہلال کا جو بھی مسئلہ ہے وہ صرف کمیٹیوں کی وجہ سے عوامی پریشانی کا باعث ہے ورنہ آج تو سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ رویت ہلال کے بارے میں کوئی قطعی یا حتمی فیصلہ یا حتمی تاریخ کا تعین کرنا چنداں دشوار نہیں ہے۔

آج سائنس اور ماہرین فلکیات کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون سیارہ کب اور کہاں اور کس وقت گزرے گا۔ دوبارہ کتنے سال بعد دکھے گا۔ اس سے قبل کب دکھا تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ چاند کے بارے میں نہ معلوم کیا جاسکے کہ کب اور کس حصے میں کس وقت طلوع ہوگا۔ کہاں کس دن عید منائی جائے گی یا روزے رکھے جائیں گے۔ مولانا کبیر الدین فوزان کی کتاب کا ایک اقتباس نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”ہیئت داں اور ماہرین فلکیات ایک سیکنڈ کو کھربوں حصوں میں تقسیم کرکے ایک ایک حصہ کا حساب اور شمار کر سکتے ہیں اور کائنات کی غیر محدود وسعت اور بیکراں پنہائی میں پھیلے ہوئے متحرک سیاروں کی درمیانی مسافت کو میٹر اور سنٹی میٹر میں بتا سکتے ہیں۔ ان کیلئے ٹھیک ٹھیک طور پر حساب کرکے قبل از وقت یہ بتا دینا کون سی مشکل بات ہے کہ چاند اور سورج گرہن کس حصہ میں کب طلوع اور غروب ہوگا“۔

اسلام جس وقت آیا تھا اس وقت اتنے وسائل نہیں تھے اور نہ ترسیل کا ذریعہ تھا۔ آج دنیا ایک گاؤں میں بدل چکی ہے، جہاں کہیں بھی کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے اس کی خبر پوری دنیا کو آناً فاناً ہوجاتی ہے ارض وسما اور خلاء کی حرکات وسکنات اور ایک ایک پل کی خبر کے لئے خلاء میں سیارے گردش کررہے ہیں۔ اجرام فلکی اور فلکی حساب وکتاب آج اتنا ترقی یافتہ ہے کہ تمام ناگہانی آفتوں کا اندازہ قبل از وقت لگایا جاسکتا ہے، یہاں تک کے سمندری طوفان، سنامی اور دیگر چیزوں کا اندازہ پیشگی لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود رویت ہلال کا مسئلہ ابھی تک نہایت پیچیدہ شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔ روزہ کے آغاز یوم عید کے تعین میں امت اتحاد کی بجائے انتشار کی شکار ہوجاتی

Marfat.com

ہے۔ مسلکی اختلافات ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ جب کہ روزہ اور عیدین کا مقصد مسلمانوں میں یگانگت اور اتحاد ہے۔ یہ باور کرانا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان چاہے وہ کسی خطے کے ہوں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان کی خوشی اور غم اور ان کے تہوار کے دن متعین اور مقرر ہیں۔ ان کی عید اور بقرعید بلالحاظ مسلک وفرقہ سب ایک ساتھ ہے۔

رویت کے بارے میں اسلام کا نظریہ واضح ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "انا امة امیه لا تکتب و لاتحسب البشر هکذا هکذا" یعنی کہ ہم ایک ناخواندہ قوم ہیں نہ ہم لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا جانتے ہیں کہ مہینہ ایسا اور ایسا ہے یعنی ۲۹ دن کا ہے یا ۳۰ دن کا۔ اسی طرح دوسری حدیث ہے روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور افطار کرو (عیدالفطر کیلئے) چاند دیکھ کر اگر تم پر چاند روپوش ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

ان دونوں حدیثوں سے دو باتیں سامنے آرہی ہیں ایک یہ کہ روزہ اور عیدین کا اہتمام چاند دیکھ کر کرنا چاہئے دوسرے یہ کہ چوں کہ اس وقت اس کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ موجود نہیں تھا اس لئے چاند دیکھنے کو کہا گیا ورنہ یہ کبھی نہیں کہتے کہ ہم امی امت ہیں ہم حساب وکتاب لکھنا نہیں جانتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس وقت فلکی حساب اور یا دوسرے ذرائع ہوتے تو ان ذرایع کو اختیار کیا جاتا۔

نارتھ امریکہ فقہ کونسل نے اس سلسلہ میں مستحسن قدم اٹھایا کہ سائنٹفک اور فلکی حساب سے چاند دیکھے بغیر رمضان کے روزے، عیدالفطر اور یہاں تک کہ عیدالاضحیٰ کی تاریخ بھی متعین کردی، رویت ہلال کو ضروری نہیں سمجھا گیا جب کہ ابھی تک روزہ رکھنے اور عیدالفطر کی نماز ادا کرنے کا واحد معیار چاند کا دیکھنا ہی تھا۔ اس جدید نظام کے حساب سے امریکہ میں رمضان کی پہلی تاریخ گزشتہ سال ۲۳ ستمبر تھی اور اسی دن رمضان کا پہلا روزہ رکھا گیا اور عیدالفطر کی تاریخ ۲۳ اکتوبر کو مقرر کی گئی۔ اسی فلکی حساب کا سہارا لیتے ہوئے عیدالاضحیٰ کی تاریخ ۳۱ دسمبر کو مقرر کی گئی تھی۔

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ شریعت میں پیشگی رمضان اور عیدین کی تاریخ متعین کرنا درست ہے یا نہیں اس سے معاشرہ پر کیا اثر پڑے گا۔ مسلمانوں میں اس فیصلہ سے انتشار پیدا ہوگا یا اتحاد ان سب باتوں پر غور کرنا ضروری ہے کیوں کہ اسلام میں اتحاد واتفاق کی خاص اہمیت ہے اور عیدین کا مقصد بھی یہی ہے۔ اسی لئے عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔

Marfat.com

مولانا کبیرالدین فوزان نے بہت پہلے "قمری کیلنڈر اور عبادات" کے عنوان سے اپنی کتاب میں مستند مصادر اور مراجع کے ذریعہ فلکی حساب کو رمضان، عیدین اور ایام تشریق کے تعین میں معتبر تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے شرعی اور منطقی دونوں اعتبار سے قمری مہینے کے تعین کو رویت ہلال سے مشروط نہیں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "چودہ سو سال پہلے چوں کہ قمری مہینے کی ابتداء وانتہاء معلوم کرنے کے لئے صرف ایک حسی ذریعہ رویت ہلال کے سوا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور اہل عرب فلکی حساب و کتاب سے ناواقف اور لاعلم تھے اس لئے حضور ﷺ صوموا الرویۃ کا حکم دیا مگر اب ایک دوسرا ذریعہ فلکی حساب ہمارے دسترس میں ہے اور لاعلمیت اور ناواقفیت کی علت بھی ختم ہو چکی ہے اس لئے جدید ذریعہ سے کام لے کر برسوں پہلے مہینے کی تعیین کی جا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضور ﷺ کا ہی ارشاد ہے "تم اپنے دینی امور میری طرف رجوع کرو اور اپنے دنیاوی امور کو تم خود زیادہ جاننے والے ہو"۔

امریکہ میں علم فلکیات کے ذریعہ گزشتہ سال رمضان اور عید کا اعلان فقہ اکیڈمی کونسل آف نارتھ امریکہ نے کیا اور فقہ کونسل کے اس فیصلے کو امریکہ کی بیشتر اسلامی تنظیموں اور علماء نے قبول کرتے ہوئے 23 ستمبر کو یکم رمضان تسلیم کر لیا تھا۔ ہندوستان میں چاند دیکھے بغیر رمضان اور عید کی تاریخ کا تعین کرنے کی تجویز ممتاز شیعہ عالم اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر مولانا کلب صادق نے پیش کی تھی جس پر سخت ردعمل کا اظہار کیا گیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ امریکہ میں فقہ کونسل کے فیصلہ کو کثرت رائے سے تمام امریکی سنی مسلمانوں نے قبول کر لیا ہے لیکن امریکی شیعوں نے فقہ کونسل کے فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ فقہ کونسل کی طرف سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ علم فلکیات کے حساب سے تیار کئے گئے یونیفائڈ گلوبل اسلامک کلنڈر (Unified Global Islamic Calender) کو اپنانے کے لئے 10 جون 2006 کو ورجینیا میں ایک اجلاس ہوا تھا۔ جس میں امریکہ کی تمام اسلامی تنظیموں کے نمائندوں، علماء کرام، ائمہ مساجد، مسلم ماہرین فلکیات اور دانشوروں نے کلنڈر کو اپنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اجلاس کے بعد بھی فقہ کونسل امریکہ کے علماء، دانشوروں سے ٹیلی کانفرنسنگ کے ذریعہ رابطہ میں رہی اور اس موضوع پر مسلسل مسلم لیڈرشپ کی تائید حاصل کرتی رہی۔ اس تائید کے بعد فقہ کونسل نے 6 اگست 2006 کو UGIC کے حساب سے رمضان اور عید کی تاریخ کا اعلان کیا تھا۔ فقہ

Marfat.com

کونسل نے اپنے بیان میں کہا کہ امریکہ کی مسلم اکثریت نے اس کلنڈر کو منظوری دے دی ہے۔
فقہ کونسل کی متفقہ رائے یہ ہے کہ

☆ چاند دیکھنا فی نفسہ کوئی عبادت نہیں ہے، بلکہ یقینی طور پر یہ جاننے کا ایک ذریعہ ہے کہ عبادت کا نیا مہینہ شروع ہو رہا ہے۔

☆ رسول اللہ نے چاند دیکھنے کو بطور ایک ذریعہ کے یہ کہکر جاری کیا تھا کہ ہم امی قوم ہیں حساب کتاب نہیں جانتے۔

☆ بہت سے اسلاف فقہاء بھی حساب (فلکی) کو قبول کرنے کا موقف رکھتے تھے۔

☆ بہت سے فقہاء نے حساب (فلکی) لگانے کو اس لئے منع کیا تھا کہ ان کے دور میں علم نجوم اور فلکیات ملے ہوئے تھے اور فقہاء کو احساس تھا کہ علم نجوم کے ذریعہ یقینی بات معلوم کرنا مشکل ہے۔

☆ گزشتہ صدی میں بہت سے فقہاء کی رائے تھی کہ رویت کے بارے میں شہادت کے اندر پیدا ہونے والے اختلافات کو ختم کرنے کے لئے حساب فلکی کو معتبر مانا جاسکتا ہے، کچھ کی رائے یہ بھی تھی کہ حساب فلکی کو اسلامی کیلنڈر کے مہینہ کے متعین ہونے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

☆ آج کل بہت سے ماہرین فلکیات کئی سالوں سے کوشش کر رہے ہیں کہ ایک عالمی قمری کیلنڈر وضع کریں۔

☆ فقہ کونسل نے بھی جزوی طور پر اس کے مشیر عماد الدین احمد، ڈاکٹر خالد شوکت، ڈاکٹر محبت درانی اور ڈاکٹر احمد سلامہ کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

☆ ڈاکٹر صلاح سلطان اور ڈاکٹر ذوالفقار علی شاہ نے خاص طور پر تحقیقی مقالہ لکھ کر بتایا ہے کہ فلکی حساب کا استعمال کرنا سنت کے خلاف نہیں ہے۔

شمالی امریکہ فقہ کونسل نے اپنے فیصلے میں درج ذیل ملحوظات رکھے:

☆ اسلامی تاریخ کو متعین کرنے میں حساب کا استعمال کرنا غلط نہیں ہے۔

☆ اس وقت قابل اعتماد فلکیاتی ذرائع موجود ہیں جن کے ذریعہ رمضان اور عیدین کی تاریخوں کا حتمی تعین کیا جاسکتا ہے۔

☆ شریعت کی بنیاد آسانی پر ہے اور اس میں لوگوں کی سہولت کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔

Marfat.com

☆ قبل از وقت عیدین اور رمضان کی تاریخ کے تعین سے ان بہت سی مشکلات اور پریشانیوں سے بچا ہوگا جو ان مواقع پر بالعموم ہوتی ہیں۔

☆ تاریخ کی پیشگی اطلاع سے عام مسلمانوں کو بہت سی سہولتیں ہو جائیں گی مثلاً چھٹی لینا، اسکول کی چھٹی اور دیگر بہت سے انتظامات۔

☆ ان تاریخوں کے پیشگی اعلان سے ان غیر ضروری اخراجات سے بھی بچا جا سکے گا جو مسلمانوں کو ہر موقعہ پر کرنے پڑتے ہیں۔

☆ امریکہ کے مسلمان اپنے عیدوں پر اتحاد پیدا کر سکیں گے۔

☆ امریکہ کے مسلمان اپنی چھٹیوں کو سرکاری طور پر منظور کرا سکیں گے۔

☆ امریکہ کی مسلم امت ساری دنیا کے مسلمانوں کیلئے بین الاقوامی کیلنڈر کے معاملہ میں رہنما ثابت ہوگی۔

☆ فقہ کونسل، اماموں اور ماہرین کے ساتھ گفتگو کر کے اس مسئلہ پر راہ عامہ ہموار کرنے کی کوشش کرے گی۔ اس مسئلہ پر لوگوں میں چاہے اختلاف ہو یا اتفاق بہر حال اختلاف کے حق کا احترام کرنا چاہئے اور امت فقہی مسلک سے قطع نظر اسلامی اخوت کی بنیاد پر متحد ہو۔

شمالی امریکہ کی فقہ کونسل نے اسلامی کیلنڈر کی تعین کے لئے یہ فیصلہ کیا:

☆ ورجینا میں ۱۰ جون ۲۰۰۶ کو فقہ کونسل کی میٹنگ ہوئی جس میں متعدد ائمہ، محققین اور فقہاء جمع ہوئے۔ اس موضوع پر متعدد مقالات پڑھے گئے، اس کے بعد ممبروں کے درمیان مزید ٹیلی کانفرنس ہوئے اور مواصلات ہوئے اور یہ فیصلہ کیا گیا۔

☆ چاند کے کسی بھی جگہ دیکھنے کے امکان کو مدنظر رکھتے ہوئے حساب فلکی کے ذریعہ اسلامی قمری کیلنڈر کی تعین کی جا سکتی ہے۔

☆ اسلامی قمری کیلنڈر کے تعین کے لئے کسی ایک متعین مقام کو معیار مانا جا سکتا ہے جیسے بین الاقوامی تاریخ کی لائن (idl) یا گرین وچ (GMT) نیا اسلامی کیلنڈر سورج غروب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔

Marfat.com

☆ تحقیقی مباحث کے بعد یہ طے کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ کی حمایت اور مخالفت دونوں سلسلے میں قرآن وسنت کے اندر مضبوط بنیادیں موجود ہیں۔ اسی طرح ابتدائی فقہاء کے درمیان بھی دونوں رائے پائی جاتی ہیں۔

اب علماء کرام اور مفتیان عظام کی ذمہ داری ہے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کریں اور عوام کو انتشار سے محفوظ رکھنے کیلئے متفقہ طور پر کوئی فیصلہ صادر کریں۔ اس طرح اسلام میں جو مساوات اور یکسانیت کا تصور ہے اس کی عملی صورت رمضان اور عید کے موقع پر نظر آئے گی ورنہ رویت ہلال کمیٹیوں کے اختلاف کی وجہ سے حالات مزید بگڑ سکتے ہیں اور امت مسلمہ انتشار سے دوچار ہو سکتی ہے۔ اسلامی اتحاد یگانگت کی خاطر کم از کم علماء کرام کو تمام مسلکی اختلافات کو بھلا کر ایک معتدل راہ اپنانا چاہئے کہ اسی میں ملت کی عافیت ہے۔

مشہور شیعہ عالم دین مولانا سید کلب صادق نے اس سلسلہ میں پہل کی اور اپنے کچھ معروضات ملک کی تنظیموں اور بڑے بڑے علماء کو ارسال کئے تا کہ علماء کرام اختلافات سے گریز کرتے ہوئے رویت کے مسئلہ پر کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ انہوں نے علماء کرام سے کہا کہ آج اکیسویں صدی میں بھی ثبوت رویت ہلال کو صرف رویت بصری میں محدود کر دینا کہاں تک مناسب ہے؟

☆ کم از کم ہندوستان کی حد تک کیا اتحاد افق کو تسلیم کر لینا مناسب نہ ہوگا؟ یا اختلافات افق کے موقف پر قائم رہنا ضروری ہے؟

☆ اسلامی شریعت کی بنیاد مسلمانوں ہی کے لئے نہیں غیر مسلموں کے لئے بھی ''یسر'' پر رکھی گئی ہے، ''عسر'' پر نہیں۔ اس لئے اس بارے میں غور کرتے ہوئے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ ثبوت ماہ کے لئے اتحاد افق کو شرط لازم قرار دینے سے اس ملک کے مسلمان اور غیر مسلم کس قدر زحمتوں اور دشواریوں سے دوچار ہو جاتے ہیں اور فقہی جمود کے سبب شریعت کی بنیادی ''اصل یسر'' ہل کر رہ جاتی ہے۔

☆ اگر کسی ایک معینہ افق پر اور اس افق کے متحدہ آفاق پر مسلمانوں کا جم غفیر مطلع بالکل صاف ہونے کے بعد خوب غور سے ہلال دیکھنے کی کوشش کے باوجود اس بات کی شہادت دے رہا

Marfat.com

ہے کہ رویت نہیں ہوئی اور پھر دیر رات کوئی غیر معروف شخص یا دو چار اشخاص رویت کی شہادت دیتے ہیں تو عدم رویت کی اس عمومی شہادت کو تسلیم کیا جائے گا یا ان چند افراد کی شہادت رویت کی بناء پر عدم رویت کی شہادت عمومی کو مسترد کر کے اعلان رویت کر دیا جائے گا۔

☆ رویت ہلال ثبوت کے لئے صرف رویت بصری کا حکم ''حکم تعبدی'' ہے جس کے ذریعہ رویت ہلال کے بارے میں حصول تیقن کو صرف رویت بصری میں محصور و محدود کر دیا گیا ہے یا اصل شئی تیقن و حصول اطمنان ہے خواہ رویت بصری کے علاوہ بھی کسی اور معتبر و مستند وسیلہ حاصل ہو جائے گا؟

شریعت کا منشا انتشار افتراق نہیں اتحاد و یگانگت ہے۔ اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے جو انسان کے بس میں ہو۔ چوں کہ فقہ کا اصول ہے کہ تغیر زمان سے تغیر احکام ہوتا ہے۔ اب حالات بدل گئے ہیں یہ شرعی امور میں کسی طرح کوئی دخل اندازی نہیں ہے اور نہ ہی اوپر سے لادی ہوئی کوئی چیز ہے۔ حضور اکرم ﷺ صرف نبی اور رسول ہی نہیں تھے یہ دین اسلام قیامت تک رہنے والا دین ہے۔ اس میں آنے والے مسائل کا حل موجود ہے ذرا آنکھ کھول کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تم اپنے دینی امور میں میری طرف رجوع کرو اور اپنے دنیاوی امور کو تم خود زیادہ جاننے والے ہو''۔ اس کی کئی مثالیں آپ کی حیات مبارکہ میں ملتی ہیں کیا وجہ ہے، ہم فلکی حساب سے جو اسلام کے دائرہ میں ہو اس کو تسلیم نہ کریں۔ نئے مسائل پر ہمارا رویہ قدامت پرستانہ رہا ہے۔ جب لاؤڈ اسپیکر آیا تھا اس قت اس پر اذان دینا حرام تھا۔ جب ٹرین چلی تو یہ فتوی دیا گیا کہ چوں کہ یہ دابہ (چوپائے) کے حکم میں ہے اس لئے فرض نماز ادا نہیں ہوگی۔ ہوائی جہاز جب ایجاد ہوا تو اسی طرح کی بات کی گئی۔ غرض کہ تمام مسائل کے ساتھ اسی طرح کے واقعات پیش آئے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے تمام ماہرین علوم اسلامیہ اور ماہرین فلکیات کے ساتھ بیٹھ کر اس سلسلہ میں تبادلہ خیال کا آغاز کیا جائے اور مختلف سیمناروں، مذاکروں اور مباحثوں کے ذریعہ اس مسئلہ کا دائمی حل نکالنا ضروری ہے تا کہ آئندہ یہ مسئلہ انتشار اور مضحکہ خیزی کا باعث نہ بن سکے۔

●●●

Marfat.com

شریک حیات کے انتخاب میں

دین واخلاق کی اہمیت

خداوند قدوس نے اس عالم کو پیدا کیا اور اس کو ریگ و بیابان، گل ولالہ و سبزہ زار بنایا۔ آسمان کو تاروں سے مزین کیا۔ زمین کو ہرے بھرے باغات پھولوں کی کیاریوں اور پہاڑوں سے سجایا اور اس کائنات میں رنگ بھرنے کے لئے انسان کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ان کی تمام ضروریات بھی پیدا کر دیں۔ انسان کی ان تمام ضروریات میں سے ایک اہم انسانی ضرورت شادی ہے۔

یہ شادی صرف خواہشات انسانی کی تکمیل ہی نہیں بلکہ اس میں افزائش نسل دنیا و آخرت کی فلاح و بہود، کامیابی و کامرانی کا راز بھی پوشیدہ ہے۔ جہاں شادی انسان کو راہ راست پر لا کر فکر

Marfat.com

مستقبل کی دعوت دیتی ہے اور روحانی وجسمانی سکون وچین عطا کرتی ہے۔ وہیں بے احتیاطی کی وجہ سے پریشانی ومصیبت کے اتھاہ سمندر میں بھی ڈال دیتی ہے۔ تب شادی ایک عذاب مسلسل تباہی و بربادی کی کلید بن جاتی ہے۔ شادی شدہ شادی کو الجھن و پریشانی اور زندگی کا روگ تصور کرتے ہیں۔

لیکن جہاں اسلام نے اخلاق وعادت سیادت وقیادت بیع وشراء اکل وشرب رہن سہن اور دنیا کے تمام معاملات میں رہنمائی کی ہے وہیں شادی کے سلسلے میں اسلام کی صحیح اور مثبت رہنمائی موجود ہے۔ اس کے متعلق دستور وضابطہ اور قانون موجود ہے۔ اسلام نے شادی وبیاہ کو سہل ترین بنایا ہے۔ دوسرے مذاہب میں شادی کے ضابطے اور طور طریقے میں سختی اور شدت ہے۔ رسم ورواج کی پابندی لازم ہوتی ہے لیکن اسلام نے انسانوں کو تمام الجھنوں سے نجات دلانے کے لئے ایک آسان فارمولہ پیش کیا ہے تاکہ سبھوں کو اس مقدس بندھن میں بندھنے میں دشوار گزار مراحل سے نہ گزرنا پڑے۔

آج کل مسلمانوں میں بھی غلط رسم ورواج جڑ پکڑتا جارہا ہے شادی کا مسئلہ دن بدن سخت اور مشکل ترین بنتا جارہا ہے جہیز کی مانگیں بڑھتی جارہی ہیں۔ لیکن ان سب خامیوں کا ذمہ دار ہم اور ہمارا معاشرہ ہے ہم نے اسلامی اصول سے انحراف کرتے ہوئے غیروں کے اصول کو اپنایا۔ جس کا خمیازہ آج ہم بھگت رہے ہیں۔ اسلام نے نکاح کا فارمولہ نہایت آسان طریقے سے پیش کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ لڑکا لڑکی کے سلسلے میں بھی ضابطہ بیان کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً فعلاً منقول ہے۔ وہ یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کے انتخاب میں صرف اخلاق وعادت دینداری کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کو کوئی نکاح کا پیغام دے اور تم ان کے دین واخلاق سے راضی (مطمئن) ہو تو تم نکاح کردو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو زمین پر (معاشرے میں) فتنہ برپا ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔

نکاح میں کس چیز کو پیش نظر رکھنی چاہیے واضح کردی گئی ہے۔ اس صورت مذکورہ پر عمل نہ کرنے پر اس کے مضرات ونقصانات سے بھی آگاہ کردیا کہ تمہارے یہاں لڑکا یا لڑکی کا کوئی پیغام آئے اور تم ان کی دینی حالت اور اخلاقی معیار سے مطمئن ہو تو نکاح کردو۔ اگر تم نکاح نہیں کرتے تو زمین پر فتنہ فساد برپا ہوگا۔ معاشرے میں خرابیاں جنم لیں گی۔ جس سے معاشرہ اور ماحول گندگی وغلاظت سے

Marfat.com

آلودہ ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر دینی اخلاقی حالت اطمینان بخش ہو پھر بھی انتخاب میں کمال و جمال اور مال کو مرکز نگاہ ٹھہرائے تو حضورؐ کے ارشاد گرامی سے اس کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

ابو حاتم مزنی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تمہارے پاس نکاح کا پیغام آئے اور تم ان کے دین واخلاق سے راضی ہو تو نکاح کر دو۔ اگر تم نکاح نہیں کرتے تو زمین میں فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر ان میں کچھ کمی ہو (یعنی مال وکمال مفلسی ہو تو) حضورؐ نے دوسری مرتبہ ارشاد فرمایا جب تمہارے پاس نکاح کا پیغام آئے اور تم ان کے دین اور ان کے اخلاق سے راضی ہو تو نکاح کر دو یہی دینداری کی اہمیت وافادیت اور نفعت کو ثابت کرتا ہے۔ جب کوئی بات تاکیداً ذکر کرنا ہوتا تو حضورؐ وہ جملہ مکرر ارشاد فرماتے تھے۔

اسلام میں غنا اور فقر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ اس کی اہمیت ہے۔ اہمیت ہے تو صرف دینداری تقوی و طہارت کی۔ اس لئے نکاح کے معاملے میں صرف دین واخلاق کو ہی معیار انتخاب بنانا چاہئے۔ لڑکا یا لڑکی کا دین واخلاق کس معیار کا ہے اگر اخلاقی حالت قابل اطمینان ہے تو نکاح کر دینا چاہئے۔ اس کے مال و جمال کو نہیں دیکھنا چاہئے اگر مال وجمال کی طرف نظر بداٹھی تو وہ فتنہ وفساد کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ صرف دین کو پیش نظر رکھنے کے سلسلے میں ایک دوسری حدیث سے بھی تائید ہوتی ہے۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کی شادی کی جاتی ہے اس کے دین پر اس کے مال پر اس کے جمال پر تم پر لازم ہے کہ تم دین کو اختیار کرو تمہارا ہاتھ خاک آلود ہو۔

حضورؐ نے مذکورہ بالا حدیث میں واضح کر دیا کہ عورتوں کی شادی اس کے دین، مال اور جمال پر ہوتی ہے لیکن تم صرف اور صرف دین کو دیکھو جس سے شادی کر رہے ہو اس کا دین کیسا ہے، اس کے مال و جمال کو مت دیکھو۔ یہ شی عارضی اور فانی ہے مال ہمیشہ ایک انسان کے ساتھ نہیں رہتا آج تمہارے پاس ہے تو کل دوسروں کے پاس۔ یہ چند دنوں کا مہمان ہوتا ہے۔ لیکن دینداری اور اخلاق انسان کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیتا ہے۔ جہاں تک مالی حالت کا سوال ہے تو رزق کا مالک وخالق خداوند قدوس ہے وہی پیدا کرتا ہے وہی ہر انسان کو رزق دے گا۔ محض مالی کمزوری کی وجہ سے لڑکا یا لڑکی کی شادی نہ کرنا شریعت محمدی سے سراسر انحراف ہے۔

آج کل عموماً مالی کمزوری کی وجہ سے لڑکیاں والدین کے نحیف کاندھے پر ایک بوجھ بنی بیٹھی

Marfat.com

ہیں۔ معاشرے کی بے راہ روی دیکھ کر خون کے آنسو روتی ہیں یہ مسئلہ ان لوگوں کا پیدا کردہ ہے جنہوں نے نکاح کے معاملے میں شریعت کے اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے مال و جمال کو دیکھا۔ اگر صرف دین و اخلاق کو دیکھتے تو کنواری لڑکیاں کھوکھلے معاشرے کا منہ کیوں چڑاتیں۔ بے نکاحوں کا نکاح کرنے کے سلسلے میں بھی نص وارد ہے ارشاد خداندی ہے۔تم اپنے غیر شادی شدہ شخص کا نکاح کرو اور تمہارے غلام اور تمہارے باندیوں میں سے جو اس کے (نکاح) لائق ہوں ان کا بھی اگر یہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کر دیگا اور اللہ بڑا وسعت دینے والا ہے اور بڑا جاننے والا ہے۔ غیر شادی شدہ کے نکاح کرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو لوگ نکاح کے لائق اور عاقل و بالغ ہوں حق زوجیت ادا کر سکتے ہوں ان کی شادی کرا دینی چاہئے جہاں تک ناکح کی مالی حالت کا سوال ہے ان کو نہیں دیکھنا چاہئے خدا رزق کا مالک ہے ہوسکتا ہے کہ اسی شادی کی برکت سے حالت فقر غنا میں بدل جائے۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ صحابہ کرام جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے ان کے پاس مال تو کیا سر چھپانے کے لئے جھونپڑیاں تک نہیں تھیں۔ لیکن سبھوں نے نکاح کیا۔ صرف غریب و بے کس عورتوں ہی سے نہیں انصار کی مالدار عورتوں سے بھی نکاح کیا۔ مالداروں نے اپنی بیٹیوں کو غریب صحابہ کے نکاح میں دیدیا۔ چونکہ ان کے سامنے دین و اخلاق تھا۔ نکاح میں جو چیزیں ضروری ہیں وہ اس حدیث مبارک سے بھی عیاں ہیں۔ یہ حدیث ان صحابہ کے بارے میں ہے جو ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے۔ کنوارے تھے ان کے پاس نہ کھانے کی چیزیں تھیں اور نہ کوئی گھر تھا۔ مسجد نبوی کا چبوترہ ان لوگوں کا ٹھکانہ تھا۔

عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے ساتھ نکلے حالانکہ ہم لوگ جوان تھے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے نوجوانو تم پر لازم ہے کہ گھر بساؤ (نکاح کرو) یہ نگاہ کو نیچی کرنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جو شخص اس کی قدرت نہ رکھے (حق زوجیت ادا نہ کر سکے) تو وہ اپنے اوپر لازم کرلے روزہ یہ اس کے لئے ڈھال ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس مال تو کیا رہنے کے لئے گھر تک نہیں ہے لیکن آنحضرت ان صحابہ کرام کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ گھر بساؤ۔ اگر شادی کو مال و جمال کی

Marfat.com

بنیاد بناتے تو نکاح کا حکم ہرگز نہ دیتے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات عیاں اور اظہر من الشمس ہے کہ دین واخلاق ہی نکاح کی بنیاد ہے۔

آج دین سے بے رُخی کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں نت نئی خرابیاں اور اخلاق سوز برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ شادی کا مسئلہ مشکل سے مشکل ترین ہوتا جارہا ہے ورنہ اسلام میں جس طرح شادی کا مسئلہ آسان ہے دیگر مذاہب میں نہیں ہے۔

آج کے مسلمان بھی شادی کے لئے لڑکا یا لڑکی کی خوبصورتی دیکھنے کے بجائے مال و دولت دیکھتے ہیں۔ جہیز کی رسم عام ہوگئی ہے۔ جہیز لینے دینے میں مسابقہ اور مقابلہ ہوتا ہے اس کے حصول کے لئے حلال وحرام کی تمیز نہیں رہتی۔ فضول خرچی سجانے، سنوارنے بینڈ باجے رقص و سرور میں بے تحاشہ روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ جن کے پاس کالا دھن ہے مال و دولت کی افراط ہے ان کے لئے یہ سب کرنا آسان ہوتا ہے۔ وہ بے دریغ کسی رکاوٹ کے اسباب کا استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان غریبوں پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے جن کے پاس کھانے کو دانے اور رہنے کو مکان نہیں ہے۔ اس کا مکان اور چھت کھلا آسمان ہے۔ اس رواج کو دیکھ کر (جواب ہمارے معاشرے کا جزِ لاینفک بن چکا ہے) انکی تمنا انگڑائی لیتی ہے کہ کاش میرے پاس پیسے ہوتے میں اپنے بچوں کی شادی میں صرف کرتا۔ ان کے جوان بیٹیاں ہوتی ہیں، مگر وہ اس کے ہاتھ پیلے نہیں کر سکتا۔ لڑکے والے ہوس زادے ہوتے ہیں انہیں معمولی جہیز سے صبر نہیں ہوتا وہ فرمائشوں کے انبار لگا دیتے ہیں۔ لڑکی کے والدین ان کو پورا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، چاہے قرض لینا پڑے یا زمین وجائداد مکان ودکان فروخت کرنا پڑے۔ اپنی بیٹی کی شادی کے لئے ہر طریقہ اپنانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اگر دین واخلاق پیش نظر رکھا جائے تو تمام پریشانیوں سے نجات مل سکتی ہے۔ شادی کرنا آسان ہوسکتا ہے لڑکیاں زحمت کے بجائے رحمت بن سکتی ہیں۔

●●●

Marfat.com

مذہب کی تبدیلی

تبدیلی مذہب ایک سلگتا موضوع ہے حالانکہ یہ ایسا کوئی موضوع ہی نہیں جس پر سارے ملک کے عوام کو الجھایا جائے جب کہ ملک کے سامنے بیشمار مسائل اژدہے کی شکل میں کھڑے عوام کو نگلنے کے لئے تیار ہیں۔ بحث ہونی ہی چاہیئے تو ملک کی غربت بے روزگاری، جہالت، امن وقانون، قتل ڈاکہ زنی، خواتین کی عصمت دری، لوگوں کے سر چھپانے کیلئے چھت، پینے کے لئے صاف پانی، بجلی، صاف ستھرے ماحول، گندگی سے نجات، دن بدن بڑھتی مہنگائی، ملک میں ہر سطح پر موجود بدعنوانی، بدحال ٹرانسپورٹ نظام اور سڑکوں کی دگرگوں حالت پر جس کا عوام سے گہرا تعلق ہے۔ ماہرین سماجیات کا خیال ہے کہ آدی واسیوں کا ہندوتو کے دھارے سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔

Marfat.com

اس بات کی اس وقت اور بھی تصدیق ہو جاتی ہے جب گجرات کی ایک قبائلی عورت نے کہا ہم ہندو ہی کب تھے جو عیسائی ہو گئے کیونکہ یہ آدی واسی ہندو مذہب کے ذات نظام پر مبنی (ورنا شرم) چار خانوں، برہمن، وشیہ، چھتری اور شودر میں سے کسی ایک خانے میں فٹ نہیں ہیں۔

آدی واسیوں اور قبائلیوں کے مذہب میں قدرتی ماحول، چرند پرند اور گھاس پھوسوں کا اہم رول ہے۔ ان کے زیادہ تر دیوی دیوتا بھی قدرتی ماحول اور جنگلی گھاس پھوس ہی ہیں۔ گجرات کے ڈانگ کے قبائلیوں کا بونگا پاسنگ، دیوی دیوتا ہے۔ وہ خاص قسم کے پیڑ پودے کو پوجتے ہیں اور وہی ان کی عبادت گاہ بھی ہے۔

قبائلیوں کی تہذیب وثقافت ہندو مذہب کی تہذیب وثقافت اور زبان سے منفرد اور جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ ان کی بول چال سنسکرت اور آریہ زبان نہیں ہے۔ مثال کے طور پر جھارکھنڈ کے قبائلی کی بول چال، منڈا اور دراوڑ ہے۔ گجرات کے ڈانگ علاقہ کے آدی واسیوں کی زبان بھی ہندوتو کے پیامبروں کی زبان سے الگ تھلگ ہے اور اس کا تعلق وید پورانوں سے نہیں ہے۔ قبائلیوں کی اپنی منفرد مذہبی شناخت ہے اس لئے یہ کہنا کہ یہ لوگ ہندو ہیں غلط ہوگا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ہندوتو کے علمبردار انتہا پسند بجرنگ دل، ہندو جاگرن منچ اور وشو ہندو پریشد اور ان سبھوں کو اپنے سایہ عاطفت میں پالنے والی بھارتیہ جنتا پارٹی بھی ہندو مذہب پر بحث کے لئے مہم چلا رہی ہے دوسری طرف اقلیتی ادارے اور اقلیتوں پر حملے کر رہے ہیں۔ ادنی سا سمجھ میں رکھنے والا انسان بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ بحث اور حملہ دونوں ایک ساتھ کیسے ممکن ہے۔ بحث ہوگی یا حملہ ہوگا۔

جہاں تک قبائلیوں کی تبدیلی مذہب کا سوال ہے جب وہ ہندو ہی نہیں ہیں تو کسی مذہب کو اختیار کریں یہ اس کے ذاتی اختیارات کے دائرہ مین آتا ہے جس کی آئین ہند نے اجازت اور آزادی دی ہے۔ اسلئے یہ اعتراض مہمل بے تکا اور بے بنیاد ہے کہ ہندو قبائلی کو جبراً عیسائی مشنری اسکول میں پڑھتے پڑھاتے اور دیگر عیسائی ومشنری ادارے کام کرتے ہیں لیکن کسی نے بھی یہ شکایت نہیں کی کہ انہیں جبراً عیسائی بنایا جا رہا ہے یا عیسائی بنایا یا بننے پر مجبور کیا جا رہا ہے یا عیسائی بننے کیلئے لالچ دیا جا رہا ہے۔ پھر یہ ڈھول کیوں پیٹا جا رہا ہے کہ عیسائی جبراً تبدیل مذہب کراتے ہیں اور روپے کا لالچ دے کر تبدیلی مذہب کراتے ہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کے کونے کونے میں جہاں نہ تو ٹرانسپورٹ کے

Marfat.com

وسائل ہیں نہ ہی بجلی پانی کی سہولت اور نہ دیگر سہولتیں مہیا ہیں لیکن عیسائی ادارے اور مشنری ان دور افتادہ علاقوں میں جا کر لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں اور صحت کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں، صفائی، رہن سہن، صاف ستھرا ماحول مہیا کرانے میں مدد کرتے ہیں۔ آج کوئی عیسائیوں کی خدمت خلق کے جذبہ سے انکار نہیں کر سکتا۔

قبائلی جن کی زندگی کی بنیاد پیڑ پودے اور جنگل میں پائے جانے والے جانور ہیں ان کی زندگی نہایت دردناک حالت میں گزرتی ہے۔ ان کے پاس جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑے تک نہیں ہوتے، پیٹ بھر کھانے کے لئے کھانا تک ان کے پاس مہیا نہیں ہوتا ہے۔ اس حالت میں جو آدمی ایک لقمہ بھی دیتا ہے وہی پالن ہار بن جاتا ہے ویسے عیسائی مشنری آج کی پیداوار نہیں ہیں۔ ۱۹ویں صدی کے نصف سے پہلے ہی عیسائی مشنری ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ میں سرگرم ہو گئے تھے جس کی وجہ سے اس وقت آریہ سماج والے ہندوؤں اور خاص کر نیچی ذات کے ہندوؤں کی تبدیلی مذہب کو روکنے کے لئے میدان میں آئے تھے اور ہندو عیسائیت نہ اختیار کر لیں اس کے لئے آریہ سماج نے بتوں کی پوجا کو ترک کر دیا تھا۔

قبائیلیوں کی تبدیلی مذہب پر شور وغل کرنے والے نام نہاد ہندوتو کے علمبرداروں نے آزادی کے اتنے برسوں بعد بھی ان کے استحصال، ان پر ظلم و زیادتی اور ان کو نظر انداز کرنے کے سوال پر کوئی تحریک نہیں چلائی اور نہ قبائیلیوں کے لئے کسی ہمدردی کا اظہار کیا۔ سنگھ پریوار کی ساری فکر مندی اور ساری توجہ ان کو ہندو دھارا میں واپس لانے پر مرکوز ہے اس کی بدحالی، غربت پر کبھی بھی نظر نہیں گئی۔ سنگھ پریوار کی دن واسی کلیان آشرم، سنکار بھارتی یا وشو ہندو پریشد وغیرہ نے قبائلی علاقے میں کتنے اسکول کھولے ہیں ان کے لئے کتنے اسپتال قائم کئے ہیں، کتنے فلاحی ادارے ان قبائلی علاقوں میں کام کرتے ہیں۔ عیسائی مشنری کے زیر اہتمام چلنے والے ادارے نو جوت اور دیپ درشن جیسے مقبول اسکولوں پر حملے کرنے والے ہندو جاگرن منچ وغیرہ قبائیلیوں کو جہالت اور اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں اس لئے سنگھ پریوار سے منسلک تنظیمیں قبائلی علاقے میں اسکول اسپتال قائم کرنے کے بجائے مندر قائم کرنے اور بتوں کو نصب کر رہی ہیں۔ سنگھ پریوار کی تنظیم سیوا بھارتی لوگوں میں نفرت پھیلانے کے اور جھگی بنانے کے علاوہ کوئی کام نہیں کرتی۔ غیر رسمی تعلیم تو محض بہانہ ہے کیونکہ یہ تنظیمیں ملک میں ترقی، تعلیم، امن وسکون نہیں چاہتیں وہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ یہ لوگ لکھ پڑھ گئے تو ان کے لئے ان کا استحصال کرنا بہت مشکل ہو جائیگا۔

Marfat.com

بین مذاہب مذاکرات

وقت کی اہم ضرورت

اتحاد وقت کی اہم ترین ضرورتوں میں سے ایک ہے۔ یہ کسی بھی قوم کی کامیابی و کامرانی کا ضامن ہوسکتا ہے اور آج وہی قوم فتح ونصرت سے ہمکنار ہے جس کے اندر اتحاد واتفاق ہے۔ ہندوستان میں جب سے علماء کرام اور مسلمانوں نے اتحاد کا دامن ہاتھ سے چھوڑا ہے فتح ونصرت اور کامیابی وکامرانی ان سے روٹھ گئی ہے۔ یہی حال عالم اسلام کا بھی ہے۔ معدنیات اور توانائی کے وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود دنیا میں عالم اسلام کی

Marfat.com

کوئی قدر و قیمت نہیں رہی۔ وجہ صرف آپسی چپقلش، منافرت اور دوسرے کو برداشت کرنے کی قوت سے عاری ہونا ہے۔ ورنہ ایک وقت ایسا تھا کہ باطل قوتیں مسلمانوں کے نام سے ہی کانپ اٹھتی تھیں۔ انہیں یہ یقین تھا کہ مسلمان کوئی غلط کام نہیں کریں گے، نہ جھوٹ بولیں گے اور نہ غلط لوگوں کا ساتھ دیں گے۔ آج عام لوگوں کو چھوڑیئے وہ طبقہ جن پر مسلمانوں کی قیادت وسیادت کی ذمہ داری ہے اور خاص کر علماء کرام جن کے ذمہ مذہبی قیادت اور رہنمائی ہے تمام لغویات کے دلدل میں پھنسے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ اجماع کو فراموش کر کے فروعی انتشار میں اپنا سارا وقت برباد کرتے ہیں۔ ان میں توسع، وسیع المشربی، ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی قوت عنقا ہے اور شاید ہی کوئی غلط کام ہو جو یہ لوگ نہ کرتے ہوں۔ عیاری ومکاری میں بڑے بڑے سیاستداں ان لوگوں کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ دنیا صالح علماء سے خالی ہے اگر ایسا ہوتا تو مذہبی نظام درہم برہم ہو جاتا۔ آج بھی بہت سے بزرگان دین ہیں جو حرص وہوس اور داد و دہش سے دور رہ کر خدمت خلق اور دین میں مصروف ہیں۔

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ایک ارب سے زائد ہے، اتنی بڑی تعداد مسلمانوں کی پہلے کبھی نہیں تھی پھر بھی آج اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں پر غالب آئی ہوئی ہیں، مسلمان اپنی آنکھوں سے اس حالت زار کو دیکھ رہے ہیں کہ کوئی قوم انہیں نہ عزت ووقعت کی نگاہ سے دیکھتی ہے نہ دنیا میں ان کا رہنا گوارا کرتی ہے، ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ دوسری قومیں اپنے اوپر مسلمانوں کو حکمراں دیکھنا چاہتی تھیں۔

عالم اسلام کے جو حالات ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ہر طرف مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنائی جارہی ہے اور ان پر راستے ہی نہیں دنیا بھی تنگ ہوتی جارہی ہے۔ اس کی وجہ جہاں اغیار کی سازش ہے وہیں مسلم حکمرانوں کی بداعمالیاں بھی ہیں۔ ہم اسلام دشمن طاقتوں کو پلیٹ میں سجا کر سنہری مواقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے خلاف محاذ آرائی کریں، اسلام کے خلاف لعن طعن میں پیش پیش رہیں۔ اگر ہمارے اعمال وافعال درست ہوتے اور علماء کرام کی قیادت صاف ستھری ہوتی تو کوئی اسلام پر انگلی اٹھانے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا اور نہ کہ اسلام کے خلاف غلط فہمیوں کا وسیع جال بننے میں کامیاب ہوتا۔ کتنے لوگ ہیں جو اس سمت میں سوچتے ہیں اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں میں مبتلا لوگوں کو کیسے صحیح معلومات بہم پہنچائی جائیں۔ آج پروگرام تو بہت

Marfat.com

ہوتے ہیں کانفرنس، سیمنار، مذاکرے اور مباحثے، خود ہی بولتے ہیں خود ہی سنتے ہیں۔ مرغن غذاؤں سے پیٹ بھرنے کے بعد رخصت ہوجاتے ہیں اور یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ذمہ داری پوری ہوگئی۔

مگر یہ خوش آئند بات ہے کہ عالم عرب اب خواب سے جاگ رہا ہے اور اس نے اس سلسلے میں پہل کی ہے اور اس کا سہرا جاتا ہے عالم اسلام کی معروف شخصیت اور اسلامی اسکالر علامہ یوسف قرضاوی کے سر، جنہوں نے اس سمت میں اپنی فکر کو آگے بڑھاتے ہوئے مختلف مسلکوں کے علما کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے ساتھ بین المذاہب مذاکرات کا راستہ نہ صرف دکھایا ہے بلکہ انہوں نے پر اس پر عمل بھی شروع کیا ہے۔ اس کے لئے ایک عالمی تنظیم ''اتحاد العالم العلماء للاسلامی'' کے نام سے قائم کی اور اس کے تحت مختلف ممالک کے علماء سے رابطہ کیا اور ایک اللہ اور ایک رسول کے نام پر جمع کرنے کی کوشش بھی شروع کردی ہے اور اس سلسلے میں ان کے کئی وفود ہندوستان سمیت مختلف ممالک کا دورہ کرکے وہاں کے علماء اور تنظیموں کے رہنماؤں سے تبادلہ خیال کرچکے ہیں۔ ان کا مقصد ہے کہ مذاکرات کے ذریعہ غیر مسلموں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے۔ فلاح و بہبود کے کاموں میں غیر مسلموں کو بھی شریک کیا جائے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں آسانی ہو۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دوحہ (قطر) میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا تھا جس میں ہندوستانی علماء سمیت صحافیوں اور دانشوروں کا ایک طبقہ شامل ہوا تھا اس میں بھی اتحاد امت اور بین مذاہب مذاکرات پر زور دیا گیا تھا۔ اس موقع پر علامہ یوسف قرضاوی نے اپنی تقریر کے دوران کہا تھا کہ ہمیں قول کے بجائے عمل کے ذریعہ ہم آہنگی کا ثبوت دینا چاہئے لیکن باہمی وحدت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک دونوں فریق اس پر عمل نہ کریں۔ انہوں نے زور دیا کہ ہم امت کو ایک پلیٹ فارم پر لانا چاہتے ہیں، اگرچہ شیعہ حضرات ہمیشہ اقلیت میں رہے لیکن انہیں تمام اسلامی مملکتوں کے زیر سایہ مکمل اختیارات حاصل رہے، اب ان کی آزادی کو سلب نہیں کیا جائے، ہم قربت کے خواہاں ہیں، ہم میدان عمل میں قریب آنا چاہتے ہیں، یہ اختلافات کچھ ہمارے پیدا کردہ ہیں اور بعض ہمارے دشمنوں کے، وحدت امت ایک فریضہ ہے، وحدت ایمان ہے اور تفرقہ وانتشار کفر کی علامت ہے۔

Marfat.com

دوحہ میں منعقد ہونے والی عالمی کانفرنس جو مختلف مکاتب فکر کے درمیان ہم آہنگی کے موضوع پر تھی، اس کے افتتاحی پروگرام میں صاحبۃ السمو موزہ بنت ناصر نے شرکت کی اور دیگر وزراء اور سفارت کار شریک ہوئے۔ سید عبداللہ بن حمد العطیہ، وزیر برائے توانائی وصنعت نے اپنے خطبہ کے دوران کہا تھا کہ آج جب کہ امت تفرقہ اور انتشار کے مختلف چیلنجز کی شکار ہے یہ موضوع بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے اور اس سمت میں ہونے والی یہ پیش رفت امت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے۔ آج پوری امت اقتصادی، سیاسی، علمی اور ٹکنالوجی کے میدان میں پس ماندگی کی شکار ہے اور یہی ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم اس پر قابو پانے کی کوشش کریں۔ انہوں نے کہا کہ ''عفو ودرگزر، اجتہاد وفکر کی آزادی اور تنوع اس امت کی نمایاں خصوصیات ہیں، اسلام کا تنوع سہولت اور رفع حرج کی غرض سے ہے اور یہ مطلوب ومقصود ہے، لیکن وہ تنوع جو انتشار کا سبب بنے قابل مذمت اور ناقابل قبول ہے''۔ اختتام میں انہوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ آج جو آپسی انتشار واختلاف ہمیں نظر آرہے ہیں وہ تمام تر سیاسی اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے ہیں، اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

اس کے بعد دکتور محمد حمدی زقزوق، وزیر اوقاف مصر نے اپنے خطبہ میں کہا کہ اسلام آراء اور اجتہاد میں اختلاف کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ انسان کی مادی اور روحانی زندگی کو جلا ملتی ہے، اجتہاد اسلام میں مشروع ہے، لیکن اس میں غلطی کے احتمال سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور وہ اصل کے درجہ میں نہیں، یہ اجتہاد واختلاف اگر ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ جائے تو اس کی حرمت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، چنانچہ تعصب اور تکفیر کی اس لعنت سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے، ہمیں آپس میں مشترکہ ومتفقہ امور کو بنیاد بنا کر، باہمی اتفاق کی فضا قائم کرنی چاہئے اور مسلمانوں کا مذہبی اختلاف سیاسی اختلاف کا سبب ہرگز نہیں بننا چاہئے، امت کو داخلی اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک پلیٹ فارم پر آنا چاہئے، کیونکہ ان کے درمیان اتحاد واتفاق کی بنیادیں اختلافات کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔ دکتورۃ عائشہ المناعی نے اس کانفرنس میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ امت میں مختلف مکاتب فکر کے درمیان فکری مباحثہ کی اہمیت ہے، لیکن یہ بات چیت اور اختلاف تکفیر اور دل شکنی کا سبب نہ بننا چاہئے، باہمی رنگارنگی اور اختلاف کے باوجود

Marfat.com

وحدت کی انتہائی اہمیت ہے اور فروعی اختلافات اس اصولی وحدت سے متناقض نہیں ہیں۔
مسلمانوں میں فقہی اور عقائدی مسالک و مذاہب کا پایا جانا فطری ہے، یہ اختلاف علماء کے نزدیک اسلامی تہذیب کا فکری اثاثہ ہے اور مسلمانوں کے حق میں نعمت ہے، لیکن جب یہی اختلاف مسلکی تشدد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے تو نہ دین باقی رہتا ہے نہ ہی عقل اسے قبول کرتی ہے۔ یہ صورت حال آپسی بات چیت اور ایک دوسرے کو سمجھنے کے مواقع ختم کر دیتی ہے۔

ماہ جون ۲۰۰۸ میں اسی سلسلے کو فروغ دیتے ہوئے سعودی عرب کے فرمانروا شاہ عبداللہ کے ایماء پر مکہ میں اسی طرح کی کانفرنس منعقد کی گئی تھی جس میں پوری دنیا کے ہندوستانی علماء اور صحافی سمیت پانچ سو (۵۰۰) دانشوروں نے شرکت کی تھی اور یہ کانفرنس ایک کامیاب کڑی قرار دی گئی تھی کہ دیر سے ہی سہی صحیح سمت میں قدم اٹھایا گیا ہے۔ ۴ سے ۶ جون تک منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں جہاں اتحاد و اتفاق پر زور دیا گیا تھا وہیں غیر مسلموں سے مذاکرہ اور اسلام کے بارے میں ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ اس کے اہم شرکاء میں جہاں شاہ عبداللہ تھے وہیں ایران کے سابق صدر علی اکبر ہاشمی رفسنجانی، ملائشیا کے سابق وزیر اعظم مہاتر محمد، مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز الشیخ، رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ الترکی، شیخ الازہر شیخ علی طنطاوی، مکہ کے گورنر خالد الفیصل، دارلعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمان اور رابطہ عالم اسلامی کے سابق جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف تھے۔ اس سیمنار میں جہاں شاہ عبداللہ نے اتحاد امت اور بین مذہبی مذاکرات پر زور دیا وہیں ایران کے سابق صدر نے شاہ عبداللہ کی تجویز کا خیر مقدم کیا کہ دیگر مذاہب کے رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات کئے جائیں لیکن اسی کے ساتھ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ دشمنان اسلام کو اس بات کا موقع نہ دیں کہ وہ مسلمانوں میں انتشار اور افتراق پیدا کرسکیں۔

جہاں عالم اسلام نے افہام و تفہیم کی ضرورت کو محسوس کیا ہے اور بین مذاہب مذاکرات کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے وہیں کچھ عرب علماء سمیت ہندوستانی علماء کا ایک طبقہ اس کے خلاف ہے ان میں خاص طور پر اسلامک فقہ اکیڈمی کے جنرل سکریٹری خالد سیف اللہ رحمانی ہیں جنہوں نے کھل کر اس کی مخالفت کی ہے اور اسے لایعنی قرار دینے کی کوشش کی وہیں اسی اکیڈمی کے نائب

Marfat.com

صدر اور کویت میں مقیم مولانا بدرالحسن قاسمی نے نہ صرف اس کی تائید کی بلکہ اس کی موافقت میں اپنا مقالہ بھی پیش کیا۔ یہیں پر بس نہیں ہوا ہندوستانی علماء کرام کے تضادات اس وقت اور بھی ابھر کر سامنے آگئے جب ندوۃ العلماء لکھنو کے مہتمم مولانا سعید الرحمان اعظمی نے کانفرنس کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کیا وہیں ندوۃ العلماء کے سربراہ اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر مولانا سید رابع حسنی ندوی نے اس کانفرنس کی حمایت کی۔ جس کانفرنس کی مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے مخالفت کی ہے اسی اکیڈمی کے سکریٹری مولانا عبیداللہ اسعدی نے خشوع خضوع کے ساتھ شرکت کی۔ فقہ اکیڈمی کے جنرل سکریٹری کے خیال میں مذاکرات برابر والوں سے کئے جاتے ہیں۔ ان کے خیال میں مسلمان انتہائی پست قوم اور عیسائی و یہودی اعلی ارفع قوم ہیں۔ اس لئے ان دونوں کے درمیان مذاکرات ممکن نہیں۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے ''مذاہب کے درمیان مذاکرات مغرب کا نیا ایجنڈہ'' عنوان کے تحت اپنے مضمون میں لکھا ہے'' مغرب کی طرف سے جو ایجنڈہ دیا جاتا ہے، ہم دانستہ یا نادانستہ اسی کھلونے سے کھیلتے رہتے ہیں، حالانکہ جس چیز کو مذاکرہ کہا جارہا ہے وہ حقیقت میں مذاکرہ نہیں ہے، مذاکرہ تو دو ایسے فریقوں کے درمیان ہوتا ہے، جو طاقت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں اور فیصلہ کرنے میں آزاد ہوں، ایسی دو قومیں جن کے درمیان طاقت کے اعتبار سے کوئی نسبت نہ ہو جس میں ایک فریق اپنے مدمقابل کی بات ماننے پر مجبور ہو ان کے درمیان مذاکرہ محض ایک فریب ہے ہاتھی اور شیر میں مقابلہ اور مصالحت کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن شیر اور بکری میں صلح کوئی معنی نہیں رکھتا''۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کو خدشہ ہے کہ اگر مذاکرات کئے گئے تو جس طرح یہود و نصاری نے اپنے دین کو گرجا گھروں اور چرچوں میں قید کر دیا ہے اسی طرح مسلم علماء بھی اپنے دین کو مدارس اور مسجد تک محدود کر دیں گے لیکن حقیقی صورت حال کا جائزہ لیں تو ہندوستانی علماء کا رویہ مذہب کے تیئں یہود و نصاری کے علماء سے کم نہیں ہے۔ جب یہ لوگ خود مذہب کو اپنی زندگی، اپنے خاندان، اپنے بچوں پر نافذ نہیں کر سکتے تو عام مسلمانوں سے یہ توقع کرنا کہ وہ مکمل مذہبی بن جائیں کیسے ممکن ہے۔ آج کے علماء کرام مذہب کے بارے میں کسی غیر عالم کی بات کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتے چاہے وہ مذہب کے بارے میں کتنا ہی کیوں نہ جانتا ہو۔ لائف

Marfat.com

انشورنس کے بارے میں فتاوے جاری کرتے ہیں اور اللہ پر بھروسہ کی تلقین کرتے ہیں لیکن جب علماء کرام کی کھیپ بیرون ممالک سے چندہ کر کے واپس آتی ہے تو بیمہ ایجنٹ کو سنجیدگی اور سرگرمی سے تلاش کرتی ہے۔ یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ کہاں پلاٹ برائے فروخت موجود ہے اور کہاں سرمایہ کاری کی گنجائش ہے اور اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے کس ملک میں بھیجنا مناسب رہے گا۔ اس وقت یہ سب بھول جاتے ہیں کہ جب وہ شب و روز امریکہ اور مغربی ممالک کی مخالفت میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں تو اسی شدومد کے ساتھ امریکی ڈالر اور یورو سے بھی نفرت کا اظہار کیوں نہیں کرتے۔ بیرون سفر کے لئے کس طرح ہمارے علماء کرام جھوٹ بولتے ہیں غلط حلف نامے داخل کرتے ہیں اور غلط مقصد بتا کر جاتے ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس وقت مذہب انہیں اس طرح کے کام کرنے کی اجازت کیسے دیتا ہے۔

اختلاف رائے کا حق ہر انسان کو حاصل ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی اسی کا استعمال کیا ہے۔ لیکن اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے ان کا اختلاف سمجھ سے پرے ہے۔ اس لئے فقہ اکیڈمی کا مقصد ہی بین المسالک ہم آہنگی کو فروغ دینا ہے اور دوسرے مسلکوں کے درمیان اتحاد کی راہ تلاش کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ اس کے بانی قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے اپنی زندگی میں اس مشن کو کافی پروان چڑھایا اور اپنی وسیع المشربی کی بدولت ہی اپنے پیچھے مداحوں کا بڑا حلقہ چھوڑ گئے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی ان ہی کی وسیع خیالی مسلکی ہم آہنگی کی وجہ سے رواں دواں ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ کے علاوہ دیگر علماء کرام اور صحافیوں نے بھی ان مذاکرات پر شبہ کا اظہار کیا ہے اور ان کے منطقی انجام کے بارے میں خدشات میں مبتلا ہیں۔ لیکن موجودہ حالات میں مذاکرات کے علاوہ کون سا طریقہ ہے جس پر عمل کر کے اسلام دشمن طاقتوں اور اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں میں مبتلا لوگوں کا ذہن صاف کیا جا سکے۔ سبھوں کو ایک ترازو میں تولنا کہ وہ لوگ جان بوجھ کر ایسا کر رہے ہیں صحیح نہیں ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو مغرب میں اس برق رفتاری سے اسلام نہیں پھیلتا اور ہم جس آزاد مغربی معاشرہ کے شدید مخالف ہیں یہ اسی کی دین ہے کہ اسلام وہاں اپنی جگہ بنا پا رہا ہے ورنہ اگر سوچئے ہندوستان جیسے حالات وہاں ہوتے تو کوئی مذہب اسلام

Marfat.com

قبول کرنے کے بارے میں سوچ نہیں پاتا۔ کیوں کہ مذہب کی تبدیلی کے بعد ان پر تمام دروازے بند ہو جاتے لیکن مغرب میں ایسا نہیں ہے وہاں کسی کے مذہب کی تبدیلی کو اتنی سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا اور ان کا ذاتی فعل وعمل سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

کسی بھی مسئلہ کے حل کیلئے مذاکرات واحد ذریعہ ہوتے ہیں، ملکی معاملہ ہو، خانہ جنگی ہو یا جنگی، ہر معاملے میں آخری راستہ مذاکرات ہی ہوتا ہے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ اگر ہم پہلے سے ہی ذہن بنالیں کہ یہ فعل عبث ہے تو ہم کبھی تعمیر کی جانب پیش رفت نہیں کر سکیں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کیا تھا جو بہت سے کبار صحابہ کو ناگوار گزرا تھا لیکن آنحضور ﷺ کو ان کے نتائج کے بارے میں معلوم تھا اور وہی نتیجہ نکلا۔ اگر آپ ﷺ معاہدے نہ کرتے تو مختلف ممالک کے فرماں رواؤں کو اسلام لانے کی دعوت نہ ارسال کرتے اور غزوات میں الجھے رہتے۔ مسلمانوں کو مذاکرات کے ذریعہ اسلام کے بارے میں پھیلی غلط فہمیوں کو دور کر کے اسلام کی نشر واشاعت کا راستہ تلاش کرنا چاہیئے۔ آج اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کو تو جانے دیں خود مسلمان بھی نا آشنا ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ منظم انداز میں اسلام کے بارے میں لوگوں کو بتائیں اور اس کے امن و آشتی کا جو پیغام ہے اسے عام کریں۔ یہ تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ علماء کی ذمہ داری اس لئے زیادہ ہوتی ہے کہ وہ خود کو اس کا ذمہ دار گردانتے ہیں۔

علامہ یوسف قرضاوی کی سربراہی میں دوحہ میں اسی طرح کی ایک اور کانفرنس ہوئی تھی جس میں ہندوستانی علماء میں دارالعلوم کے استاذ اور جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا سید ارشد مدنی اور قاری محمد عثمان، فقہ اکیڈمی کے نائب صدر مولانا بدرالحسن قاسمی، اکیڈمی کے سکریٹری اور ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا عتیق احمد بستوی نے شرکت کی تھی۔ جس میں مندرجہ ذیل تجاویز منظور کی گئی تھیں:

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان بقائے باہم، اتحاد اور ترقی کی فضا کو سازگار بنایا جائے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اس طرح کے سمینار ہندوستان سمیت دیگر مقامات پر منعقد کئے جائیں۔ اس کانفرنس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ باہمی تعاون کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔

تعلیم کے موضوع پر یہ بات طے کی گئی کہ جہالت کے خاتمہ کے لئے وسیع پیمانے پر مہم چلائی جائے اور اس کے لئے اسکول و تعلیمی سنٹر قائم کئے جائیں تا کہ لڑکے، لڑکیوں کو زیادہ سے زیادہ

Marfat.com

یونیورسٹی میں تعلیم دلائی جائے۔اس کام کیلئے مزید نئی یونیورسٹیاں کھولنے کی ضرورت ہے۔ایسے کالج کھولے جائیں جوعصری علوم،میڈیا اور ٹکنالوجی پر خاص توجہ دے تا کہ ماہرین، قائدین اور علماء تیار کئے جاسکیں جوحکومتی اور غیر حکومتی اداروں میں کام کرسکیں۔اس کے ساتھ جدید ٹکنالوجی پر خاص توجہ دی جائے گی اور نوجوانوں کو نئی ٹکنالوجی سیکھنے کا موقع فراہم کیا جائیگا اور اس کے لئے مختلف ورکشاپ منعقد کئے جائیں گے اور سنٹر کھولے جائیں گے۔یونیورسٹی اور تعلیمی اداروں کے کاموں کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کو ترقی دینے کیلئے مشترکہ کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی۔یہ بات بھی طے پائی کہ اسلامی اقتصادیات کی تعلیم کے لئے پروگرام منعقد کئے جائیں گے تا کہ اسلامی اقتصادیات کے ماہر علماء تیار کرسکیں اور اسلامی مالیاتی اداروں کے لئے شریعت کے ماہرین تیار ہوسکیں۔

ایک اور تجویز میں یہ بات کہی گئی کہ علماء اور ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے تا کہ وہ اسکولی نصاب کا جائزہ لے کر قابل اعتراض باتوں کی نشاندہی کرے۔صلاحیت کی جستجو کے لئے ورکشاپ بھی منعقد کئے جائیں اور ان ورکشاپوں میں علماء کا انتخاب متعین معیار کی روشنی میں کیا جائے گا۔اس کے لئے حکومت کی عطیات سے استفادہ کیا جائے گا۔اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان قانون اور نظام کے دائرے میں تمام محکمہ سے مالی وسائل کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔تجاویز میں اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ مسلمانوں کے میڈیا اور انفارمیشن سنٹر قائم کئے جائیں گے تا کہ وہ اقلیتوں کے دفاع کے لئے کام کرسکیں۔اس کے لئے مقامی طور پر ٹی وی چینل اور ریڈیو اسٹیشن اور دیگر ذرائع ابلاغ کے قیام پر زور دیا گیا۔ساتھ ہی اس طرح کے کام کو بخوبی انجام دینے کے لئے اقلیتوں کے لئے ایک نیوز ایجنسی قائم کی جائے اور اس نیوز ایجنسی کا رابطہ تمام دیگر نیوز ایجنسیوں سے ہو اور عالم اسلام کے تمام نیوز چینلوں اور خبر رساں ایجنسیوں سے اس کا رابطہ ہو۔مثلاً الجزیرہ، اسلام آن لائن۔وغیرہ۔ان تمام کاموں کو بخوبی انجام دینے کے لئے ماس کمیونی کیشن انسٹی ٹیوٹ کا آغاز کیا جائے۔

کانفرنس میں یہ تجویز بھی منظور کی گئی کہ اقتصادی ترقی اقلیتوں کے لئے بہت ضروری ہے۔اس سمت میں قدم اٹھایا جائے اور طلباء کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ وہ بزنس منیجمنٹ، بزنس اسٹڈیز اور فائنانشیل ڈیولپمنٹ سے متعلق مختلف کالجوں میں داخلے لیں۔اسی کے ساتھ اسلامی مالیاتی ادارے قائم کئے جائیں اور اسلامی بنیادوں پر انشورنس کمپنی قائم کی جائے اور سرمایہ کاری کے

Marfat.com

پروگرام کو ترقی دی جائے تاکہ ہندوستان کے اندر خود مسلم اقلیت کی سرمایہ کاری کے ذریعہ مختلف کام انجام پائے۔ ہندوستان کے بینکوں کو اس بات کے لئے آمادہ کیا جائے کہ وہ اسلامی بینک کی شاخیں کھولیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہوگا کہ زکوۃ کا اجتماعی نظام قائم کیا جائے اور اس سے محتاجوں، کمزور طبقات کے لئے الگ سے بینک قائم کیا جائے۔ تجاویز میں اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ مسلمانوں کو راغب کیا جائے کہ وہ تجارت وصنعت میں کھل کر حصہ لیں اور عرب ممالک مسلم اقلیت کی ترقی کے لئے علاحدہ فنڈ قائم کرے۔ جس سے بغیر سود کے قرض دیا جاسکے اور لوگ وہاں سے قرض لے کر سرمایہ کاری کر سکیں اور اس کے ذریعہ مسلم اقلیت اپنے طور پر ترقی کے لئے سرمایہ کاری فنڈ قائم کرے اور وسیع پیمانے پر سرمایہ کاری کی معلومات کے لئے ٹریننگ سنٹر، ٹیکنکل انسٹی ٹیوٹ ٹریڈ مینجمنٹ کے لئے کالج کھولے جائیں۔

سب سے اہم تجویز یہ منظور ہوئی کہ اتحاد و اتفاق کے موضوع پر خصوصی توجہ دی جائے اور اس کام کے لئے کانفرنس، سیمنار، مذاکرے، مباحثے، گروپ ڈسکیشن رکھے جائیں جس میں تمام موضوعات کا احاطہ کیا جائے اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور ایک دوسرے کے جذبات کو سمجھنے کی طاقت پیدا ہو تاکہ توسع کی راہ ہموار ہو سکے۔ اس کے لئے ضروری ہوگا کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق اور تعاون کی فضا پیدا کرنے کے لئے مختلف مکاتب فکر مختلف اداروں کے طلباء کے تربیتی کیمپ لگایا جائے۔

اس پروگرام میں ہندوستان کے تمام قائدین اور علماء نے معاہدے کے ایک نصاب سے اتفاق ظاہر کیا۔ جن میں چند نکات درج ہیں:

۱ اتحاد دینی فریضہ ہے۔

۲ فروعی مسائل میں اختلافات ہوا کرتے ہیں لیکن اسے ادب کا لحاظ کرتے ہوئے اٹھانا چاہیے۔

۳ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہئے اسے فاسق، فاجر اور گمراہ قرار نہ دے۔

۴ اعتدال اور توازن کا طریقہ سب کو اختیار کرنا چاہیئے اور ہر طرح کے جبر، شدت پسندی کی راہ کو ترک کرنا چاہئے۔

Marfat.com

۵ دوسروں کی رائے کو سمجھنے کے لئے دل ودماغ کو کھلا رکھنا چاہیے۔

دوحہ (قطر) میں تمام ہندوستانی علماء نے ایک معاہدہ نامے پر بھی دستخط کئے تھے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستانی علماء اس پر کب عمل کرتے ہیں۔ امید کی جانی چاہئے کہ ہندوستانی علماء سمیت عالم اسلام کے علماء فروعی اختلافات کو فراموش کر کے امت مسلمہ کو ایک لڑی میں پرونے کا کام کریں گے۔ اب تک جو طاقت مسلکی اختلافات کو ہوا دینے اور شدومد کے ساتھ اس کی مخالفت پر خرچ کی جاتی تھی وہ اب اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف استعمال کی جائے گی۔

اسی طرح کی تیسری کانفرنس شاہ عبداللہ کے ایماء پر اسپین کے صدر کی مہمان نوازی میں اس کی راجدھانی میڈرڈ میں ۱۶ سے ۱۸ جولائی تک منعقد ہوئی جس میں دنیا بھر کے دوسو (۲۰۰) سے زائد عیسائی، یہودی، ہندو، بدھسٹ اور دیگر مذہبی رہنماؤں کو دعوت دی گئی تھی۔ ہندوستان سے غیر مسلم حضرات کو دعوت دی گئی جن میں ہندو لیڈر کرن سنگھ، سوامی اگنی ویش، عیسائی، بدھسٹ اور سکھ لیڈران نے شرکت کی تھی مگر اس میں ہندوستانی علماء میں سے کسی کو دعوت نہیں دی گئی تھی جس کی وجہ سے یہاں کے علماء چراغ پا تھے۔ اسپین جہاں طویل عرصہ تک مسلمانوں کی حکومت رہی تھی اور انہوں نے وہاں وہ سائنسی کارہائے نمایاں انجام دئے تھے جسے آگے بڑھا کر عیسائی اور یہودی سائنس دانوں نے نت نئی ایجادات کر کے دنیا کی کمان اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے ملک کو ترقی یافتہ ہونے میں مدد کی۔ یہاں تیسری بین المذاہب کانفرنس اپنے آپ میں تاریخی قدم تھی جہاں تمام بڑے مذاہب کے علماء نے شرکت کی اور آئندہ بھی اس موضوع پر اپنی بات چیت جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر سعودی عربیہ کے فرمانروا شاہ عبداللہ بذات خود شریک ہوئے اور اتحاد و اخوت اور باہمی بھائی چارہ اور ہم آہنگی کا پیغام دینے کی کوشش کی اور کہا ,,ہماری بات چیت الحاد پر عقیدے کی، بدی پر نیکی کی، ناانصافی پر انصاف کی لڑائی اور جنگ پر امن کی اور نسل پرستی پر انسانی اخوت کی کامیابی کی ضامن بنے گی''۔ شاہ عبداللہ نے کہا کہ وہی شخص جو اس سیارے کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے اس کے اندر اس سیارے کو امن و سکون کا ایک ایسا نخلستان بنانے کی صلاحیت موجود ہے جہاں مختلف مذاہب کے پھول ساتھ ساتھ کھل سکیں، باہمی احترام کا جذبہ فروغ پا سکے اور، مسائل تشدد کے بغیر بات چیت سے حل کئے جا سکیں۔ انہوں نے قرآنی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں کہا

Marfat.com

گیا ہے کہ انسانوں کو ایک مرد اور یک عورت سے پیدا کیا گیا پھر انہیں قوموں اور قبیلوں کی شکل دے دی گئی تا کہ وہ ایک دوسرے کی جانیں اور سمجھیں اور اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ اشرف وہ ہے جو انتہائی پارسا اور پر امن ہوں۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں سرزمین حرمین شریفین سے امت مسلمہ کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ اسلام اعتدال اور رواداری کا مذہب ہے۔ شاہ عبداللہ نے کہا کہ میرے بھائے میں لازمی طور پر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اختلافات کا یہ مطلب نہیں کہ نوبت لڑائی اور محاذ آرائی تک پہنچے، جب کہ مذہب تو اختلافات دور کرنے کا ذریعہ ہونا چاہئے تنازعات کا سبب نہیں یہودی اور مسیحی لیڈروں نے شاہ عبداللہ کے اقدام کو سراہتے ہوئے کہا کہ انہوں نے تمام بڑے مذاہب کے علماء کو ایک جگہ جمع کر کے مذہبی جنون پر سخت حملہ کیا ہے۔ اس سے واضح پیغام جاتا ہے کہ ہمیں ایک چھت کے نیچے بیٹھ کر اپنے اختلافات دور کرنے چاہئیں۔

امریکن یہودی کمیٹی کے ربی ڈیوڈ روزین نے کہا کہ بین المذاہب مذاکرات کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے اور سعودی عرب میں منعقد جلسوں میں سرکاری اسرائیلی نمائندے شریک ہوتے ہیں تو یہ انتہائی تاریخی عمل کا آغاز ہوگا۔ ہندوستان کے بین مذاہب فاؤنڈیشن کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ایم ایم ورما نے بین المذاہب مذاکرات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ معاملہ ایک دو مجلسوں سے حل نہیں ہوگا بلکہ مستقل عمل کی ضرورت ہے اور انہوں نے اپنی تقریر کے دوران متعدد بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا اور ان پر درود بھیجی اس سے بین المذاہب جلسے کی فضا بہت ہی خوشگوار ہوگئی۔

●●●

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
صلی اللہ علی حبیبہ محمد ﷺ و آلہ و اصحابہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا،
بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا،
اے ابن آدم ! میں بیمار ہوا اور تو نے میری مزاج پرسی نہیں کی۔
بندہ عرض کرے گا: اے پروردگار ! میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا
جبکہ تو خود تمام جہانوں کا پالنے والا ہے؟
ارشاد ہوگا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا
اور تو نے اس کی مزاج پرسی نہیں کی۔
کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا
تو مجھے اس کے پاس موجود پاتا۔

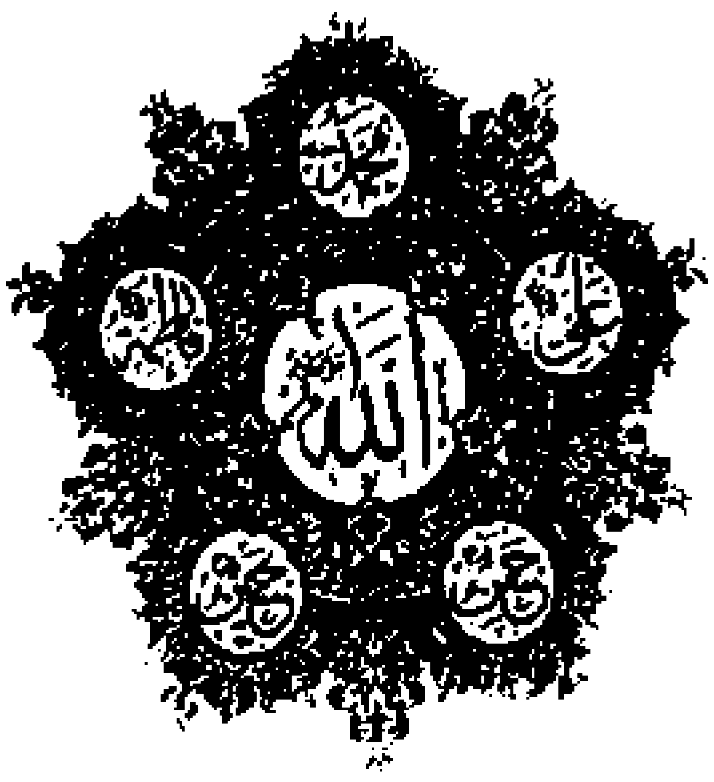

اے ابن آدم ! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا اور تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔
بندہ عرض کرے گا
اے پروردگار ! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا جبکہ تو تمام جہانوں کا پالنہار ہے؟
ارشاد ہوگا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا
اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔
کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اس کا ثواب میری بارگاہ سے پاتا۔
اے ابن آدم ! میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔
بندہ عرض کرے گا: پروردگار ! میں تجھے پانی کیسے پلاتا جبکہ تو رب العالمین ہے۔
ارشاد ہوگا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔
کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اسے پانی پلاتا
تو اس کا ثواب تجھے میرے ہاں سے ملتا۔

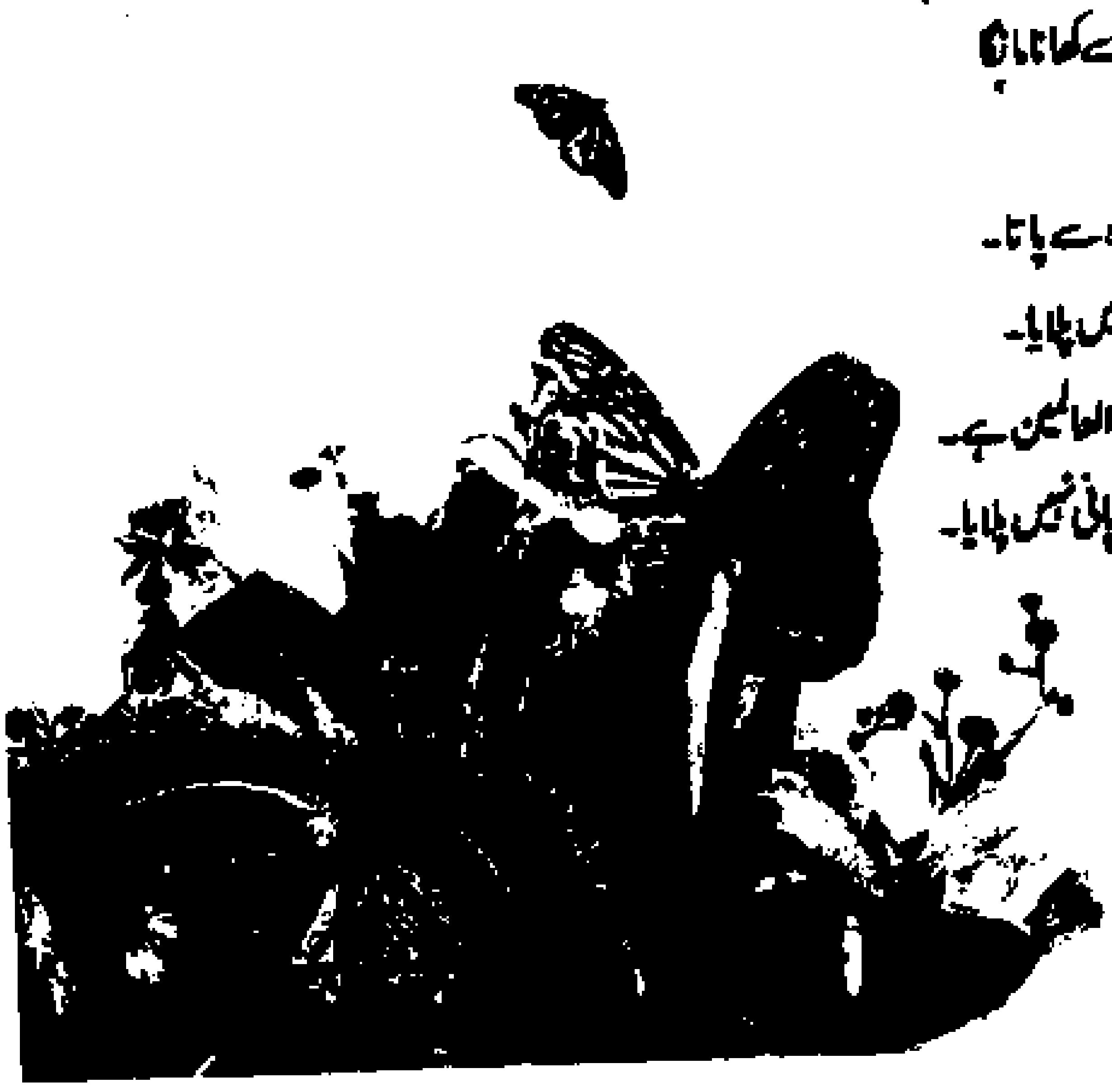

الحدیث رقم ۲۵۶۹ اخرجہ مسلم فی الصحیح
کتاب: البر والصلۃ والآداب،
باب: فضل عیادۃ المریض،

Marfat.com

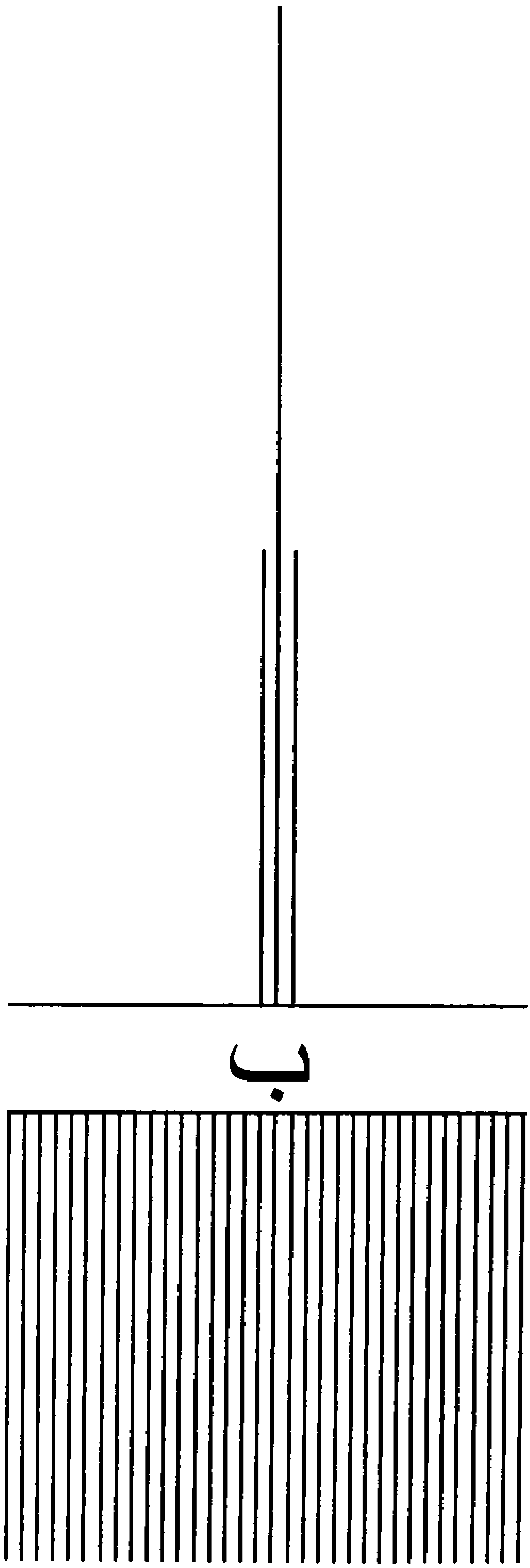

Marfat.com

اقوال زرّیں

جس کا رابطہ

اللہ میاں کے ساتھ ہے

وہ ناکام نہیں ہوتا

ناکام وہ ہوتا ہے

جس کی امیدیں

دنیا سے وابستہ ہوں۔

——— حضرت علیؓ

Marfat.com

ہندوستان کی تعمیر نو میں نوجوانوں کا کردار

کسی بھی ملک کے مستقبل کا انحصار ملک کے نوجوانوں پر ہوتا ہے۔ جس ملک میں تعمیری صلاحیت کے حامل جتنے نوجوان ہوں گے وہ ملک اتنی ہی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت مختلف سطح پر نوجوانوں کے لئے پروگرام مرتب کرتی ہے اور اس کو نافذ کرنے کی کوشش بھی کرتی ہے۔ آج اگر ہندوستان اطلاعاتی تکنالوجی اور کمپیوٹر کے میدان میں آگے ہے تو اس کا سہرا ہندوستان کے سب سے کم عمر وزیر اعظم آنجہانی راجیو گاندھی کے سر جاتا ہے جنہوں نے نوجوان ہندوستان کا خواب دیکھا تھا۔ ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں ہندوستانی نوجوان ملک کا نام روشن کرنے میں پیش پیش ہیں۔ کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جہاں نوجوانوں نے اپنی کم

Marfat.com

عمری میں نصرت وفتح کا جھنڈا بلند نہ کیا ہو۔ ہندوستانی سیاست میں جہاں اب تک طویل بوڑھوں کا تسلط رہا ہے ان کی جگہ اب نوجوان لے رہے ہیں۔ حالات اس حد تک خراب ہیں کہ جس پارٹی میں دیکھیں بزرگ رہنماؤں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ ہندوستانی سیاست کی بدقسمتی ہی کہی جائے گی کہ یہاں سیاست سے ریٹائر ہونے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہاں سیاست سے رخصت دو ہی صورتوں میں ہوتے ہیں یا تو ان کی موت ہوجاتی ہے یا وہ بستر مرگ پر ہوتے ہیں۔

خوش آئند بات ہے کہ اب ملک کے نوجوان سیاست سمیت تمام شعبہائے حیات میں آگے آرہے ہیں اور ملک کی کمان سنبھال رہے ہیں۔ پہلے کی بہ نسبت آج ہندوستانی سیاست میں نوجوانوں کی تعداد کچھ بڑھی ہے اور وہ اسے کیریر کے طور پر اپنانے لگے ہیں۔ اس سلسلے میں راہل گاندھی کا پروگرام ''بھارت کھوج'' یقیناً قابل تحسین ہے۔ اس سے ملک کے خواندہ نوجوان سیاست سے وابستہ ہوں گے اور ہندوستانی سیاست میں بوڑھوں کا دبدبہ کچھ کم ہوگا۔ ملک کے پہلے وزیراعظم اور راہل گاندھی کے پرنانا جواہر لال نہرو نے ''ڈسکوری آف انڈیا'' لکھی تھی اور ان کے پرناتی راہل گاندھی اپنے پرنانا کی اس کتاب کو حقیقت کا روپ دینے کے لئے سیکورٹی کی پرواہ کئے بغیر نکلتے ہیں اور بھارت کھوج یقیناً قابل تعریف قدم ہے۔ اس سے نہ صرف انہیں ہندوستان کو سمجھنے کا موقع ملے گا بلکہ ہندوستان کی غریبی بھی دیکھنے کو ملے گی۔ ہندوستان کی تلاش انہیں ایک نئے ہندوستان سے متعارف کرائے گی جہاں شہروں میں خوش حالی، رنگینیاں، شاپنگ مال اور سیر وتفریح اور تعیش کے بے شمار وسائل دستیاب ہیں وہیں دیہات کے لوگوں کو پیٹ بھرنے کے لئے بہت جتن کرنے پڑتے ہیں۔

راہل گاندھی، عمر عبداللہ، جیوترادتیہ سندھیا، سچن پائلٹ، نوین جندل، ، ملند مرلی دیوڑا، سندیپ دیکشت، محبوبہ مفتی، سید شاہ نواز حسین اور حال ہی میں منتخب ۲۲ سالہ ممبر پارلیمنٹ اچول بیرٔ اکین وغیرہ ایسے نوجوان ممبران پارلیمنٹ ہیں جن سے ملک کی تقدیر وابستہ ہے۔ ان نوجوانوں نے ملک کی سیاست میں اچھی چھاپ چھوڑی ہے۔ یقیناً ملک ان نوجوانوں کے سہارے کامیابی اور ترقی کے اعلی مدارج طے کرے گا۔

ہندوستان میں کل آبادی اس وقت تک (۱۰ جولائی) ایک ارب ۱۱ کروڑ ۹ لاکھ ۹۶ ہزار ۸۹۹ ہے۔ یہاں ہر مہینے ۱۲ لاکھ ۶۷ ہزار ۳۳۳ بچے پیدا ہوتے ہیں اور روزانہ ان کی تعداد ۴۲ ہزار ۴۴۴ ہوتی ہے اور ہر گھنٹے میں ۱۷۶۶ بچے جنم لیتے ہیں اور فی منٹ ۲۹ بچے ہندوستان میں پیدا

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ یہاں مجموعی آبادی میں سے ۴۵ فیصد نوجوانوں اور بچوں کی ہے۔ یہاں کی آبادی کا ۷۰ فیصد حصہ اب بھی گاؤں میں رہتا ہے۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ۳۵ فیصد لوگ ان پڑھ ہیں جب کہ غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق تقریباً آدھی آبادی ان پڑھ ہے۔ حکومت ان کو پڑھا لکھا مانتی ہے جو دستخط کرنا جانتا ہو یا ابتدائی حروف تہجی جانتا ہو۔ ۲۰۰۱ کی مردم شماری کے مطابق کل آبادی میں سے مردوں کی تعداد ۵۳ کروڑ ۷ ۲ لاکھ سات ہزار ۸۷ ہے جب کہ خواتین کی تعداد ۴۹ کروڑ ۵۷ لاکھ ۳۸ ہزار ۱۶۹ ہے۔

حالیہ مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی آبادی میں نوجوانوں کا اضافہ ہوا ہے۔ آج ملک کی ستر فیصد آبادی کی جو عمر ہے وہ ۳۵ سال سے کم ہے، اس کو دوسرے لفظوں میں ہم اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان نوجوانوں کا ملک بنتا جارہا ہے یعنی نوجوان ہو رہا ہے۔ ۳۵ سال سے کم عمر کی اس آبادی میں سے ۳۸٫۸ فیصد لوگ پندرہ سے ۳۴ سال کے درمیان ہیں اور تقریباً ۲۳۰ میلین آبادی ایسی ہے جو ۱۰ سال سے ۱۹ سال کے درمیان ہیں۔ اس طرح سے آج کے ہندوستان کا ہر دوسرا شخص نوجوان ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۲۰۲۰ تک ہندوستانی نوجوانوں کی اوسط عمر ۲۹ سال ہوگی۔ جب کہ چین اور امریکہ میں ۳۷، یوروپ میں ۴۵ اور جاپان میں ۴۸ ہوگی۔

نوجوانوں کی اتنی بڑی تعداد ہمیں یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ ہم اس کا صحیح طریقے سے استعمال کریں۔ اس کے لئے ضروری ہوگا کہ ہم نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا بہتر انتظام کریں اور اتنی بڑی افرادی قوت کا ہم اگر صحیح جگہ استعمال کرتے ہیں تو وہ دن دور نہیں جب ہم پوری دنیا پر حکومت کریں گے۔ اس کے برخلاف اگر ہم نے اس کا صحیح استعمال نہیں کیا تو یہ ہمارے لئے ایک بوجھ بھی بن سکتا ہے۔

لیکن آئینے کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ اگلی دہائی تک اگر نوجوانوں کی صحیح تعلیم وتربیت نہ کی گئی تو ہندوستان تابناک مستقبل کی بجائے ناکامی کے تاریک دلدل میں پہنچ جائے گا۔ آج ہندوستانی سماج میں نوجوانوں کے مسائل اور مفادات پر شاید ہی کوئی مستحکم اور مثبت قدم اٹھایا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بے روزگار نوجوانوں کی ایک لمبی فوج کھڑی ہوتی جارہی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ۲۰۰۰ سے ۲۰۰۵ تک تعلیم یافتہ باروزگار نوجوانوں کی تعداد میں گراوٹ آئی ہے۔ اس دوران سکینڈری اسکول سے ڈگری تک چھ سے سات فیصد نوجوان ہی پہنچ پائے۔ اس کے برعکس تعلیم

Marfat.com

یافتہ نوجوان لڑکیوں کی حالت اور بھی خستہ ہے۔ دیہی خواتین گریجویٹ کی تعداد میں ۳۴ فیصد کی کمی درج کی گئی ہے۔ شہری علاقے میں ہائی اسکول سے گریجویشن تک ۲۰ فیصد یا اس سے زیادہ۔ آج کل کال سنٹروں، بی پی او، کے پی او وغیرہ کا کافی شہرہ ہے لیکن اس کے اندر جھانک کر دیکھیں تو صورت حال مختلف نظر آئے گی۔ اس میں نوجوانوں کا ایک خاص طبقہ ہی نظر آتا ہے۔ دنیا میں اس وقت نوجوانوں کی تعداد آبادی کے لحاظ سے نصف ہے۔ یعنی تقریباً تین بلین۔ اس میں پچاس کروڑ نوجوانوں کی آمدنی یومیہ صرف دو ڈالر ہے۔ ان میں سے تیس کروڑ اسی لاکھ نوجوان وہ ہیں جن کی آمدنی صرف ایک ڈالر یومیہ ہے۔ ۵۰۰ میلین میں سے ۷۰ فیصد نوجوان ایشیا میں رہتے ہیں۔

جو لوگ ملازمت میں ہیں ان کے بھی مسائل بہت اہم ہیں جس پر کبھی توجہ نہیں دی گئی۔ ان میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ نوجوانوں کی بڑی تعداد ایسی ہے جنہیں ان کے کام کے حساب سے اجرت نہیں ملتی۔ ان میں بہت سے نوجوان وہ ہیں جو اپنی صلاحیت اور قابلیت سے نچلے درجے میں کام کر رہے ہیں کیوں کہ انہیں صلاحیت کے مطابق کام نہیں مل پاتا۔ اس سے ان کے اندر محرومی اور کمتری کا احساس پیدا ہوتا ہے جوان کی شخصیت کے نشو ونما میں منفی رول ادا کرتا ہے۔

آج اس بات کی ضرورت ہے کہ نوجوانوں کو ملک کی پالیسی سازی اور ملک کے مستقبل کے لئے فیصلہ کرنے میں ان کو جمہوری انداز میں شامل کیا جائے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ملک کی فلاح بہبود میں تر و تازہ دماغ کا اہم رول ہوگا۔ ملک ترقی کے نئے منازل طے کرے گا اور ساتھ ہی ساتھ ان نوجوانوں کی بھی حوصلہ افزائی ہوگی۔

ہر دور میں نئی نسلوں نے ملک کی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے خاص کر ۲۱ ویں صدی میں نوجوانوں کا رول کئی معنوں میں اہم ہے۔ نوجوانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے اپنی محنت و مشقت کے بل پر کامیابیاں حاصل کی ہیں وہیں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جنہوں نے نام اور شہرت بھی حاصل کی ہے اور دولت بھی اور وہ اپنے میدان میں مسلسل کامیابی و کامرانی حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ جیسے کہ کھیل میں نارائن کیتری کین اور ثانیہ مرزا، کونیرو ہمپی، مہندر سنگھ دھونی، عرفان پٹھان، ابھینو بندرا، راجیہ وردھن راٹھور، سچن تندولکر، انل کمبلے وغیرہ کے نام لئے جا سکتے ہیں۔

ہندوستان کے ہونہار نوجوان جو ملک اور بیرون ملک ہندوستان کا نام روشن کر رہے ہیں اور اس کی ترقی میں اپنا حصہ ادا کر رہے ہیں، ان میں چند کے نام یہ ہیں۔ نیوز ویک کے ایڈیٹر فرید

Marfat.com

ذکریا، امریکہ کے ریاستی گورنر بابی، اندرانوئی، کلپنا چاولہ، سنیتا ولیم، اروندھتی رائے، راجدیپ سردیسائی، برکھادت، دیپانگ گاندھی، جینتو کمار تاپدار میڈیکل انونشن، انوراگ ٹنڈن میڈیکل انونشن، کوشی اپین میڈیکل انونشن، سنیل گپتا اکیڈمک لیڈرشپ، پردیپ کمار اکیڈمک لیڈرشپ، کری ویپا رابعہ انسانی حقوق، ششانک گوئل انوارمنٹل لیڈرشپ، اراجاو اشرما سائنس وتکنالوجی وغیرہ شامل ہیں۔ نینو تکنالوجی کے میدان میں سبیر بھاٹیہ نمایاں نام ہے۔ سب سے بڑی بات جو ہندوستانیوں کے لئے قابل فخر ہے وہ ہے چنئی کا وشنے آنندس جنہوں نے ۱۶ سال کی عمر میں سافٹ ویئر انجینئر بن کر ایک مثال قائم کی ہے۔ اسی طرح فیشن کے میدان، میں سریلی گوئل، قانون میں مانالی سنگھل، میڈیا میں سونیا ورما، مینکا دوشی، سماجی خدمات میں مکتی دتہ، بینک میں مادھوری پوری پوچ نمایاں ہیں۔

اس سے ملک کے نوجوانوں کو یہ پیغام ضرور پہنچے گا کہ ,,ہندوستان کی تشکیل نو میں'' ان کے کردار کی کیا اہمیت ہے اور وہ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔

●●●

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا

خوشحالی آتی ہے

—— قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے

—— اللہ کا شکر ادا کرنے سے

—— گناہوں سے معافی مانگنے سے

—— صبح کے وقت سورۃ یٰسین اور

شام کے وقت سورۃ الواقعہ پڑھنے سے

—— پانچوں وقت کی نماز پڑھنے سے

—— غریبوں اور مجبوروں کی مدد کرنے سے

—— ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے

Marfat.com

عمرانہ اور نیشنل میڈیا

ہندوستانی میڈیا میں مسلمانوں سے متعلق جتنی بھی رپورٹیں شائع ہوتی ہیں ان میں زیادہ تر منفی یا حقائق پر مبنی نہیں ہوتیں زیادہ تر رپورٹیں کسی نہ کسی شخص اور تنظیم کے اشارے پر لکھی جاتی اور شائع کی جاتی ہیں۔اس میں نہ صرف فرقہ پرست قومی میڈیا کے صحافی (جن کی اکثریت ہے) شامل ہوتے ہیں بلکہ اعلیٰ حکام بھی اس کے پس پشت ہوتے ہیں۔اس کی ایک مثال گزشتہ سال مردم شماری کی رپورٹ تھی جس میں جان بوجھ کر مسلمانوں کی آبادی کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا تھا اس کے بعد بھارتیہ جنتا پارٹی سمیت تمام فرقہ پرست تنظیموں نے مسلمانوں

Marfat.com

کے خلاف واویلا مچانا شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ تصحیح شدہ رپورٹ جاری کر دی گئی۔ لیکن اس کے باوجود اس طرح کی تنظیمیں مسلمانوں کو نشانہ بناتی رہیں اور صحیح رپورٹ کو ان لوگوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہی صورت عمرانہ معاملہ میں درپیش ہے۔ جائداد کے جھگڑے کو کس طرح دوسری شکل دیکر طوفان برپا کیا گیا ہے۔

چھوٹے سے لے کر بڑے نام نہاد سماجی کارکن، معاشرتی زندگی سے مایوس، عائلی زندگی سے راہ فرار اختیار کرنے والی اور خوشگوار ازدواجی زندگی کے لطف سے محروم خواتین کے واویلا مچانے کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ قومی میڈیا (الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا) نے اسے جم کر اچھالا۔ ایسا محسوس ہونے لگا کہ اسلامی معاشرہ میں عورتوں کے ساتھ صرف جبر اور تشدد ہی معاملہ ہے۔ اس طرح انہوں نے مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے ایک طویل اور منصوبہ بند مہم شروع کر دی۔

عمرانہ کے حق میں گھڑیالی آنسو بہانے کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ تمام سیاسی پارٹیوں کو عمرانہ کے حقوق کی حفاظت کی فکر ستانے لگی اور اس بہانے مسلم پرسنل لاء کے خلاف میدان میں کود پڑیں۔ مارکسی کیمونسٹ پارٹی جو ان جھمیلوں سے ہمیشہ دور رہا کرتی تھی انہوں نے بھی بیان دینا ضروری سمجھا اور مسلم پرسنل لاء اور شریعت میں تبدیلی کی بحث شروع کر ڈالی۔ سی پی آئی ﴿ایم﴾ کی ایک سرگرم خاتون سبھاشنی علی نے تو باضابطہ مظفرنگر میں علماء کے خلاف مظاہرہ کیا۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کو تو جو ہمیشہ اس طرح کے موقع کی تاک میں رہتی ہے، مسلمانوں اور اسلام کو ہدف ملامت بنانے کا سنہری موقع مل گیا۔ انہوں نے بھی مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کا مطالبہ کر ڈالا۔ یہ وہ پارٹیاں ہیں جن کے اراکین اور پارٹی کی حلیف تنظیموں کے ممبروں اور رنگروٹوں نے گجرات میں ہزاروں عورتوں کی عصمت دری کی اور ان میں سے بہتوں کو زندہ جلا ڈالا۔ انہوں نے عورتوں سے ہمدردی کا یہ ثبوت دیا کہ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا اور قتل کر دیا۔ آج بھی ہزاروں کی تعداد میں ایسی عورتیں ہیں جن کے کئی کئی بچے ہیں ان کے پاس نہ کھانے کا انتظام ہے اور نہ رہنے کو چھت۔ لیکن ان کے اس حالت زار کے بارے میں خبر لینے کے لئے کوئی سامنے نہیں آیا ہے نہ سیاسی پارٹی اور نہ قومی میڈیا اور خواتین کی تنظیمیں۔ سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے عمرانہ کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔ ان کے پانچ بچے ہیں ان کا کیا ہوگا۔ یہی سوال قومی میڈیا اور

Marfat.com

سیاسی پارٹیوں سے کیا جانا چاہئے کہ ان ہزاروں مسلم خواتین اوران کے بچے کا کیا ہوگا جن پر ظلم کرنے والے آج بھی دندناتے پھر رہے ہیں وہ مظلوم اور بے سہارا عورتیں اپنی زندگی کیسے گزاریں گی۔ان کے کھانے پینے اور بچوں کی تعلیم کا انتظام کیسے ہوگا۔

عمرانہ کے معاملہ کو میڈیا نے ان قیاس آرائیوں اور افواہوں کو لے کر طول دیا کہ مولویوں نے عمرانہ کو مبینہ زانی سسر کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور ساری بات عمرانہ کے بارے میں کہی گئی ہیں جب کہ ان کے سسر کو چھوڑ دیا گیا۔جب یہ واقعتاً ایسا کوئی معاملہ ہے نہیں اور نہ ہی عمرانہ کے نام پر کوئی فتویٰ جاری ہوا ہے۔اسلامی شرعی قانون کے مطابق شادی شدہ زانی کے لئے سنگسار کر کے موت کے گھاٹ اتارنے کی سزا ہے۔ اگر ہمارے علماء کرام نے یہ فتویٰ دیا ہوتا کہ عمرانہ کے سسر کو موت کی سزا دی جائے تو آج معاملہ الٹا ہوتا۔موضوع بحث عمرانہ کے بجائے ان کا سسر ہوتا اور یہ کہا جاتا کہ مسلمان ہندوستان میں اسلامی قانون ﴿فوجداری﴾ نافذ کرنا چاہتے ہیں۔مذہب اسلام وحشیانہ مذہب ہے، اس طرح کوئی مولوی یا مدرسہ کسی کو موت کی سزا کیسے سنا سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اسلام کا مقصد ہی معاشرتی خرابیوں پر روک لگانا ہے۔اگر اس طرح کے واقعات پر خاموش رہا جائے تو عزت و ناموس کی وقعت ہی ختم ہو جائے گی اور کوئی بیٹی باپ سے، بہو خسر سے، بھابی دیور سے محفوظ نہیں رہے گی۔اس طرح کے حکم کا مقصد فقط معاشرتی برائیوں پر لگام لگانا ہے۔

قومی میڈیا اور ہندوستان کی تمام سیاسی پارٹیوں کو عمرانہ یا مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے وہ تو صرف اس آڑ میں مسلمانوں اور اسلام پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اگر آج اس طرح کے واقعات مسلمانوں میں ہوتے ہیں تو قومی میڈیا ہفتوں اس بہانے مسلمانوں کو ذلیل کرتا رہتا ہے لیکن ہندو فرقہ پرست یا ہندو تنظیموں یا کسی اور غیر مسلم کے ذریعہ مسلمانوں کا استحصال ہوتا ہے اور مسلم خواتین کے ساتھ دست درازی ہوتی ہے تو ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی یا تو وہ اس خبر کو سرے سے حذف کر جاتے ہیں اگر جگہ دی بھی جاتی ہے تو ایسی جگہ جہاں عام طور پر قارئین کی نظر نہیں پڑتی۔

دوسری طرف مسلم تنظیموں نے بھی بہت اچھا کردار ادا نہیں کیا۔وہ بھی شہرت کے پیچھے بھاگتی رہیں۔چھوٹے سے بڑے مولوی صاحبان ٹی وی کے سامنے آنے اور دکھنے کے لئے بے چین نظر

Marfat.com

آئے۔اس کے لئے انہوں نے جتنے بھی الٹے سیدھے بیانات ہو سکتے تھے دئے، وہ لوگ بھی اس معاملہ میں کافی سرگرم نظر آئے جن کا دور دور تک شرعی مسائل سے کوئی واسطہ نہ تھا نہ تو وہ اس کو پڑھتے ہیں اور نہ جانتے ہیں لیکن پھر بھی ان لوگوں نے اپنی رائے دینا ضروری سمجھا۔معاملہ یہاں تک پہنچا کہ سارا معاملہ شک وشبہات کے دائرے میں آ گیا ایک صحیح الدماغ آدمی کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا کہ کون صحیح ہے اور کون غلط۔کچھ تنظیموں نے عمرانہ معاملہ کے بارے میں بذات خود تفتیش کرنے کی کوشش کی لیکن معاملہ اتنا بگڑ چکا تھا کہ اس کی تفتیش اس کے مصداق ہو گئی کہ ''جنگل میں مورنا چا کس نے دیکھا'' پہلے تو یہ لوگ بیان بازی میں الجھے رہے جب ہر طرف سے معاملہ الجھ گیا اور مسلمان، اسلام اور شریعت پر انگلیاں اٹھنے لگیں اور شریعت میں تبدیلی کی مانگ ہونے لگی تب وہ لوگ جاگے۔ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس واقعہ کے روشنی میں آتے ہی اہم مسلم تنظیمیں زندگی کے تمام شعبے کی اہم شخصیات پر مشتمل نمائندہ وفد بھیجتیں تا کہ حقیقی صورت حال کا اندازہ ہوتا لیکن مسلم تنظیمیں سانپ کی لکیر پیٹنے میں زیادہ یقین رکھتی ہیں۔

اس لئے مسلمانوں کو اور خاص طور پر مسلم دانشوروں کو جو فتاوے کی پیچھے پڑے ہیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس طرح کے واقعات وقوع پذیر نہ ہوں اور اس طرح کے واقعات کی روک تھام کے لئے معاشرے میں نظم وضبط احساس ذمہ داری اور مذہبی بیداری پیدا کریں اور حلال وحرام کی تمیز سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

●●●

Marfat.com

ہندی میڈیا

ہندی میڈیا آج ''ہندوتو'' میڈیا بن گیا ہے جو صرف بے سر پیر کی باتیں پھیلاتا ہے۔ جھوٹی باتیں کیسے پھیلائی جائیں یہ باتیں ہندوستانی میڈیا سے بخوبی سیکھی جاسکتی ہیں۔ ہندی نیوز چینل دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہ دیوکی نندن کھتری (۱۹۱۳۔۱۸۶۱) کے ناول ''چندر کانتا'' کا سیریل دیکھ رہے ہوں جس میں مکر و فریب، جھوٹ بولنا، دھوکہ دینے کے لئے نئے نئے طریقے وضع کرنا، روپ بدل بدل کر مکر کرنے میں ایک دوسرے سے بازی مارنا قابلیت کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ یہی حال ہندی میڈیا اور ہندی نیوز چینل کا ہے۔ وہ مسلمانوں کے تعلق سے غلط فہمی پھیلانے اور انہیں بدنام کرنے میں ایک چینل دوسرے چینل سے بازی کرنے میں سبقت کر رہا ہے۔

Marfat.com

یہ نیوز چینل کا نہیں بلکہ ویوز چینل کا کردار ادا کر رہا ہے جس میں خبریں نہ کے برابر اور ان کی خباثتیں زیادہ ہوتی ہیں وہ مسلم دشمنی کا زہر جم کر انڈیلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

گزشتہ چند برسوں میں ہندوستان کے مختلف علاقے میں بم دھماکے ہوئے ہیں جس میں سیکڑوں معصوم انسانوں کی جانیں تلف ہوئی ہیں جو کہ قابل مذمت ہے اور کسی بھی طرح سے اسے جائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ بم دھماکہ کوئی بھی کرے اس میں انسان ہی مرتے ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ صرف یہاں کے سیاست داں یہ جانتے ہیں کہ کون ہندو اور کون مسلم ہے لیکن بم کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے کون مرے گا۔ لیکن یہاں کی میڈیا کو قصوروار صرف مسلمان نظر آتا ہے۔ مندر میں دھماکہ ہو تو مسلم، مسجد میں ہو تو مسلم، بازار میں ہو تو مسلم غرض کہیں بھی دھماکے ہو ایک پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے تحت مسلمانوں کا نام لے لیا جاتا ہے کیوں کہ میڈیا، پولیس اور خفیہ ایجنسیوں سے یہ کوئی بھی نہیں پوچھتا کہ تم نے کس ثبوت کی بنیاد پر مسلمانوں کا نام لیا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ دھماکہ سے عین قبل تک پولیس کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ دھماکہ ہونے والا ہے لیکن دھماکہ کے بعد فوراً وہ نہ صرف تنظیم کی شناخت کر لیتے ہیں بلکہ انہیں دھماکہ کرنے والوں کا نام بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ یہ سب بتانے کے لئے کافی ہے کہ دھماکہ کون کرتا ہے، کون کراتا ہے اور اس کا فائدہ کس کو پہنچتا ہے۔

آج ہندوستان کے ہندی اور بعض انگیزی اخبارات کا یہ حال ہے کہ یہ اخبار کم سنگھ پریوار کا ترجمان زیادہ لگتے ہیں۔ مسلم مخالف خبریں شائع کرنے میں یہ اخبارات کافی آگے رہتے ہیں اور مسلمانوں کے مثبت سوچ کے بارے میں یہ اخبارات بالکل خاموش رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے پروگرام ہوتے ہیں لیکن ان میں خبریں نادارد۔

مثال کی کوئی کمی نہیں ہے۔ لیکن اس وقت مجھے زبردست صدمہ پہنچا جب میں نے تہلکہ کے ایڈیٹر کے پریس کانفرنس کے بارے میں جو انہوں نے ناناوتی کمیشن کے جھوٹ کا پلندہ کا پول کھولنے کے لئے کیا تھا لیکن دہلی کے اخبارات نے اس کا بائیکاٹ کیا تھا۔ ہندی یا انگریزی کے کسی بھی اخبار میں اس سے متعلق خبریں نہیں تھیں۔ سارے اخبارات کو بالکل سانپ سونگھ گیا۔ تاکہ ہندوستانیوں کو حقیقت سے کوسوں دور رکھا جاسکے اور گودھرا کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں وہ برقرار رہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستانی آئین کے مطابق جب تک کسی بھی ملزم پر جرم ثابت نہیں ہو جاتا وہ اس وقت تک

Marfat.com

مجرم نہیں کہلاتا۔ یہ بات ہر صحافی کو معلوم ہے لیکن یہاں کے اخبارات کے رپورٹر بے سر پیر اور من گھڑت باتوں کے سہارے پوری مسلم کمیونٹی کو دہشت گرد ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ خبر نویسی کا یہ اصول ہے کہ دونوں جانب کی بات دی جاتی ہے لیکن ہندی کے اخبارات اور نیوز چینل میں صرف پولیس کا بیان شائع ہوتا ہے۔ پولیس کے جھوٹے بیان کو عدالت کا فیصلہ تسلیم کرلیا جاتا ہے اور اس طرح ایک بے گناہ جیتے جی موت کی زندگی گزارتا ہے۔ پولیس اپنی ناکامی کو چھپانے کے لئے ہمیشہ بے قصور لوگوں کو پکڑتی رہی ہے۔ یہ بات پولیس کے بارے میں درجنوں رپورٹوں میں کہی گئی ہے۔ یہاں کے اخبارات نے بھی لکھا ہے لیکن یہاں کے اخبارات یہ باتیں اس وقت لکھتے ہیں جب معاملہ ہندو کا ہو۔ بم دھماکے کے سارے ثبوت، قرائن اور آثار چیخ چیخ کر یہ کہتے ہیں کہ بم دھماکہ کس نے کیا ہے اور اس کا فائدہ کس کو پہنچے گا۔ لیکن کوئی بھی ہندی میڈیا اس جانب توجہ نہیں دیتا۔ بلکہ ہندی میڈیا کا کام ہندو دہشت گردوں کے کارناموں کو مسلمانوں کے سر تھوپ کر انہیں سلاخوں کے پیچھے پہنچانا ہوتا ہے۔ ہندی نیوز چینل این ڈی ٹی وی اور سی این این۔ آئی بی این نے بہت حد تک اپنے آپ کو معتدل رکھنے کی کوشش کی اور وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔

کانپور، ناندیڑ، پربھنی اور دیگر مقامات میں ہونے والے بم دھماکے اور بم بناتے ہوئے ہندو پکڑے گئے لیکن ہندی میڈیا خاموش رہا۔ یہاں اخبارات اور نیوز چینل کے رویے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جب مسلمان دھماکہ خیز مادے کے ساتھ پکڑے جاتے ہیں یا پولیس ان کے سر یہ الزام تھوپ دیتی ہے تو ان سے پورے ملک کو خطرہ ہوتا ہے، اس دھماکہ خیز مادہ سے وہ پارلیمنٹ، لال قلعہ، اکشر دھام مندر اور تمام وی وی آئی پی کو ختم کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ لیکن جب کبھی ہندو دھماکہ خیز مادہ کے ساتھ گرفتار کیا جاتا ہے ہندی میڈیا کو سانپ سونگھ جاتا ہے اگر چھپتی بھی ہے تو چھوٹی سی خبر اور دوسرے دن وہ سرے سے غائب ہو جاتی ہے۔ شاید اخبارات اور نیوز چینل کے نزدیک ہندو کے پاس جو دھماکہ خیز مادہ تھا اس سے کوئی ہلاکت نہیں ہوتی بلکہ اس سے دھماکہ کرنے سے گیندے کے پھول بکھرتے ہیں۔

●●●

Marfat.com

خواتین، بچے اور تشدد

گھریلو تشدد معاشرہ کا ایسا ناسور ہے جس کا شکار کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی صورت میں روز اول سے ہی خواتین ہوتی چلی آرہی ہیں۔ پہلے اس کی وجہ شاید تعلیم کی کمی تھی لڑکیاں چوں کہ تعلیم یافتہ نہیں ہوتی تھیں اس لئے بہ آسانی گھریلو تشدد کا شکار ہو جایا کرتی تھیں لیکن آج کا معاشرہ تعلیم یافتہ ہے خواتین ہر میدان میں نمایاں خدمات انجام دے رہی ہیں، چھوٹے سے لے کر بڑے بڑے عہدے پر وہ فائز ہیں، کئی مملکت کی سربراہی بھی کر رہی ہیں۔ ہندوستان کی قومی سیاست خواتین کے اردگرد گھوم رہی ہے کئی ریاستوں کے وزراء اعلیٰ خواتین ہیں یہاں تک کہ اب خواتین پولیس کی سربراہ بھی ہو رہی ہیں لیکن اس کے باوجود گھریلو تشدد میں کمی کا کوئی رجحان نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

ہندوستان میں خواتین کے ساتھ گھریلو تشدد بہت سنجیدہ معاملہ ہے۔ یہاں جس طرح خواتین نے تمام شعبہائے حیات میں اپنی صلاحیت اور قابلیت کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں پھر بھی خواتین کے ساتھ تشدد کا معاملہ عام ہے۔ یہاں مجموعی تعداد میں سے ۴۹۔۱۵ برس کی عمر کی ایک تہائی خواتین کے ساتھ تشدد روا رکھا جاتا ہے اور ۳۵ فیصد خواتین کے ساتھ جنسی یا جسمانی زیادتی کی جاتی ہے۔ یہ معاملہ عام خواتین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ شادی شدہ خواتین کے ساتھ بھی ہے۔ پانچ خواتین میں سے ۲ یعنی ۳۷ فیصد خواتین اپنے شوہروں کے جنسی اور جسمانی تشدد کا شکار بنتی ہیں۔ جسمانی تشدد میں عورتوں کو تھپڑ مارنا، بال کھینچنا، دھکے دینا اور کچھ پھینک کر مارنا معمول کی بات ہے۔ ۳۴ فیصد شادی شدہ خواتین اپنے شوہروں سے تھپڑ کھاتی ہیں۔

تقریباً ۴۶ فیصد شادی شدہ خواتین جو پڑھی لکھی نہیں ہے وہ اس کا شکار ہیں۔ اسی طرح ۴۷ فیصد وہ خواتین اس کا شکار ہوتی ہیں جن کے شوہران پڑھ ہیں۔ صرف ۱۶ فیصد شادی شدہ خواتین ایسی ہیں جنہیں جسمانی اور جنسی زیادتی کا شکار نہیں ہونا پڑا ہے۔ ۲۷ فیصد خواتین ایسی ہیں جنہیں اپنے رشتہ داروں سے جسمانی اور جنسی تشدد کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کے علاوہ ہماچل پردیش میں ۶ فیصد، ۱۳ فیصد جموں وکشمیر اور میگھالیہ، ۴۶ فیصد مدھیہ پردیش اور راجستھان میں اور ۵۹ فیصد بہار اور دیگر ریاستوں میں عورتوں کے ساتھ جسمانی اور جنسی زیادتی کی جاتی ہے۔

دنیا کے تقریباً تمام ممالک کا خواہ وہ ترقی یافتہ ہوں یا ترقی پذیر یا تیسری دنیا کے ممالک۔ تشدد، استحصال، عدم مساوات، امتیاز اور صحت عامہ ایک ایسا سنگین مسئلہ ہے جس کی قیمت ان ممالک کے افراد کو بہرصورت چکانی پڑتی ہے۔ تشدد کے شکار اکثر وبیشتر غریب افراد ہوتے ہیں۔ مبہم اقتصادی پالیسی، غیر یقینی سیاسی حالات، معاشرتی پیچ وخم، ثقافتی نظریات کی بناء پر پھیلی دنیا بھر میں ناراضگی اور تشدد دوسروں کے مقابلے میں عورتوں اور بچوں پر زیادہ قہر برپا کرتے ہیں۔ یہ تشدد عورتوں کو ہر پہلو کو اور ہر مرحلہ پر زبردست نقصان پہنچاتا ہے۔ دنیا کے کچھ حصوں میں خاص کر جنوبی ایشیا میں لڑکیوں کو رحم مادر میں مار ڈالنا، نوزائیدہ بچیوں کا قتل تشدد کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ برطانوی طبی جریدے ''برٹش میڈیکل ریسرچ'' میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق مرنے والوں میں بچیوں کی تعداد زیادہ تھی جو اچانک اور نامعلوم وجوہات کی بناء پر موت کا شکار ہوگئیں۔ جریدے کے جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی

Marfat.com

وجوہات میں سماجی ناہمواری، سہولتوں کا فقدان، معاشرتی محرومیاں ہیں۔ گزشتہ پانچ برس کے دوران لڑکیوں کی شرح اموات لڑکوں کے شرح اموات سے ایک تہائی زیادہ تھی۔

دوسرے شعبے میں تشدد بظاہر کم دکھائی دیتا ہے لیکن اس کے اثرات کم نہیں ہوتے، غذا کی عدم دستیابی، طبی سہولیات کے فقدان کی وجہ سے بے شمار چھوٹے بچے خاموشی کے ساتھ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ یہ چھوٹی بچیوں کے لئے اور بھی زیادہ خطرہ کی بات ہوتی ہے نوزائیدہ اور چھوٹے بچوں کو تشدد کا پہلا سامنا سب سے پہلے اپنے والدین سے ہوتا ہے۔ عدم مساوات اور استحصال کی وجہ سے خواتین کی کمزور حیثیت ﴿بے سہارا ہونا﴾ بچوں کے لئے اور بھی خطرہ بن جاتی ہے۔ خواتین کی خراب صحت، ایام حمل میں مقوی غذا کی کمی، زچگی کے دوران صحیح دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے ہر سال ۸۰ لاکھ مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں یا پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ نگارا گوا میں ایک مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ اپنے شریک حیات کے ہاتھوں جنسی تشدد کی شکار خواتین کے بچوں کی پانچ سال کی عمر سے پہلے موت کا اندیشہ دوسرے بچوں کے مقابلے میں چھ گنا زیادہ ہوتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق صرف امریکہ میں ہر سال ۲۰ سے ۴۰ لاکھ عورتیں اپنے شوہروں کے ہاتھوں تشدد کا سامنا کرتی ہیں۔ جنسی تعلقات کے معاملے میں جبر کا شکار ہونے والی خواتین کے بچے نقص تغذیہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بیماری اور دیگر امراض کی زد میں ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں کا بیماری سے لڑنے کے لئے لگائے جانے والے ٹیکے یا دست ہونے پر او آر ایس سے علاج کا امکان بھی کم رہتا ہے۔

گھریلو تشدد کا معاملہ صحت، قانونی، اقتصادی، تعلیمی، ترقی اور اس سے بھی زیادہ انسانی حقوق سے وابستہ ہے۔ یہ تہذیب، درجہ بندی، تعلیمی سطح، آمدنی، ذات پات اور عمر کی قید سے آزاد ہے۔

امریکہ میں ہر نو ﴿۹﴾ سیکنڈ میں ایک عورت کے ساتھ جسمانی تشدد کیا جاتا ہے، البانی کریک نامی ادارہ کے مطابق آسٹریلیا میں ۶۰ فیصد لوگوں نے تسلیم کیا ہے کہ عورتوں پر تشدد کی موجودہ سطح میں ۱۴ فیصد کا اضافہ ہوا ہے اور ۳۲ فیصد خواتین کو کبھی نہ کبھی تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امریکہ میں ہی ہر دن چار اور سالانہ ۱۴۰۰ عورتیں گھریلو زدوکوب میں ہلاک ہوتی ہیں۔ ان میں زیادہ تر ہاتھ ان کے شوہر یا بوائے فرینڈ کا ہوتا ہے۔

امریکہ جیسے کھلے معاشرہ میں جہاں کسی عورت کے ساتھ مرضی سے مباشرت جرم کے زمرہ میں داخل نہیں ہے، وہاں ہر سال ایک لاکھ ۳۲ ہزار خواتین عصمت دری اور عصمت دری کی کوشش کا

Marfat.com

شکار ہوتی ہیں۔ عصمت دری کرنے والوں میں آدھے سے زیادہ آشنا ہوتے ہیں، بہت سی خواتین دو سے چھ بار اس استحصال کا شکار ہوتی ہیں لیکن اس کی رپورٹ درج نہیں کرائی جاتی۔ ہر سال ۱۲ لاکھ خواتین جبری آبروریزی کی زد میں آتی ہیں، دست درازی کرنے والے یہاں بھی پرانی پہچان والے یا نئے دوست ہوتے ہیں۔ اس طرح کے تشدد کا شکار ہونے والی عورتوں میں نوجوان، اکیلی رہنے والی، مطلقہ، کم آمدنی والی اور کنواری ہوتی ہیں۔ بیس سے چالیس لاکھ امریکی خواتین کو مار پیٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے ایک لاکھ ستر ۷۰ ہزار سنگین زخمی ہوتی ہیں۔

گھر کے اندر تشدد بچے کی زندگی اور ان کی نشو ونما کے لئے بے حد خطرناک ہے۔ تشدد کا سامنا کرنے والے اور تشدد کا مشاہدہ کرنے والے بچے مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ گھریلو تشدد کی وجہ سے اپنا سہارا گھر کے باہر تلاش کرتے ہیں۔ جن لوگوں کی پناہ میں بچے جاتے ہیں بالآخر وہی ان بچوں کا جنسی و جسمانی استحصال کرتے ہیں اور بچوں کے حقوق کی دھجیاں اڑاتے ہیں، جنسی و جسمانی تشدد کے شکار یہ بچے اتنے خوف زدہ اور سہمے ہوئے ہوتے ہیں کہ تاحیات وہ کسی پر بھروسہ نہیں کر پاتے اور نہ کسی سے ان کے گہرے تعلقات ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی کو اپنا جگری دوست بناتے ہیں۔ جب کہ صحت مند زندگی اور جسمانی و دماغی نشو ونما کے لئے کسی کو دوست بنانا، ایک دوسرے کا دکھ درد باٹنا نہایت ضروری ہے ورنہ معمول کی زندگی نہیں رہتی۔

اس سے زیادہ بدقسمتی اور افسوسناک بات کیا ہوگی کہ بچوں اور خواتین کے لئے جنہیں سب سے زیادہ محفوظ مقام اور پناہ گاہ تصور کیا جاتا ہے وہیں انہیں سب سے زیادہ استحصال، ذہنی، جسمانی اور جنسی تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ جگہ کوئی اور نہیں ان کا گھر ہوتا ہے جہاں عورتیں بڑی شان و شوکت سے رہتی ہیں لیکن انہیں سب سے زیادہ جنسی استحصال کا شکار یہیں ہونا پڑتا ہے۔ کبھی دیور سے تو کبھی جیٹھ سے، کبھی خسر سے تو کبھی دوسرے قریبی رشتہ داروں تو کبھی شوہروں کے دوستوں سے، یہاں تک کے لڑکی اب اپنے باپ سے بھی محفوظ نہیں رہی۔ ایسی درجنوں خبریں ہم آئے دن اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں جہاں سگا باپ یا سوتیلا باپ بیٹی کو اپنی ہوس کا شکار بناتا ہے۔

گھریلو تشدد سے متاثرہ خاندانوں میں بڑے بچے چھوٹے بچوں کو اسی طرح تشدد کا شکار بناتے ہیں جس طرح وہ بنتے ہیں۔ اس طرح تشدد کا سلسلہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اس

Marfat.com

گردابی سلسلہ کو سمجھداری اور جنسی امتیاز کو ختم کرکے ہی توڑا جاسکتا ہے۔اس کا سب سے بہتر طریقہ ہے کہ خواتین کو تعلیم یافتہ اور بااختیار بنایا جائے اور خاندان کے ہر فیصلے میں انہیں شریک کیا جائے۔مرد و خواتین کے مابین اختیارات کا توازن برقرار رکھا جائے۔

امریکی خواتین کی ایک نیشنل آرگنازیشن فور وومین کے ایک جائزے کے مطابق جب یہ بچے ہولناک تشدد ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان کی زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔جو بچے بار بار اس طرح کے تشدد کو دیکھتے ہیں ان کا اثر ان کی جوانی میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔اسی جرم اور تشدد کا ارتکاب وہ کرتے ہیں جو انہوں نے بچپن میں دیکھا ہے۔تشدد زدہ خواتین کے بارے میں آرگنائزیشن نے اپنے تجزیہ میں کہا ہے کہ جو خواتین بار بار تشدد کا شکار ہوتی ہیں انہیں اپنی صحت کی دیکھ بھال ان عورتوں کے مقابلے میں زیادہ کرنی پڑتی ہے جنہیں تشدد کا سامنا کم کرنا پڑتا ہے۔ ۱۷فیصد وہ حاملہ خواتین تشدد کی رپورٹ درج کراتی ہیں جن کا حمل ساقط ہو جاتا ہے یا مردہ بچے کو جنم دیتی ہیں یا کم وزن والے بچے کو جنم دیتی ہیں۔

غربت اور تشدد کے جال کو توڑنے کے لئے زندگی کے ابتدائی ایام میں جدوجہد شروع کردینی چاہئے اور جتنی جلد شروع کی جائے اسی قدر بہتر ہوگا۔ملک وقوم کے خوش آئند مستقبل کے لئے بچوں کو صحت مند ماحول ملنا از حد ضروری ہے۔کوئی بھی ملک چاہے وہ کتنا ہی امیر اور ترقی یافتہ کیوں نہ ہو اگر عدم مساوات، مسموم فضا، مکدر حالات اور بچوں کے لئے ناسازگار ماحول ہو تو وہ ملک کھوکھلا ہو جاتا ہے۔جس ملک میں چھوٹے بچوں کے ساتھ جتنی زیادتیاں ہوتی ہیں اس کا مستقبل اتنا ہی خراب ہوتا ہے۔جو ملک بچوں کی ابتدائی زندگی سنوارتا ہے درحقیقت وہ ملک کی جڑیں مضبوط کررہا ہوتا ہے۔

عالمی طاقت کے لئے اگرچہ جنگ کمزور ملک پر چڑھائی اور محاصرہ ایک تفریح طبع ہو، میزائل کی بارش اور کلسٹر بموں کی بمباری ایک دل بہلانے والا کھیل جیسا ہو یا توپ کی گولہ باری اور اس کے نتیجے میں انسانی جان و مال کی تباہی احساس طمانیت کا باعث ہو لیکن اس ہولنا کی کا سب سے زیادہ شکار معصوم بچے ہوتے ہیں جس کی ایک مثال لبنان پر اسرائیل اور اسرائیل کا غزہ پٹی پر جارحانہ حملہ ہے جس سے سب سے زیادہ شکار معصوم بچے ہو رہے ہیں۔بچوں کی فلاح بہبود سے متعلق اقوام متحدہ کا ادارہ یونیسیف جس کا کام دنیا بھر میں بچوں پر ہونے والی زیادتیوں پر نظر رکھنا ہے، خاموش تماشائی بنا بیٹھا ہے۔لبنان پر اسرائیلی حملوں میں سینکڑوں بچے ہلاک ہو چکے ہیں حالیہ قانا (قنعا) گاؤں پر جو

Marfat.com

حملہ ہوا تھا ان میں مرنے والوں میں ایک تہائی تعداد بچوں کی تھی۔ لبنان پر حملہ کے نتیجے میں ایک ہزار سے زائد افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں اور لاکھوں لوگوں کا آشیانہ تباہ کر دیا گیا۔ بین الاقوامی میڈیکل تنظیم آئی ایم سی کے مطابق تین سو سے زائد بچے اسرائیلی حملہ میں ہلاک ہوئے ہیں اور ایک ہزار سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔ اس اسرائیلی جنگ میں کم از کم پانچ لاکھ بچے راست طور پر متاثر ہوئے ہیں جنہیں بڑوں کے ساتھ نقل مکانی کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ حزب اللہ کے راکٹ حملوں میں صرف چھ اسرائیلی بچے ہلاک ہوئے ہیں زخمیوں کی تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔ ان بچوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ جنگ کیا چیز ہے اس سے کس کو فائدہ پہنچتا ہے یا کس کو نقصان۔ دنیا میں درجنوں ممالک ہیں جہاں جنگ، جنگ جیسی صورت حال، آزادی کی لڑائی اور حکمراں طبقہ کے ذریعہ بے دردی سے کچلنے کے وحشتناک واقعات، خانہ جنگی اور شورش کی وجہ سے لاکھوں تعداد میں انسان ہلاک ہوتے ہیں جن سے راست طور پر معصوم بچے متاثر ہوتے ہیں جو بچے بڑے ہو کر ڈاکٹر، انجینئر، سائنس داں، صنعت کار اور بڑے علم داں بنتے وہ سڑکوں پر بھیک مانگ رہے ہوتے ہیں کیوں کہ خانہ جنگی، جنگ یا بغاوت اور اس کے نتیجے میں ظالمانہ کارروائی سے سب کچھ ان کا لٹ چکا ہوتا ہے۔

اس وقت مختلف ممالک خانہ جنگی سے دوچار ہیں۔ بجٹ کا ایک بڑا حصہ دفاعی بجٹ پر خرچ ہوتا ہے جس سے عام تباہی کے ہتھیار خریدے جاتے ہیں جو رقم بچوں کی پرورش اور تعلیم پر خرچ ہونی چاہئے وہ ہتھیاروں کی خرید و فروخت پر خرچ کی جاتی ہے۔ خانہ جنگی اور منظم تشدد بچوں سے نہ صرف ان کی ہنستی مسکراتی زندگی چھین لیتا ہے بلکہ ایسا گہرا زخم چھوڑ جاتا ہے جو تا حیات ان کے لئے ناسور بن جاتا ہے، مثال کے طور پر ایتھوپیا اور اریٹریا کے درمیان سرحدی لڑائی میں کروڑوں ڈالر اسلحہ خریدنے میں صرف ہوا۔ تصادم کی وجہ سے اریٹریا میں دس لاکھ افراد اور ایتھوپیا میں ۸۰ لاکھ افراد مشکل ترین حالت کی زد میں ہیں۔ سری لنکا میں خانہ جنگی سے ساٹھ ہزار سے زائد لوگوں کی جانیں گئی ہیں اور وہاں کی معاشی حالت تہس نہس ہو گئی۔ سری لنکا کے بچے موت کے سائے میں سانس لے رہے ہیں کہ کب خانہ جنگی دوبارہ شروع ہو جائے اور موت کا کاروبار پھر شدت کے ساتھ چل پڑے۔

سوڈان کی خانہ جنگی میں دارفر میں ہزاروں انسان لقمہ اجل بن گئے ہیں یہاں بھی مردوں کی بہ نسبت عورتوں اور بچوں کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس بحران کو دنیا کا سب سے بڑا

Marfat.com

انسانی بحران سمجھا جارہا تھا جہاں خانہ جنگی کی وجہ سے بچے اور عورتیں دواؤں تک کے محتاج ہیں۔ پولیو کی خوراک پلانے کے لئے اقوام متحدہ کو مداخلت کرنی پڑی تھی۔ دونوں گروپوں کو پولیو خوراک پلائے جانے تک جنگ بندی پر راضی کرنے کی کوشش کی گئی اور بہت مشکل سے لاکھوں بچوں کو پولیو کی خوراک اور انسداد امراض کے ٹیکے لگائے گئے۔ ایک رپورٹ کے مطابق حکومت اور ایل آرا ے کے درمیان تشدد کی وجہ سے ۲۰ ہزار بچے تشدد اور نقص تغذیہ کا شکار ہوئے ہیں۔

عراق میں امریکی حملے کے باعث پانچ لاکھ سے زائد بچے نفسیاتی مریض ہو چکے ہیں۔ پاکستان جہاں امن کا مسئلہ ہمیشہ ہی درپیش رہا ہے ۵ سے ۱۱ سال کی عمر کے ۲۵ فیصد بچے ڈپریشن کے شکار ہیں۔ امریکہ جیسے ملک میں بچوں پر جسمانی تشدد کی شکایتیں عام بات ہیں۔اس وقت دنیا میں ۳۵ کروڑ بچے معاشی مشکلات کی وجہ سے جسمانی اور ذہنی تشدد کا نشانہ بن رہے ہیں۔اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق دوعشروں کے دوران جنگ اور شورش کی وجہ سے ۲۱ لاکھ بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔دس لاکھ بچے یتیم ہوئے، ۶۰ لاکھ سے زائد بچے زخمی ہوئے اور دس ہزار بچیوں کی عصمت دری کی گئی۔

افغانستان میں تقریباً ایک چوتھائی صدی تک جاری خانہ جنگی، روسی حملے اور خاص کر امریکی حملہ کی وجہ سے انسانی ڈھانچہ، انسانی ذرائع، کاشت کاری کے لائق زمین اور انسانی زندگی کے دیگر وسائل تباہ و برباد ہو گئے۔ ہزاروں ٹن وزنی بموں نے کچھ بھی لائق استعمال نہیں چھوڑا۔اس کا سب سے زیادہ برا اثر بچوں پر مرتب ہوا ہے۔ لاکھوں بچے یتیم ہو چکے ہیں کوئی ان کا پرسان حال نہیں، وہ دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں، صرف ایک کوہاٹ کیمپ میں ایک سے پانچ سال کی عمر کے بچوں کی تعداد گیارہ ہزار چھ سو ہے جب کہ پانچ سے ۱۶ سال کی عمر کے بچوں کی تعداد ۳۳ ہزار ۲۵۸ ہے۔ان میں سے صرف آٹھ ہزار لڑکے اور لڑکیاں سرکاری، غیر سرکاری اور دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔تقریباً ۲۰ ہزار بچے تعلیم سے یکسر محروم ہیں۔ان میں سے بچیوں کی اکثریت گھروں میں برتن مانجھنے، جھاڑو دینے، بچوں کی دیکھ بھال وغیرہ کا کام کرتی ہے یا سڑکوں پر بھیک مانگتی ہے۔لڑکوں میں بچہ مزدور کی تعداد ۱۴ ہزار ہے، تعلیم سے محروم یہ افغان بچے مختلف قسم کے چھوٹے بڑے مضر صحت کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ یہ تصویر صرف ایک چھوٹے افغانی مہاجر کیمپ کی ہے اس سے پورے افغانستان میں بچوں کے حالات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

اقوام متحدہ نے بچوں کے استحصال کے لئے جن ۲۳ ممالک کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے ان میں برونڈی، کانگو، لائبریا، صومالیہ، افغانستان شامل ہیں۔ ان ممالک میں تنازعات اور خانہ جنگی کے باعث بچے تشدد کا نشانہ بنتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو نے حال ہی میں تعلیم سے محروم بچوں کے متعلق اعداد وشمار جاری کئے ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق تعلیم سے محروم بچوں کی ایک بڑی تعداد ایشیا میں ہے۔ ۲۰۰۰ اور ۲۰۰۱ میں ۲۲ ایشیائی ممالک کے جاری کردہ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ان ممالک میں ابتدائی تعلیم سے محروم بچوں کی تعداد چار کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔ اس میں لڑکیوں کی تعداد دو کروڑ ۸۰ لاکھ تھی جب کہ ایک کروڑ اسی لاکھ لڑکے تھے۔ کشمیر میں شورش کی وجہ سے ہزاروں بچے یتیم ہو چکے ہیں، ہزاروں عورتیں بیوہ ہو چکی ہیں، ان کے پاس اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم کے لئے وسائل تک مہیا نہیں ہیں اور یہ بچے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔

دنیا بھر میں تعلیم سے محروم بچوں کی تعداد دس کروڑ چالیس لاکھ ہے جن میں ۴۵ فیصد ایشیائی ممالک کے ہیں۔ ان بچوں میں بڑی تعداد افریقی ممالک کی بھی ہے۔ افریقی ممالک بھی خانہ جنگی، شورش اور انتہا پسندی اور جبری حکومت کے مسئلے سے دوچار ہیں جن کا راست اثر بچوں پر پڑتا ہے۔ جنگ اور جنگ جیسے حالات سے دوچار ممالک میں بچوں اور عورتوں کو اسمگلنگ کا شکار بھی ہونا پڑتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارہ بہبود اطفال کے ایک اندازے کے مطابق ہر سال ایشیا میں پانچ لاکھ بچوں اور عورتوں کی اسمگلنگ ہوتی ہے۔ ایشیائی ممالک میں بچوں اور عورتوں کی تجارت پوری دنیا میں ہونے والی تجارت کا نصف حصہ ہے۔ افغانستان اور نیپال میں حالات دھماکہ خیز ہیں۔ اس کی وجہ سے بچوں اور عورتوں کو ترک وطن کرنا پڑتا ہے نتیجے کے طور پر وہ جسمانی اور جنسی استحصال کا شکار ہوتی ہیں۔

جسمانی، ذہنی اور جنسی تشدد کا خاتمہ صرف قانون سازی کے ذریعہ ممکن نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو خواتین اور بچوں کے تئیں ذمہ داری کا احساس دلایا جائے اور انہیں بیدار کیا جائے کہ تشدد کسی بھی مسئلہ کا حل نہیں ہے بلکہ احترام اور وقار سے ہی خاندان، معاشرہ اور ملک کی مثبت تعمیر ممکن ہے۔ دوسری طرف خواتین کو بھی اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے۔

●●●

Marfat.com

بچوں پر غربت کا اثر

گلوبلائزیشن اور اطلاعاتی ٹکنالوجی کے اس دور میں جبکہ فرد کی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے امیروں کی امارت بڑھی اور غریبوں کی غربت ،روزگار کے مواقع کم ہوئے،انسان کی جگہ مشین نے لے لی ،جس کام کو پندرہ بیس آدمی مل کر کرتے تھے وہ ایک مشین تنہا کرتی ہے ۔اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں۔ہندوستان کے دیہی علاقوں کی حالت اور بھی تشویشناک ہے جہاں روزگار کا واحد ذریعہ کاشتکاری ہے جس کے پاس کاشت کی زمین نہیں ہے وہ زرعی مزدور کے بطور کام کرتے ہیں جہاں ان کو دس بیس روپے میں مزدوری کرنی پڑتی ہے وہ بھی سال میں صرف چھ مہینے ہی کام ملتا ہے۔اس کے بعد وہ بے روزگار ہو جاتے ہیں۔ان حالات میں

Marfat.com

یہاں پیدا ہونے والے بچے زندگی کی تمام نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔وہ بچوں کو کیا کھلائیں، کیسے پڑھائیں،ان سب کے لئے ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔

ورلڈ بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق سب سے غریب ملکوں میں جو رقم تعلیم، صحت، ضروریات اور بنیادی سہولتوں پر خرچ ہونا چاہیے،وہ قرض کی ادائیگی میں خرچ ہو جاتی ہے۔ترقی پذیر ملکوں پر ورلڈ بینک، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور دیگر قرض خواہوں اور ترقی یافتہ ممالک کا بیس (۲۰) کھرب ڈالر سے زائد کا قرض ہے۔ان ملکوں کو غریبی کی دلدل سے نکالنے کے لئے دئے گئے قرض اور بھی انہیں قرض کے گھنے جال میں پھنسا دیتا ہے جس سے نکلنا ممکن نہیں ہوتا،اسی وجہ سے غریب ملک اپنے وسائل کو عوام کا استعمال سہولیت دینے کے بجائے قرض کی ادائیگی میں کرتے ہیں۔

یونیسیف کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا بھر میں ہر روز ۲۰ سے زائد مسلح تصادم ہوتے ہیں اس میں سے زیادہ تر ملک غربت کے قفس میں قید ہیں۔جنگ کا اثر ہر طرح سے دردناک، تکلیف دہ ہوتا ہے۔وہ کسی بھی صورت میں ہر روزمرہ کی زندگی اور روزانہ کے معمول کو تہ وبالا کر کے رکھ دیتی ہے جس کے سبب بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔ صرف گذشتہ دہائی میں ہی ۲۰ لاکھ سے زائد بچوں کو جنگ کی وجہ سے موت کے منہ میں جانا پڑا۔ ۶۰ لاکھ بچے سنگین طور پر زخمی ہو گئے یا معذور ہو گئے۔ایک کروڑ بیس لاکھ بچے بے گھر ہو گئے۔اندازے کے مطابق تصادم، جنگ یا خانہ جنگی سے مرنے والوں میں ۸۰ سے ۹۰ فیصد تک شہری ہوتے ہیں۔ان میں سب سے زیادہ تعداد بچوں کی اور ان کے ماؤں کی ہوتی ہے۔بیسویں صدی کی آخری دہائی میں دس لاکھ سے زائد بچے یتیم ہو گئے ہیں یا بے گھر ہو گئے ہیں۔

غربت کا قہر خاندان کے سب سے زیادہ کمزور اور سب سے چھوٹے فرد پر ٹوٹتا ہے،اس کی زندگی کی حفاظت، تعلیم، جسمانی اور دماغی نشوونما اور اختیارات خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔آج ترقی پذیر ملکوں میں پیدا ہونے والے کسی بھی بچے کی عسرت وتنگ دستی میں زندگی گزارنے کا تناسب دس بچوں میں سے چار ہے۔یہ غریبی تغذیہ کی کمی سے لے کر صاف پانی کی کمی، صاف ستھرے ماحول سمیت بچے کے وجود کے ہر پہلو پر چھائی رہتی ہے۔یہ لاکھوں بچوں کی بے وقت موت کی اہم وجہ ہے۔اسی سبب سے یہ بچے اسکول نہیں جا پاتے،ان کا غلط استعمال اور استحصال ہوتا ہے۔وسیع پیمانے پر بچوں کے حقوق کی حق تلفی غربت ہی کی دین ہے۔غریب ان پڑھ والدین کے پاس اپنے بچوں کی صحیح دیکھ بھال کرنے کے

Marfat.com

لئے معلومات نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے ابتدائی عمر میں بچے جان لیوا بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی موت کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ تعلیم سے پوری طرح محروم ماں کے شکم سے پیدا ہونے والے بچے کا پرائمری تعلیم یافتہ ماں کے شکم سے پیدا ہونے والا بچہ کے مقابلے میں ابتدائی عمر میں مرنے کا اندیشہ دو گنا زیادہ رہتا ہے۔ دو برس کے چھوٹے بچوں کے لئے غربت کی وجہ سے متوازن غذا کی عدم دستیابی، ان کے جسم و دماغ کے نشو ونما کو زبردست نقصان پہنچاتا ہے۔ تغذیہ کی کمی کے شکار بچوں کو سانس کی بیماری، خسرہ اور دیگر جان لیوا بیماری ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق دنیا کے بیشتر ترقی پذیر ملکوں میں پانچ سال سے کم عمر بچوں کی موت گھر پر ہو جاتی ہے۔ غربت کے سبب انہیں ہسپتال جانے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس طرح کے مسائل سے صرف ترقی پذیر ممالک ہی دوچار ہیں بلکہ ترقی یافتہ اور صنعتی ممالک بھی اس سے اچھوتے نہیں ہیں۔ یوروپی یونین میں تیس لاکھ لوگوں کے پاس اپنا مکان نہیں ہے۔ امریکہ جیسے عظیم طاقتور اور سیاروں پر کمند ڈالنے والے ملک میں ۱۷فیصد بچے کے والدین کو اپنے بچوں کی بنیادی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے سخت جدوجہد کا سامنا ہے۔ سب سے چھوٹے بچے میں ماں کی ممتا، باپ کی شفقت سے محرومی کی وجہ سے پرورش میں کمی رہ جاتی ہے۔ غربت کا اثر ایک ہی نسل تک محدود نہیں رہتا۔ غربت میں پیدا ہونے والی لڑکی کی کم عمر میں شادی ہو جاتی ہے اور کم سنی میں ہی ماں بن جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ تغذیہ کی کمی کی شکار لڑکی جب ماں بنتی ہے تو اس کے بچہ کا وزن کم ہوتا ہے اور بچہ بھی تغذیہ کی کمی کا شکار ہوتا ہے اور وہ کمسن ماں اپنے ماں باپ کی طرح غربت کا بوجھ آئندہ نسل پر ڈال دیتی ہے۔

غربت کی مختلف شکل ہونے کی وجہ سے اس کی شدت کی شناخت اور نشاندہی آسان نہیں جیسے امتیاز برتنا، سماجی علاحدگی پسندگی، یا غربت نفس سے محرومی، مثال کے طور پر پورے یوروپ میں امتیاز کی وجہ سے روما فرقہ میں غربت کا اثر بہت زیادہ ہے۔ چیکوسلواکیہ میں روما فرقہ میں بچوں کی شرح اموات بقیہ یوروپ کے مقابلے میں دوگنا سے زیادہ ہے۔

غربت کی وجہ سے دنیا میں کروڑوں بچے تعلیم، علاج معالجہ، صاف ستھرا ماحول، بیت الخلاء کی سہولت اور غذا صاف پانی سے محروم ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہر دن بچوں کے حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ غربت کی وجہ سے لاکھوں بچوں کو قرض کی ادائیگی کے لئے بندھوا مزدوری کے دلدل

Marfat.com

میں پھنسنا پڑتا ہے۔انہیں کسی کسی کارخانے ،یا گھر یا کسی ادارے میں اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے،گھریلو نوکر کے طور پر رکھ دیا جاتا ہے کیونکہ والدین میں بچوں کی پرورش کا بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں ہوتی جہاں بچے کے ساتھ ذہنی ،جسمانی اور جنسی استحصال ہوتا ہے یا گیارہ ،بارہ بجے رات تک جاگنا،بچا ہوا یا جھوٹا کھانا پر گذارہ کرنا،صبح پانچ بجے اٹھنا،بات بات پر پٹائی کرنا اور دوسری اذیتوں سے گذرنا پڑتا ہے۔جس کے سبب صحیح طرح سے بچے کی ذہنی وجسمانی نشوونما نہیں ہو پاتی ہے۔

اسی غربت کی وجہ سے شہر کی گندی بستیوں،تعفن بھرے ماحول،تنگ جگہ میں گذارہ کرنا پڑتا ہے جہاں تمام بنیادی سہولتوں کا فقدان ہوتا ہے۔تغذیہ کی کمی ،صاف پانی کی عدم دستیابی اور روزگار سے محرومی عام بات ہے۔ان گندی بستیوں میں بچوں کے لئے سہولت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔وہ یہاں منشیات کے عادی ہوتے ہیں۔کام نہ ہونے کی وجہ سے کئی طرح کی غلط عادتوں میں بہت جلد ملوث ہو جاتے ہیں۔غربت کی جہاں بہت ساری وجوہات ہیں ان میں سے ایک اقوام متحدہ کی اقتصادی پابندی بھی ہے۔جس ملک پر چاہتا ہے قرارداد کی خلاف ورزی کا بہانہ بنا کر اقتصادی پابندی عائد کر دیتا ہے۔جس کی وجہ سے سب سے زیادہ متاثر بچے ہوتے ہیں۔سب سے زیادہ کٹوتی بچوں کے اخراجات،یعنی تعلیم ،دواؤں اور دیگر سہولیات پر ہوتی ہے۔کیونکہ پیٹ کی آگ بجھانا تو ہر حال میں ہے چاہے آم کی گٹھلی ہی کیوں نہ کھانا پڑے۔

تازہ ترین مثال عراق ہے جہاں پہلے تو اقوام متحدہ کی طرف سے عائد اقتصادی پابندی کی وجہ سے ۱۲سال تک بچوں کو تمام بنیادی سہولیتوں سے محروم ہونا پڑا۔جبکہ پابندی سے قبل شرح اموات کافی کم تھی۔بچوں کو تمام بنیادی سہولیتیں مہیا تھیں لیکن اقوام متحدہ کی پابندی نے عراقیوں کی کمر توڑ دی کیونکہ عراقی پابندی کی وجہ سے اقتصادی طور پر بہت کمزور ہو گئے۔یونیسف کی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق عراق میں جنگ کے بعد پانچ لاکھ بچے نفسیاتی مرض کے شکار ہو چکے ہیں۔اسی غربت کی وجہ سے پاکستان میں ۵ سے ۱۱سال کی عمر کے ۲۹ فیصد بچے ڈپریشن میں مبتلا ہیں۔امریکہ جیسے جدید اور ترقی یافتہ ملک میں بھی ۵۰ لاکھ بچے جسمانی تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔دنیا بھر میں ۵ سے لیکر ۱۴سال کی عمر کے ۳۵ کروڑ بچے معاشی مشکلات کی وجہ سے جسمانی اور ذہنی تشدد کا نشانہ بنتے ہیں۔

●●●

Marfat.com

بچوں کا استحصال: مسائل اور حل

کسی بھی ملک کی تہذیب وتمدن، ثقافت وکلچر کی شناخت اس امر سے ہوتی ہے کہ اس ملک کے بچوں کی کتنی بڑی تعداد اسکول جاتی ہے اور ان کی نشو ونما میں کس حد تک حفظان صحت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ کس حد تک بچوں کی نگہداشت و پرداخت کی جاتی ہے اور کتنا وقت بچوں کو دیا جاتا ہے۔ بچوں کی نشو ونما میں دستیاب وسائل کا استعمال کیا جاتا ہے اگر بچوں میں ذہنی ارتقاء اور تعلیم کے وسائل کا مناسب انتظام کیا جاتا ہے تو اس ملک کو روشن مستقبل، ترقی یافتہ اور مہذب ملک بننے سے کوئی نہیں روک سکتا خاص کر کمسن بچیوں کی طرف بھر پور توجہ،

Marfat.com

اچھی تربیت کا انتظام، بہتر ماحول کی دستیابی، متوازن غذا کی فراہمی اور شفقت ومحبت سے لڑکیوں میں خوداعتمادی اور خودانحصاری پیدا ہوگی، جس سے وہ ملک کی تعمیر وترقی میں نمایاں کردار ادا کرسکیں گی کیوں کہ ایک تعلیم یافتہ اور مہذب لڑکی پورے خاندان کے لئے باعث افتخار اور خاندان کو بنانے سنوارنے میں بھرپور مدد ومعاون ثابت ہوتی ہے۔

گرل چائلڈ ڈے کی پوری دنیا میں اہمیت ہے اور اسے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے اور یہ عہد کیا جاتا ہے کہ جہاں لڑکیوں کی تعلیم اور تربیت پر توجہ مرکوز کی جائے گی وہیں شکم مادر میں لڑکیوں کے قتل کو روکا جائے گا اگر اسی طرح لڑکیوں کو شکم مادر میں قتل کیا جاتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ دنیا سے مسکراہٹ ختم ہوجائے گی اور نسل انسانی کی افزائش رک جائے گی۔ 2001ء کی مردم شماری کے مطابق ایک ہزار لڑکوں کے مقابلے لڑکیوں کا قومی اوسط 936 ہے۔

2001ء کے سرکاری سروے کے مطابق تقریباً 3 لاکھ لڑکیوں نے 15 سال کی عمر میں بچوں کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے کچھ لڑکیاں دو دو بار بچوں کو پیدا کرنے کے مرحلے سے گزریں۔ ایسا اس وقت ہورہا ہے جب ہندوستان میں بچہ شادی 1929 سے ممنوع ہے۔ یونیسیف کی ایک رپورٹ کے مطابق راجستھان میں 82 فیصد لڑکیوں کی شادی 18 سال کی عمر سے قبل کردی جاتی ہے۔ پورے ملک میں دیہی علاقوں میں 13 سال کی عمر میں 15 فیصد لڑکیوں کی شادی کردی جاتی ہے۔ 52 فیصد لڑکیاں 15 سے 19 سال کے درمیان ماں حاملہ ہوجاتی ہیں۔

لیکن جس طرح اکثر ممالک میں بچوں کے حقوق کی خلاف ورزیاں عام بات ہیں، اس سے کہیں زیادہ بچیوں کے حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں ہوتی ہیں۔ بچہ مزدوری اور بچوں کے جنسی و جسمانی استحصال کے واقعات میں کوئی کمی نہیں آرہی ہے، پوری دنیا خاص کر ترقی پذیر ممالک میں بچہ مزدوری کی لعنت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

ہندوستان میں تقریباً دس کروڑ سے ۱۴ کروڑ کے درمیان بچہ مزدور ہیں، جن سے خطرناک صنعتوں میں کام لیا جاتا ہے، زرعی مزدوری کرائی جاتی ہے، جن بچوں کو اسکول میں ہونا چاہیے، جن کا وقت تعلیم وتربیت اور سیر وتفریح میں صرف ہونا چاہیے، ان کا وقت چوڑی کی صنعتوں زرعی مزدوری کرتے، گیرج، موٹر ورک شاپ میں گاڑیوں کی صفائی کرنے، ننھے ہاتھوں سے نٹ بولٹ کھولتے،

Marfat.com

ڈھابوں میں جوٹھے برتن دھوتے اور دیگر خطرناک مضرصحت صنعت میں کام کرتے گزرتا ہے۔ان معصوموں سے مزدوری کرانا نہ صرف افسوس ناک ہے بلکہ معاشرہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بھی ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ چھوٹے بچے اور بچیوں سے گھریلو نوکر کا کام کرایا جاتا ہے اور ان کے سامنے بچا کھچا جوٹھا کھانا کھانے کو ڈال دیا جاتا ہے، صبح پانچ بجے سے رات کے ۱۱ بجے تک مسلسل ان کو گھریلو کام کرنا پڑتا ہے، اس کے بعد بھی چھوٹی موٹی غلطیوں پر بہت بے رحمی سے پیٹا جاتا ہے معاوضہ بھی کم دیا جاتا ہے۔ صنعتوں میں بھی بچوں سے بھرپور کام لیا جاتا ہے۔ لیکن مالکان اس کو معاوضہ کم دیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ بچے کم کام کرتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ بچوں کی مجبوری کا فائدہ اُٹھا کر جانوروں کی طرح کام لیا جاتا ہے او مالکان بچوں کا جنسی وجسمانی استحصال بھی کرتے ہیں۔

بچہ شادی انسداد ایکٹ

بچہ شادی انسداد ایکٹ ۱۹۲۹ء کے ہوتے ہوئے بھی بچوں کی شادی کے بارے میں اخبارات میں وقتاً فوقتاً جو خبریں چھپتی رہتی ہیں، وہ ہمارے معاشرے کی بے راہ روی غفلت ولاپرواہی کا مُنہ بولتا ثبوت ہیں یہ ایک مہذب معاشرہ کے لئے بے حد تشویش کا باعث ہے۔ اس سلسلے میں قومی خواتین کمیشن اور انسانی حقوق کمیشن نے اپنی فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے یہ معاملہ حکومت ہند کے سامنے رکھا ہے۔ دونوں کمیشنوں نے اس موضوع پر تفصیل سے تبادلہ خیال کیا ہے اور ہندوستان میں بچہ شادی کے بڑھتے ہوئے رواج کو روکنے کی کئی سفارشات پیش کی ہیں۔ راجستھان میں تو تقریباً ۸۰ فیصد گاؤں میں اس ایکٹ کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور بچپن کی شادی کھلے عام ہوتی ہے۔ یہ شادیاں ہر سال ''آکھا تیج'' کے موقع پر دھوم دھام اور وسیع پیمانے پر رچائی جاتی ہیں۔

بچہ شادی کے نتیجے میں لڑکیاں بہت ہی کم عمر میں ماں بن جاتی ہیں اور گھریلو ذمہ داری کا گراں بار ان کے کاندھوں پر آجاتا ہے۔ تعلیم چھوڑنی پڑتی ہے، بچے کی ذمہ داری اور اس کی دیکھ بھال کرنے کی وجہ سے وہ اپنی صحت کی دیکھ بھال نہیں کر پاتیں اور وہ اس لائق نہیں رہ جاتیں کہ صحیح طریقہ سے اپنی گھریلو ذمہ داری پوری کرسکیں اور نہ ہی اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر کوئی توجہ دے پاتی ہیں۔

بہت ہی کم عمری میں استقرار حمل کے باعث بچے کی پیدائش کے وقت بہت سی دشواریاں

Marfat.com

کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ایام حمل کے دوران خون کی کمی اور دوسری سنگین بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن سے ماں کی زندگی کو سخت خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اکثر صحت مند بچے بھی پیدا نہیں ہوتے اور نوزائیدہ بچوں میں بھی کئی بیماریاں ہوتی ہیں۔ ایک تازہ سروے کے مطابق 15 سے 19 سال کی 56 فیصد لڑکیوں میں خون کی کمی پائی گئی ہے۔

ایچ آئی وی (ایڈز)، جنسی تشدد، بیماریوں کا بچوں کی صحت پر مضر اثر پڑتا ہے اور وقت سے پہلے جنسی اختلاط کے نتیجے میں لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیاں زیادہ غیر محفوظ ہوتی ہیں۔ اکثر لڑکیوں سے جنسی سرگرمیوں میں شامل ہونے کے لئے زبردستی کی جاتی ہے، مجبور کیا جاتا ہے۔ قانون کے نفاذ میں کوتاہی وغیرہ کی وجہ سے بھی کئی طرح کے تشدد کی زد میں لڑکیاں زیادہ آتی ہیں، خاص کر جنسی تشدد کے ساتھ عصمت دری اور جنسی بدسلوکی وغیرہ سے سامنا ہوتا ہے۔

قومی خواتین کمیشن نے بچپن کی شادی کی روک تھام کے لئے حکومت ہند کو مندرجہ ذیل سفارشات پیش کی ہیں :

☆ حکومت فوراً بچہ شادی ایکٹ انسداد افسر مقرر کرے۔

☆ دفعہ ۲۳ کو مزید سخت بنایا جائے۔

☆ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دی جائے اور بچپن کی شادی کو منسوخ قرار دیا جائے۔

☆ بچپن کی شادی کی تقریب میں شرکت کرنے والے ہر شخص پر ذمہ داری عائد ہو کہ وہ اس طرح کی شادی کو روکے اور اس کی خبر متعلقہ افسران کو دے۔

☆ مذکورہ ایکٹ کے تئیں بیداری لانے کیلئے رائے عامہ ہموار کی جائے۔

کچھ عرصہ سے ملک میں عصمت دری کے واقعات میں افسوسناک اور تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ اس بارے میں سب سے زیادہ تشویش کا موضوع یہ ہے کہ ان میں سے آبروریزی کے بہت سے واقعات نابالغ بچیوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہے جب اخبارات میں چھوٹی بچیوں کے ساتھ عصمت دری کے واقعات کی خبریں سرخی نہ بنتی ہوں۔ بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کی خبر اخبارات اور عوام تک نہیں پہنچتی۔ جو معاملے عدالت کے سامنے لائے بھی جاتے ہیں تو ان میں عام طور پر اس بات کا دھیان نہیں رکھا جاتا کہ متاثرہ افراد کو جرم سرزد ہوتے وقت اور عدالت میں

Marfat.com

مقدمہ چلتے وقت تک کتنی ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عدالت یہ بھی بُھلا دیتی ہے کہ متاثرہ لڑکی کو زندگی بھر سماجی ذلّت اور کلنک کا بوجھ اُٹھانا پڑے گا۔ کمیشن ''بچوں کے جنسی استحصال'' کے موضوع پر وقتاً فوقتاً اس سے متعلق قوانین میں ترمیم کرنے کی سفارشات پیش کرتا رہتا ہے، جس پر عمل کرنے پر بچیوں کے جنسی استحصال کے واقعات میں کافی حد تک کمی آسکتی ہے۔

اکثر لڑکیوں کو بہت ہی کم اہمیت دی جاتی ہے اور ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔ انہیں کم تر سمجھا جاتا ہے۔ اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے لڑکیوں کو بہت سی دشواریوں اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ زندگی بھر احساس محرومی میں مُبتلا رہتی ہیں۔ جس سے ان کی جسمانی و ذہنی نشو ونما پر بہت ہی بُرا اثر پڑتا ہے۔ ذہنی و دماغی صلاحیت کند ہو جاتی ہے۔

بیجنگ اعلانیہ کے مطابق ۱۹۹۰ء میں پوری دنیا میں ۱۳۰ کروڑ بچے اسکول کی سہولت مہیا نہ ہونے کی وجہ سے اسکول جانے سے محروم تھے۔ ان میں سے ۸۱ کروڑ لڑکیاں تھیں۔ اس کی وجہیں بچہ مزدوری، قبل از وقت چھوٹی عمر میں شادی، مالی بدحالی، نوعمری میں حمل ٹھہرنا اور خاندان میں جنسی امتیاز ہو سکتی ہیں۔

بچوں کے حقوق

۱۔ بچوں کے حقوق کے سلسلے میں ہوئے معاہدے کی شق ۷ کے مطابق پیدائش کے فوراً بعد بچوں کا رجسٹریشن، پیدائش سے ہی ایک نام، قومیت پانے کا حق اور جہاں تک ممکن ہو، اپنے ماں باپ کو جاننے کا حق اور ان کے ذریعہ بچوں کو اپنی دیکھ بھال کا حق مہیا کرنا۔

۲۔ بچوں کے حقوق کے محافظ قانون نافذ کرنے کے دوسرے طریقوں کے تحت بچوں کو ماں باپ سے پوری طرح معاشی امداد حاصل کرنے کا حق۔

۳۔ لڑکیوں کی جانشینی سے متعلق برداشت کی جانے والی ناانصافی اور رکاوٹوں کو دور کرنا تاکہ امتیاز کے بغیر سبھی بچوں کو ان کے حقوق حاصل ہو سکیں۔ اس کے لئے جیسا مناسب ہو، قانون بنانا اور نافذ کرنا، جو جانشینی کے تئیں مساویانہ حقوق کی ضمانت دے اور جنسی امتیاز کے بغیر مساوی حقوق کو یقینی بنائے۔

۴۔ بچوں کے حقوق کے لئے قانون بنانا اور سختی سے نافذ کرنا تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ شادی

Marfat.com

باہمی رضامندی سے ہو اور شادی کی قانونی عمر کی خلاف ورزی نہ ہو۔

۵۔ بچوں کے حقوق کے معاہدے کی شق ۲۸ کے مطابق لڑکیوں اور لڑکوں کے مابین موجود فرق کو دور کرنا اور سبھی بچوں کے لئے ابتدائی تعلیم پوری کرنا لازم ہے۔

۶۔ بچوں کے حقوق پر معاہدے کی شق ۳۲ کے مطابق جوکھم بھرا خطرناک، یا بچوں کی تعلیم میں رُکاوٹ یا بچوں کی صحت کے لئے نقصان دہ یا ان کے جسمانی، ذہنی، روحانی، اخلاقی یا معاشرتی ترقی کے لئے نقصان دہ کوئی بھی کام کرنے سے بچوں کو روکنا، سرپرستی کرنا، معاشرتی استحصال سے محفوظ رکھنا۔

۷۔ لڑکیوں کو تربیت، اطلاعات مہیا کرنا، سماجی، سیاسی اور ثقافتی مسائل کے حل کے لئے وسائل فراہم کرانا اور اپنے خیالات کے اظہار کے موقع دینا۔

۸۔ معاشرتی سرگرمیوں میں لڑکیوں کی شراکت اور ان کے تئیں مساویانہ رویہ کے فروغ میں غیر سرکاری تنظیموں کی مدد کرنا۔

اس مشکل مسئلہ کے حل میں صرف حکومتی سطح پر کوششوں سے بچوں خاص طور پر لڑکیوں کے استحصال کی لعنت اور ان کے حقوق کی خلاف ورزی ختم نہیں ہوگی بلکہ غیر سرکاری تنظیموں کو بہت ہی سرگرمی کے ساتھ اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ معاشرہ میں موجودہ صاحب ثروت افراد کی ذمہ داری بھی بڑھ جاتی ہے، اس کے سد باب کے لئے کچھ کریں اور وہ ایسے اسکول کو قائم کریں جہاں مفت تعلیم کے ساتھ بچوں کی دیگر تمام ضروریات بھی پوری ہوتی ہوں۔ اگر ہمارا معاشرہ اس حساس مسئلہ کے تئیں بیدار مغز ہو جائے تو ہندوستان سے اس لعنت کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

●●●

Marfat.com

دنیا ایڈز کے شکنجے میں

دنیا میں ہر روز ایڈز ﴿ایکوائرڈ امیونو ڈیفیشنسی سنڈ ورم﴾ سے چودہ ہزار افراد متاثر ہوتے ہیں اور ہر منٹ پر دنیا میں پانچ افراد اس موذی مرض کی وجہ سے موت کا شکار ہوتے ہیں اور ہر سال تقریباً ۳۱ لاکھ افراد اس بیماری سے مرجاتے ہیں۔ان میں سے پانچ لاکھ بچے ہوتے ہیں جن کی عمر ۱۵ سال تک ہوتی ہے۔۲۰۰۵ میں دنیا میں ایڈز کے پچاس لاکھ نئے کیس سامنے آئے۔اس بیماری کا طبی طور پر ۱۹۸۱ میں پتہ چلا تھا۔ایڈز ہماری معاشرتی برائیوں کی وہ بھیانک شکل ہے جسے آج کا معاشرہ دن کے اجالے اور رات کے اندھیرے میں انجام دے رہا ہے

Marfat.com

جہاں نہ اخلاقیات کا کوئی وجود ہے، نہ معاشرتی ذمہ داری کا احساس اور نہ ہی مذہبی قیود کا خیال۔ تمام بندشوں سے آزاد معاشرہ جہاں صرف بے راہ روی، ناجائز جنسی عمل کی حوصلہ افزائی، آزادانہ اختلاط نے آج معاشرہ کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ وہ سب سے تیزی سے پھیلنے والی بیماری کی شکل میں گھر کرتا جا رہا ہے اور غیر سرکاری اعداد و شمار دیکھیں تو یہ وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے۔

دنیا میں تقریباً چار کروڑ پچاس لاکھ افراد ایچ آئی وی پوزیٹو سے متاثر ہیں۔ ان میں سے زائد از نصف کی عمر ۲۵ سال سے کم ہے۔ دنیا میں موت کی اہم وجوہات میں سے چوتھی اہم وجہ ایڈز بنتے جا رہی ہے۔ افریقہ میں ۲۰ فیصد اموات ایڈز سے ہو رہی ہیں۔ کچھ افریقی ممالک میں نوجوان لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں میں ایڈز کے جراثیم زیادہ پائے گئے ہیں۔ ہندوستان میں جنوبی افریقہ کے بعد ایڈز سب سے تیزی سے پھیلنے والی بیماری بن گئی ہے جہاں ایک اندازے کے مطابق ۵۱ لاکھ سے زائد افراد اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ ان میں ۳۸ فیصد خواتین کا حصہ ہے۔ ہندوستان میں یہ بیماری بہت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اقوام متحدہ نے ہندوستان کو متنبہ کیا ہے کہ اگر وقت رہتے اس سمت میں مناسب قدم نہیں اٹھایا گیا تو ایڈز بھیانک شکل اختیار کر جائے گا اور جنوبی افریقہ کی جگہ لے لے گا۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو یہ تعداد ایک فیصد سے بھی کم ہے لیکن تعداد کے حساب سے افریقی ممالک کے بعد دوسری سب سے بڑی تعداد ہے۔

عالمی تنظیم صحت اور یو این ایڈز کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں بھی ایڈز کی بیماری وبائی صورت اختیار کرنے جا رہی ہے۔ وہاں اس شدید صورت حال کی وجہ جنسی رویہ، جسم فروشی اور انجکشن سے نشہ کرنے والوں میں ایڈز سے متعلق معلومات کا فقدان ہے۔

رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۴ کے ایک سروے میں کراچی میں نشہ کرنے والے ۲۳ فیصد افراد ایچ آئی وی۔ ایڈز کے شکار پائے گئے۔ رپورٹ میں پیش کردہ اعداد و شمار کے مطابق کراچی، لاہور اور دیگر شہروں میں ہر پانچ میں سے ایک جسم فروش کنڈوم کے استعمال سے لاعلم ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ ایشیاء میں ایڈز کو اہم مسئلہ نہیں سمجھا جا رہا ہے۔

قومی ایڈز کنٹرول آرگنائزیشن (NACO) کے اعداد و شمار کے مطابق جنسی طور پر فعال افراد اس مرض کا زیادہ شکار ہو رہے ہیں اور ۱۵ سے لیکر ۴۴ سال کی عمر کے لوگوں کا شرح تناسب

Marfat.com

۸۷ء۷ ہے۔ پیسفک ملکوں میں ۴ء۷ لاکھ افراد ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں۔ ان میں ۶۰ فیصد ہندوستانی ہیں۔ ,,گلوبل فنڈ ٹو فائٹ'' ایڈز نامی تنظیم، جسے دنیا کے آٹھ بڑے صنعتی ممالک نے قائم کیا ہے، نے کہا ہے کہ ہندوستان کی آنکھ کھل جانی چاہئے اس کو سنجیدگی سے نہ لیا تو لاکھوں لوگ اس مرض سے بے وقت موت کے منہ میں چلے جائیں گے۔

جس طرح دنیا میں ہر طرح کے تشدد، تصادم، گروہ بندی، آپسی چپقلش، خانہ جنگی وغیرہ کی مار سب سے زیادہ خواتین اور بچوں پر پڑتی ہے اسی طرح ایڈز کی مار بھی بچوں پر پڑ رہی ہے۔ یونیسیف کی ایک رپورٹ کے مطابق ایڈز نے زائد از ڈیڑھ کروڑ بچوں کو یتیم بنا دیا۔ اس میں مزید کہا گیا ہے کہ ۱۵ سال کے ۱۴ ملین بچوں نے اپنے ماں یا باپ میں سے کسی ایک کو کھو دیا ہے۔ ماں باپ کے ذریعہ بھی یہ بیماری بچوں میں منتقل ہو رہی ہے۔ اور اس مرض سے متاثرہ بچوں میں صرف پانچ فیصد بچوں کو طبی امداد مہیا ہو پاتی ہے۔ ان متاثرہ افراد یا بچوں کو سب سے زیادہ پریشانی، امتیاز اور ناروا سلوک کا سامنا اپنے معاشرہ سے ہے جہاں اس نے جنم لیا ہے، آج بھی لوگ اس مرض کو چھوا چھوت اور متعدی بیماری مانتے ہیں۔ اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ انسداد ایڈز پروگرام سے منسلک ایک کارکن نے کینا میں ایک ہسپتال کا دورہ کیا جہاں ایک نرس نے بتایا کہ ہسپتال کی کھڑکی سے ہر ہفتے ایک عورت خودکشی کرتی ہے۔ یہ ایک زبردست سماجی مسئلہ ہے۔ اس بیماری سے ہر منٹ میں ایک بچہ مر جاتا ہے۔ ڈیڑھ کروڑ بچے پہلے ہی یتیم ہو چکے ہیں۔ ان بچوں کی بروقت مدد نہ کی گئی تو یہ تعداد دوگنی ہو سکتی ہے۔

اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت افریقہ میں ڈھائی کروڑ افراد ایڈز سے متاثر ہیں۔ اگر ایڈز کو پھیلنے سے روکنے کے لئے بروقت اقدام نہیں کیا گیا تو اگلی دو دہائی تک ایڈز سے متاثرین کی تعداد ﴿نئے واقعات﴾ ۹۰ ملین ﴿نو کروڑ﴾ ہو جائے گی۔ ''افریقہ ایڈز'' کے عنوان سے جاری ہونے والی اس رپورٹ کو تیار کرنے میں دو سال کا عرصہ لگا اور اس میں ڈیڑھ سو سے زائد ماہرین کی خدمات حاصل کی گئیں۔

اقوام متحدہ نے کہا ہے کہ ایک مربوط مہم کے تحت اس وبائی مرض کو روکنے کے لئے ۲۰۰ بلین ڈالر کی ضرورت ہوگی۔ بہتر یہی ہوگا کہ ایڈز کے خلاف سرگرم ہو کر ۱۶ میلین لوگوں کو مرنے سے بچانے اور مزید ۴۳ میلین لوگوں کو اس سے متاثر ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے منظم طور پر کام کیا

Marfat.com

جائے۔ اگر اس سمت میں مناسب اقدام نہ کیا گیا اور کوششوں اور فنڈ کی حالت یہی رہی تو ایڈز سے مرنے والوں کی تعداد چارگنی ہو جائے گی۔

اقوام متحدہ اور عالمی تنظیم صحت نے اس مرض سے لوگوں کو نجات دلانے کے لئے ایک منصوبہ کا آغاز کیا ہے جس پر تقریباً ساڑھے پانچ ارب ڈالر کا صرفہ آئے گا اور اس سے تیس لاکھ ایڈز سے متاثرہ افراد فیضیاب ہوں گے۔ یہ پروگرام دو سال کے اندر مکمل کر لیا جائے گا۔ ایڈز کو بھیانک شکل لینے سے روکنے کے لئے ۲۰۰۸ تک ۲۲ بیلین ڈالر کی ضرورت ہوگی۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس موذی کو روکنے کے لئے ضروری ہوگا کہ خواتین کو بااختیار بنائیں، انہیں سماجی، سیاسی، اقتصادی طور پر مستحکم کیا جائے۔ ان کے خلاف تشدد پر لگام لگایا جائے اور تعلیمی اداروں میں طلباء و طالبات کو جنسی سرگرمیوں اور اس کے برے نتائج سے آگاہ کیا جائے۔

ہندوستان نے اس موذی مرض سے نبٹنے کے لئے ایک میکانزم تیار کیا ہے اور قومی و بین الاقوامی سطح پر کئی قدم اٹھائے ہیں۔ قومی ایڈز کنٹرول پروگرام کے تحت فیز ٹو ﴿۲﴾ ۲۰۰۴-۱۹۹۹ کے بجٹ کو ۱۴۲۵ کروڑ سے بڑھا کر ۱۹۴۱ کروڑ کر دیا گیا ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری تنظیمیں تن من دھن سے اس سے لوگوں کو نجات دلانے میں مصروف ہیں۔ ہندوستان کے وزیر صحت ڈاکٹر رام داس نے اس سلسلے میں گزشتہ دنوں ایڈز سے متعلق بیداری پیدا کرنے اور اس کے خلاف مہم چلانے والے پروگرام ''گونج'' کا افتتاح کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس سمت میں وقت رہتے قدم نہیں اٹھایا گیا تو آزادی کے بعد حاصل کی گئی توانائی، ترقی اور حصولیابی اور سب کچھ اس مرض کی بھینٹ چڑھ جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اس تحریک کو صرف شمالی ہندوستان تک محدود نہیں رکھا جانا چاہئے بلکہ پورے ملک میں اس ''گونج'' کی گونج سنائی دینی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا مقابلہ چیلنج سے بھرپور ہے۔ اس کے لئے سرکاری اور معاشرتی سطح پر خاص کر نوجوان طبقہ کے ذریعہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینا نہایت ضروری ہے۔

اس سلسلے میں حکومت کی کوششوں کے بارے میں بتاتے ہوئے ڈاکٹر رام داس نے کہا کہ ''ریڈ ربن ایکسپریس'' کے تحت جلد ہی ایک عوامی تحریک چھیڑی جائے گی جس کے تحت ۱۸۰ اسٹیشنوں پر ۴۰۰۰۰ پنچایتوں کا احاطہ کیا جائے گا اور ایک لاکھ تربیت یافتہ رضا کار تیار کئے جائیں گے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ایڈز کو نہ صرف صحت کے سخت بحران کی شکل میں لیا جائے بلکہ اس کو

Marfat.com

معاشرتی، اقتصادی اور ثقافتی چیلنج کے طور پر بھی لیا جانا چاہئے۔ اس سال یوم ایڈز کے موقع پر یہ عہد کرنا ہوگا کہ اس لڑائی کو معاشرہ کا ہر طبقہ اپنے طریقہ سے لڑے گا اور وہ تمام طریقے پر روک لگانے کی ضرورت ہوگی جس سے بیماری پھیلتی ہے، سب سے زیادہ توجہ اخلاقیات پر دینی ہوگی اور خواتین اور مردوں کو ایک دوسرے کے تئیں وفاداری کا نہ صرف دم بھرنا ہوگا بلکہ یہ عہد بھی کرنا ہوگا کہ وہ ناجائز جنسی تعلقات سے پرہیز کریں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جنسی تعلیم دینے کے بجائے اسکولوں اور کالجوں میں اخلاقیات کی تعلیم دی جائے، ایک دوسرے کا احترام کرنا سکھایا جائے، لڑکے لڑکیوں کو ان کے اپنے وقار اور سماجی ذمہ داری کا احساس دلایا جائے، خدا نے ہر چیز کو جائز طریقے سے کرنے کی اجازت دی ہے ہر انسان کو جائز طریقہ اپنانا چاہئے تبھی اس جان لیوا بیماری سے ہم چھٹکارا پا سکتے ہیں ورنہ اور کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے جسے اپنا کر انسان اس بیماری سے بچ جائے۔

●●●

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ایسے عالم کی صحبت میں بیٹھو جو پانچ چیزوں کو چھڑا کر پانچ چیزوں کو ترغیب دیتا ہوں

——— دنیا کی رغبت سے نکال کر زہد کی ترغیب دے۔

——— ریا سے نکال کر اخلاص کی تعلیم دے۔

——— غرور سے چھڑا کر تواضع کی ترغیب دے۔

——— کاہلی اور سستی سے بچا کر پند و نصیحت کرنے کی ترغیب دے۔

——— جہالت سے نکال کر علم کی ترغیب دے۔

Marfat.com

آبادی کے بوجھ تلے دبتی دنیا

دنیا کی آبادی جس تیز رفتار سے بڑھ رہی ہے اسی طرح قدرتی وسائل میں کمی آرہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انسان نے بے پناہ ترقی کی ہے اور آبادی کی روک تھام کیلئے مختلف ترکیبیں اور منصوبے پر عمل پیرا بھی ہیں لیکن آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اور دنیا کے فنا ہونے تک یہ عمل جاری رہے گا۔ ۱۸۰۴ میں جہاں پوری دنیا کی آبادی ۵۱ کروڑ تھی وہیں ۱۹۲۷ میں دنیا کی آبادی بڑھ کر دو ارب کے قریب ہوگئی۔ یہاں تک پہنچنے میں ۱۲۷ سال کا عرصہ لگا۔ ۱۹۸۷ میں دنیا کی آبادی پانچ ارب سے زائد ہو چکی تھی لیکن 1999 میں عالمی آبادی چھ ارب سے زائد ہو گئی تھی۔ ایک ارب کے اضافہ میں صرف ۱۲ سال کا عرصہ لگا۔ ۱۹۸۷ سے ہر سال ۱۱ جولائی کو عالمی یوم آبادی کی شکل میں منایا

Marfat.com

جاتا ہے تاکہ دنیا میں لوگ بڑھتی آبادی پر سنجیدگی سے غور وفکر کرسکیں۔

۲۰۰۷ میں دنیا کی آبادی ۶٫۶ بلین کے سرحد کو عبور کر چکی ہے اور اس وقت دینا میں فی سیکنڈ ۲۱ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ آبادی میں اضافہ ۲۰ویں صدی میں درج کیا گیا تھا اب ۱٫۴ فیصد کے اضافہ کی شرح سے ۷۵ میلین آبادی بڑھ رہی ہے۔ سی آئی اے کی فیکٹ بک میں دستیاب اعداد و شمار کے مطابق ۰۶-۲۰۰۵ میں ۲۰۳،۸۰۰ (دو لاکھ ۳ ہزار آٹھ سو) میں روزانہ آبادی میں اضافہ ہوا جب کہ ۲۰۰۷ میں یہ تعداد بڑھ کر ۲۱۱،۰۹۰ (دو لاکھ گیارہ ہزار نوے) ہوگئی۔ ۱۹۶۱ کے مقابلے میں یہ شرح ۲٫۱۹ فیصدی کے حساب سے ہے لیکن مشرق وسطی اور افریقی ممالک میں یہ اضافہ زیادہ ہے۔ گزشتہ ۲۷ سالوں کے دوران دنیا کی آبادی میں تین گنا اضافہ ہوا ہے۔ جب کہ گزشتہ ۳۸ سالوں میں دوگنا اضافہ ہوا ہے۔ ایشیا میں سب سے زیادہ گھنی آبادی ہے اور یہاں مجموعی دنیا کی آبادی کا ۶۰ فیصد حصہ رہتا ہے یعنی ۳٫۸ بلین افراد۔ چین میں دنیا کی مجموعی آبادی کے ۲۰ فیصدی لوگ رہتے ہیں اور ہندوستان میں دنیا کے ۱۶ فیصد لوگ رہتے ہیں۔ افریقی ممالک میں مجموعی آبادی کے ۱۲ فیصد افراد رہتے ہیں یعنی ۸۴۰ میلین جبکہ یوروپ میں ۷۱۰ میلین یعنی مجموعی آبادی کی ۱۱ فیصدی۔ نارتھ امریکہ میں ۵۱۴ میلین یعنی ۸ فیصدی، جنوبی امریکہ میں ۳۷۱ میلین یعنی ۵٫۵ فیصدی۔

سی آئی اے کی ایک اور رپورٹ کے مطابق دنیا کی مجموعی آبادی میں ۲۷٫۴ فیصدی آبادی کی عمر پندرہ (۱۵) سال سے کم ہے اور نوے کی دہائی جس کو "گلوبلائزیشن" اور عالم کاری کا دور بھی کہا جاتا ہے، سب سے زیادہ بچے پیدا ہوئے ہیں۔ خاص کر ۱۹۹۵ کے بعد کے سالوں میں شرح پیدائش کافی اونچی رہی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق اب تک دنیا میں کم از کم ۴۵ بیلین افراد اور زیادہ سے زیادہ ۱۲۵ بلین افراد دنیا میں آچکے ہیں۔ دنیا جتنی ترقی کر رہی ہے اور عورتوں کے حقوق کی باتیں جس طرح اعلی پیمانے پر کی جاتی ہیں، لڑکیوں کی شرح پیدائش میں اسی حساب سے لگاتار کمی واقع ہوتی جارہی ہے خاص طور پر ۱۹۵۰ سے لڑکیوں کی شرح پیدائش میں مسلسل کمی واقع ہوتی رہی ہے اور ۱۹۵۰ میں لڑکیوں کی شرح پیدائش ۳٫۶ فیصد سے کم ہوکر ۳٫۱ فیصد رہ گئی ہے۔ ہندوستان میں بھی لڑکیوں کی پیدائش کی شرح قابل اطمینان نہیں ہے۔ یہاں کی ریاست ہریانہ، پنجاب دختر کشی میں سرفہرست ہیں۔

جنوبی افریقہ کی آبادی میں ۱۴۱ میلین کا اضافہ ہوا ہے لیکن جس طرح آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس طرح وسائل نہیں بڑھ رہے ہیں۔ کچھ وسائل اور ذرائع تو ایسے ہیں جو ایک بار ختم ہو جائیں تو دوبارہ حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ جنوبی افریقہ میں ۵۳ فیصد آبادی کی ماہانہ آمدنی ۳۰۱ رینٹ سے کم ہے اور

Marfat.com

بیروزگاری کی شرح ۴۰ فیصد سے زیادہ ہوگئی ہے اور غربت نسل در نسل منتقل ہو رہی ہے۔ بہت سے گروپ غربت، ماحولیات اور دیگر حوالے سے کام کرتے ہیں لیکن وہ ایک نقطہ پر پہنچ کر ناکام ہو جاتے ہیں کیوں کہ مسائل کی ٹہنی کو کاٹی جاتی ہے جڑ کو نہیں۔ اس لئے ایک وقت کے بعد وہ مسائل دوبارہ سر ابھارنے لگتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے تخمینے کے مطابق دنیا کی آبادی 2010 میں ۶٫۸ بیلین، 2020 میں ۷٫۶ بیلین، ۲۰۳۰ میں ۸٫۳ بیلین، ۲۰۴۰ میں ۸٫۹ بیلین اور ۲۰۵۰ تک ۹٫۴ بلین ہو جائے گی۔ ۱۷۵۰ء میں جہاں دنیا کی آبادی صرف ۷۹۱ میلین تھی وہیں ۱۸۰۰ میں ۹۷۸ میلین، ۱۸۵۰ ۱۲۶۲ میلین، ۱۹۰۰ میں ۱۶۵۰ میلین، ۱۹۵۰ میں ۲۵۲۱ میلین، ۱۹۹۹ میں ۵۹۷۸ میلین، ۲۰۵۰ میں ۸۹۰۹ میلین آبادی ہوگی۔ وہیں ایشیا میں ۲۰۵۰ میں ۵۲۶۸ میلین، افریقہ میں ۱۷۶۶ میلین، یوروپ میں ۶۲۸ میلین، لاطینی امریکہ میں ۸۰۹ میلین، نارتھ امریکہ میں ۳۹۲ میلین کی آبادی ہوگی۔

۲۰۰۱ کی عالمی آبادی کی صورت حال سے متعلق اقوام متحدہ کی رپورٹ میں وہ خدشات ظاہر کئے گئے ہیں جو بڑھتی آبادی کی وجہ سے بنی نوع انسان کو پیش آنے والے ہیں۔ ان مسائل میں جہاں غذائی اجناس اور پانی شامل ہیں وہیں ماحولیات کے بدلتے رنگ بھی انسانوں کے لئے تباہی کا سبب بنیں گے۔

۲۰۰۱ کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی آبادی ۱۰۲٫۸۰ کروڑ تھی جو ۲۰۵۰ میں بڑھ کر ۱۵۱٫۳۰ کروڑ ہو جائے گی۔ چین کی آبادی اس دوران ۱۳۹٫۴ کروڑ ہوگی جب کہ امریکہ کا تیسرا نمبر ہوگا۔ ہندوستان کی بڑھتی آبادی پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آزادی کے قبل ہندوستان کی شرح پیدائش اور شرح اموات میں کوئی زیادہ فرق نہیں تھا۔ لوگ زیادہ سے زیادہ بچہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ لوگوں میں یہ تصور عام تھا کہ جتنے زیادہ بچے پیدا ہوں گے اس کی لاٹھی اتنی مضبوط ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں کے یہاں زیادہ بچے پیدا ہوتے تھے اور شرح اموات بھی زیادہ تھی کیوں کہ بنیادی صحت خدمات کی کمی تھی، لوگوں کے پاس وسائل نہیں تھے، اس لئے بچے مر جایا کرتے تھے۔

ہندوستان میں کل آبادی اس وقت تک (۱۰ جولائی) ایک ارب ۱۱ کروڑ ۹ لاکھ ۹۶ ہزار ۸۹۹ ہے۔ یہاں ہر مہینے ۱۲ لاکھ ۷۲ ہزار ۳۳ بچے پیدا ہوتے ہیں اور روزانہ ان کی تعداد ۴۲ ہزار ۴۳۴ ہوتی ہے اور ہر گھنٹے میں ۱۷۶۹ بچے جنم لیتے ہیں اور فی منٹ ۲۹ بچے ہندوستان میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں مجموعی آبادی میں سے ۴۵ فیصد نوجوانوں اور بچوں کی ہے۔ یہاں کی آبادی کا ۷۰ فیصد حصہ اب بھی گاؤں میں رہتا ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۳۵ فیصد لوگ ان پڑھ ہیں جب کہ غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق تقریباً آدھی آبادی ان پڑھ ہے۔ ۲۰۰۱ کی مردم شماری کے مطابق کل آبادی میں سے مردوں کی

Marfat.com

تعداد ۵۳ کروڑ ۱۲۷ لاکھ سات ہزار ۸۷ ہے جب کہ خواتین کی تعداد ۴۹ کروڑ ۵۷ لاکھ ۳۸ ہزار ۱۶۹ ہے۔

جس طرح ہندوستان نے ترقی کی اور صحت خدمات کا دائرہ دیہی عوام تک وسیع ہوا اسی طرح آبادی میں بھی کنٹرول ہوا۔ ملک میں خاندانی منصوبہ بندی کا باضابطہ آغاز آزادی کے بعد 1951 میں ہوا تھا۔ اس پروگرام کو عوام تک پہنچانے کے لئے ہندوستان اور ہندوستان کی ریاستوں کو بہت ہی جتن کرنے پڑے۔ مختلف طریقوں کا سہارا لیا گیا، ناچ گانے، نکڑ ناٹک، پمفلٹ، اشتہار اور کئی ذرائع کا استعمال ہوا۔ آبادی کے کنٹرول کے ساتھ شرح پیدائش میں کمی اور بچوں کی شرح اموات میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اس کی خاص وجہ صحت خدمات کا دائرہ وسیع ہونا ہے۔ آزادی کے وقت پانچ ہزار سرکاری اور غیر سرکاری اسپتالوں میں ۸۰ ہزار بستر دستیاب تھے اور تین کروڑ لوگوں کا علاج کیا جاتا تھا وہیں اب ۶۴۵ ہزار سے زائد بستر دستیاب ہیں اور سرکاری اور غیر سرکاری ۴۱ ہزار ادارے کام کررہے ہیں اور اس میں روزافزوں اضافہ ہورہا ہے۔ ان اداروں میں ۶۵ کروڑ سے زائد افراد کا علاج کیا جاتا ہے۔

ہندوستان کی بڑھتی آبادی کا دباؤ ہر شعبہ حیات میں دیکھنے کو مل رہا ہے جہاں کے عوام بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں وہیں زمین بھی تنگ ہوتی جارہی ہے۔ غذائی اجناس بھی اب باہر سے درآمد کرنا پڑ رہا ہے۔ 1951 میں جہاں ہندوستان میں ایک مربع کلومیٹر اراضی پر اوسطاً ۱۱۷ افراد رہتے تھے وہیں ۲۰۰۱ کی مردم شماری کے مطابق یہ اوسط بڑھ کر ۳۲۴ ہو گیا ہے۔ شہری علاقوں کا اور بھی برا حال ہے یہاں لوگوں کو سانس لینے کے لئے صاف آب وہوا بھی میسر نہیں ہے۔ لوگوں کو آلودہ اور کثافت بھرے ماحول میں زندگی گزارنی پڑتی ہے جس کی وجہ سے آئے دن لوگ بیماری کی زد میں آتے رہتے ہیں۔

اس وقت ہندوستان کی ریاستوں میں اتر پردیش آبادی کے لحاظ سے سرفہرست ہے۔ یہاں کی آبادی تقریباً ۱۴ کروڑ ہے۔ دنیا کے صرف پانچ ملک ایسے ہیں جن کی آبادی اتر پردیش کی آبادی سے زیادہ ہے۔ ملک کی بڑھتی آبادی کے تئیں متحدہ محاذ حکومت سنجیدہ ہے اور انہوں نے کئی لائحہ عمل مرتب کیا ہے۔ اس کے مطابق وزارت صحت نے ایسے ۱۷۰ اضلاع کی نشاندہی کی ہے جہاں آبادی میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ اگر ۲۰۱۰ تک ان اضلاع کی آبادی کو کنٹرول کیا جاسکے گا تو ملک کی آبادی کو مستحکم کرنے میں مدد ملے گی۔ دنیا کی بڑھتی آبادی کی وجہ سے سب سے زیادہ اثر ماحولیات پر پڑے گا۔ اوزون لیئر کی پرت میں کمی، غذائی اجناس کی کمی، آبی وسائل کی کمی اور اسی طرح کے دیگر مسائل جن کا تعلق راست بلاتفریق امیر وغریب تمام لوگوں کی زندگی سے ہے ہمیں ان مسائل کی جڑوں پر وار کرنا ہوگا تبھی ہم زندگی کا لطف اٹھاسکیں گے۔

●●●

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم
صلی اللہ علیٰ حبیبہ [illegible] وآلہ واصحابہ وسلم

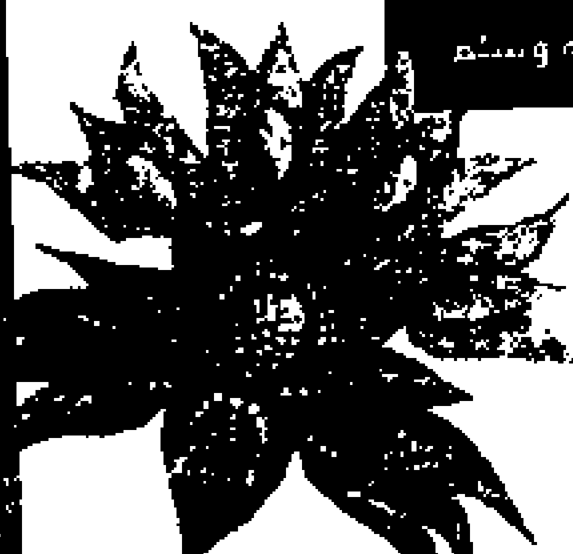

- نیک راہ پر چلنے والا ہمیشہ آگے بڑھتا ہے۔
- جس انسان کا اخلاق اچھا نہیں، وہ مرجھائے ہوئے پھول کی طرح ہے۔
- ہر جاننے والا شخص دوست نہیں ہوتا
- اس عمارت کی تعمیر مت کرو، جس میں تمہارا دم گھٹ جائے۔
- ہر ہنسنے والا چہرہ اندر سے خوش نہیں ہوتا

دل میں خدا کا خوف رکھتے ہوئے
اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے بچانا تقویٰ ہے۔
صغیرہ اور کبیرہ دونوں طرح کے گناہوں سے ایک مسلمان کو اجتناب کرنا چاہیے
تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں متقی اور پرہیز گار بن جائے۔

Marfat.com

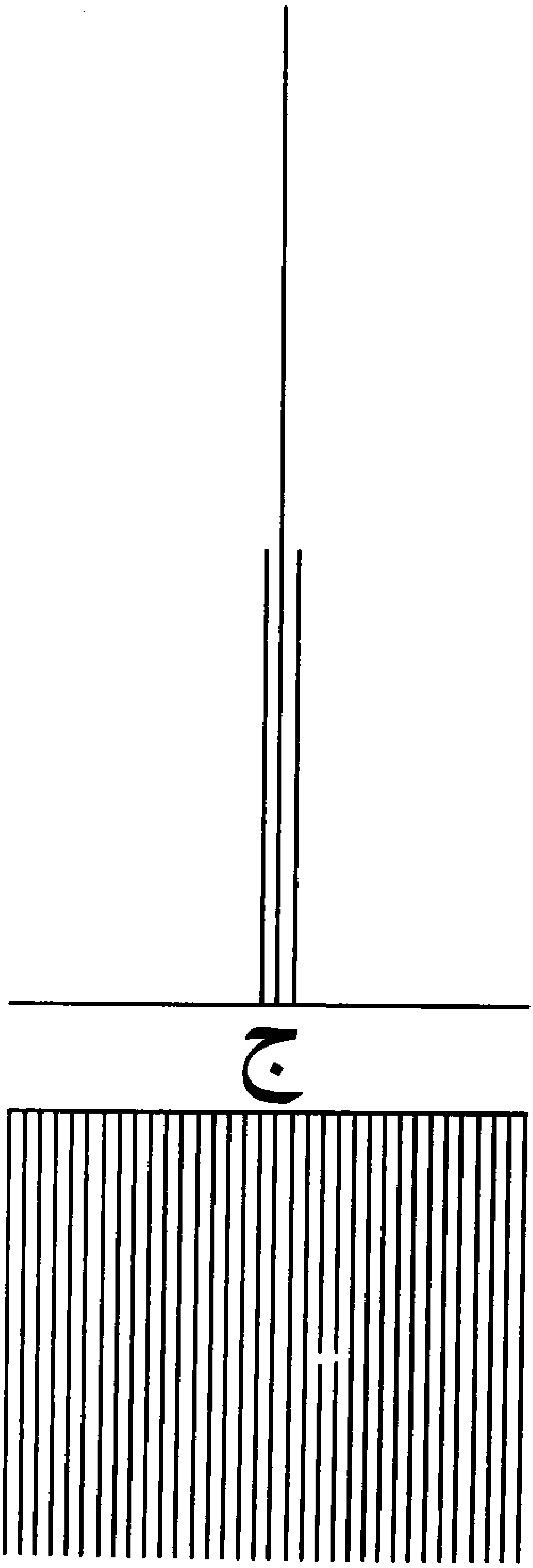

Marfat.com

اقوال زرّیں

جو شخص کسی ایسی صفت کی تعریف کرے
جو تجھ میں نہ ہو تو وہ تجھے ایسی برائی
سے بھی منسوب کرے گا جو تجھ میں نہ ہو گی
سو خوشامد کرنے والے سے بچو۔

Marfat.com

صحافت اور سامراجیت ۱۸۵۷ کے تناظر میں

استعماریت مخالف مہم میں اردو صحافت کا کردار نا قابل فراموش ہے، ہندوستان کی تمام ریاستوں سے نکلنے والے اردو اخبارات میں فرنگی آمریت، مطلق العنانیت کے خلاف مشترکہ آوازیں بلند کی گئیں، کرناٹک، مدھیہ پردیش، دہلی، اترپردیش، مہاراشٹر، اور دیگر علاقوں کے ایسے اردو اخبارات کی فہرست کافی طویل ہے جن کا مقصد فرنگی استبداد، حلم و عدوان کے خلاف آواز بلند کرنا تھا اور اردو صحافت کی اسی انقلابی آواز کا اثر ہے کہ ۱۸۵۷ کی بغاوت ملک کے کونے کونے تک پہنچی اور تمام لوگ بلا تفریق مذہب وملت انگریزی اقتدار کے

Marfat.com

خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مساجد و منادر میں انگریزوں کے خلاف بددعاؤں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور لوگ یہاں تک دعا کرنے لگے کہ پھر سے مغلیہ سلطنت قائم ہو اور کوئی مغل بادشاہ یہاں کا اقتدار سنبھال لے اور یہ دعا مسلمانوں نے نہیں بلکہ ہندوؤں نے مانگی تھی۔ چھوٹے چھوٹے ضلعوں اور چھوٹی چھوٹی آبادیون میں انگریزوں کے خلاف ایک ہی جوش و جذبہ پروان چڑھ رہا تھا اور اس جذبہ کو اردو اخبارات مزید توانائی اور تحریک عطا کر رہے تھے۔

خفیہ انقلابی تحریک کا اثر سب سے زیادہ دہلی میں تھا۔ ملک بھر سے مجاہدین یہاں جمع ہو رہے تھے اس میں مغل شہزادے پیش پیش تھے۔ جیسا کہ ساور کر نے لکھا ہے کہ خفیہ انقلابی تحریک سب سے زیادہ دہلی میں جڑ پکڑ رہی تھی اور مغل شہزادے اس کام میں مصروف تھے، مائیں بچوں سے دعا کراتی تھیں کہ فرنگی غارت ہو جائیں۔ ایک فرانسیسی خاتون مسز انگلیسی نے اپنی سرگزشت میں لکھا ہے کہ ''مسلمان اپنی مسجدوں میں اور ہندو مندروں میں دعا کرتے تھے کہ ہندوستانی سلاطین گورکانیہ (مغلیہ) کی اولاد میں سے کسی کا راج ہو''۔ ص ۲۱۵

ملک کے اخبارات نے بھی صحافتی محاذ پر انگریزوں کے خلاف ایک مورچہ کھول دیا اور ان کے ظلم و جبر کی خبروں سے خلق خدا کو روشناس کر کے ان کی قومی و مذہبی غیرت و حمیت کو للکارنے لگے۔ اس طرح پورا ملک انگریزوں کے ظلم و جبر سے آہستہ آہستہ روشناس ہوتا گیا۔ اس وقت کے اخبارات نے بلاخوف و خطر انگریزوں کے خلاف خبریں شائع کیں اور قومی جذبات سے انگریز حکمرانوں کو بھی آگاہ کیا۔ اگر یہ اخبارات نہ ہوتے تو شاید انگریزوں کی آمریت سے لوگ آشنا نہ ہو پاتے۔ ان اخبارات نے اس وقت نہ صرف یہ کہ اپنے ملک و مٹی کی محبت میں کسی انجام کی پرواہ نہیں کی بلکہ بے خطر سارے اخبارات آتش نمرود میں کود پڑے اور ان اخبارات کے اس عشق اور جنوں کا ہندوستانی عوام نے بھی یوں احترام کیا کہ اخبارات کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انہوں نے بھی انگریزوں کے خلاف مورچہ سنبھال لیا۔

یہ تھا اردو صحافت کا کرشمہ کہ جس نے ایک لمحہ میں ہندوستانیوں کے ذہن و دل کو بدل ڈالا کل تک جو انگریزوں کی وفاداری میں تھے وہ ان کے خلاف ہو گئے اور اس طرح گویا پورے ہندوستان میں انگریز مخالف مشن کو مکمل کامیابی ملی، اس کامیابی کا سہرا اردو اخبارات کے سر ہے۔

۱۸۵۷ء انگریزوں کے خلاف بغاوت کی ایک علامت ہے اور اسے ملک گیر پیمانہ پر جنگ

Marfat.com

آزادی کا نقطۂ آغاز مانا جاتا ہے اور اسی کی بنیاد پر ۱۸۵۷ کے تناظر میں اردو اخبارات کے کردار کی بابت گفتگو ہو رہی ہے مگر دیکھا جائے تو انگریزوں کے خلاف اردو صحافت نے "فوجی اخبار" کے ذریعے جو بگل بجایا تھا اسے اردو صحافت نے فراموش کر دیا ہے۔ انگریزوں کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے خلاف سب سے پہلی آواز فوجی اخبار سے بلند ہوئی جو ٹیپو سلطان کے حکم سے جاری ہوا، یہ ٹیپو سلطان کے سرکاری مطبع سے شائع ہوتا تھا۔ یہ اخبار فوجیوں کے لیے تھا، ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے جس طرح ان کی تمام چیزیں لوٹ لیں، اسی طرح اس اخبار کی فائلیں بھی ضبط کر لیں۔

ایک اور اخبار سفیر کرناٹک کے نام سے ۳ مارچ ۱۸۵۷ کو نکلنا شروع ہوا جس کا تذکرہ مشہور و معروف محقق امتیاز علی خاں عرشی نے اپنے ایک مضمون "قدیم اخبارات کی کچھ جلدیں" میں کیا ہے۔ اسی طرح کرناٹک کے مشہور محقق این سیتا رام شاستری نے کرناٹک کے ایک اور اخبار قاضی الملک کا ذکر کیا ہے۔ جو ۱۸۵۴ میں منظر عام پر آیا تھا اور ایک عشرہ تک جاری رہا۔ ان اخبارات کی جلدیں دستیاب نہیں ہیں لیکن باضابطہ اخبار جس پر محققین متفق ہیں اور جس کی جلدیں بھی کتب خانوں میں دستیاب ہیں وہ ہے "قاسم الاخبار" اس کے مالک و مدیر محمد قاسم غم تھے جنہوں نے ۱۸۶۱ میں یہ اخبار جاری کیا تھا۔ اس ہفت روزہ اخبار میں ملکی و غیر ملکی سماجی، سیاسی موضوعات پر مضامین اور خبریں ہوتی تھیں، ہر شمارے میں پابندی سے اداریہ لکھا جاتا تھا جو اس وقت کے عصری مسائل پر محیط ہوتا تھا۔ "قاسم الاخبار" کے ایک اداریہ کا اقتباس ملاحظہ کریں جس سے اردو اخبار کی بیدار مغزی اور عصری مسائل سے آگہی کا اندازہ ہوتا ہے۔

"چونکہ روز بروز انگریزی مدرسے اجراء ہوتے ہیں اس لیے لوگوں کا گمان ہوتا ہے کہ سرکار کا ارادہ ہم سب کو انگریزی زبان سکھانا ہے۔ جب انگریزی پڑھنا لوگ شروع کرتے ہیں پھر ہنر سیکھنے سے باز رہتے ہیں جب انگریزی سیکھنے میں ان کے اوقات صرف ہوتے ہیں تو ہنر نہیں سیکھتے، پھر جب سرکاری خدمتیں ان کو نہیں ملتیں، غریب اور مفلس ہو جاتے ہیں، ہم کو یاد ہے کہ چند روز پیشتر ایک افسر صاحب کہتے تھے کہ ان دنوں انگریزی پڑھے آسانی سے مل جاتے ہیں، گھوڑے کا کام کرنے کے لیے اس آسانی سے سائس نہیں ملتے جبکہ ابھی یہ حالت ہے آئندہ کیا ہوگی؟"۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلم حکومت کے زوال کے بعد بے روزگاری میں کس قدر اضافہ ہوا تھا، کرناٹک میں اردو میں صحافت کی داغ بیل ڈالنے والا اخبار بالآخر سماجی اور

Marfat.com

استعماریت پسندوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو گیا۔

اسی طرح کرناٹک کے ایک اور اخبار محافظ بنگلور کا بھی ذکر ملتا ہے جس کے مدیر عبدالحفیظ آرام تھے، محمد قاسم غم کے قاسم الاخبار کے علاوہ عیسائی مشنریوں کے گمراہ کن پروپیگنڈہ سے مسلمانوں کو محفوظ و مامون رکھنے کے لئے اخبار شمس جاری کیا تھا جو دس روزہ تھا۔

ایک انگریز محقق کے مطابق ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی سے قبل میرٹھ سے ایک خفیہ اخبار نکلتا تھا جس کا نام غالباً ''پیغام آزادی'' تھا۔ جو آسٹریلیا میں پیدا ہونے والے ناول نگار جان لینگ کے پریس میں چھپتا تھا گرچہ اس کی کوئی کاپی دستیاب نہیں ہے۔ اس اخبار میں ایسٹ انڈیا کے مظالم کی داستان اور عوام کو پریشان کرنے سے متعلق خبریں ہوا کرتی تھیں۔ جان لینگ کی دہرہ دون کے مسوری میں مشتبہ حالت میں موت ہوئی تھی۔ محقق کے مطابق علاقائی زبان کا اخبار تھا تو ظاہر ہی سی بات ہے کہ وہ اردو کا اخبار رہا ہوگا۔

اسی طرح اتر پردیش سے نکلنے والے اخبار ''طلسم'' جس کے ایڈیٹر پبلیشر محمد یعقوب صاحب تھے، ان کا تعلق فرنگی محل سے تھا، کا کردار انقلابی اور انگریز مخالف تھا۔ مولانا احمد اللہ شاہ جیسے مجاہد کو جب پولیس نے گرفتار کرنے سے منع کر دیا تھا اس کے بعد مسلح دستے گرفتاری کے لیے روانہ کیے گئے۔ تو اس وقت لکھنو کے اخبار ''طلسم'' نے ۶ مارچ ۱۸۵۷ کے شمارے میں مولانا کی گرفتاری کی خبر اس طرح دی تھی:

''مثل مشہور ہے تلوار اور گولی کی لڑائی دو سے پانچ آدمی کی صف آرائی کیا، زخموں سے چور ہوئے بادہ اجل سے مخمور ہوئے.... شاہ صاحب نے جرأت سے جھپٹ کر ہاتھ مارا، تلوار کا پھلڑا ٹوٹ گیا مجبور ہوئے جی چھوٹ گیا، اس گولی کا زخم سینے پر کھایا... شاہ صاحب نہتے گرفتار ہوئے'' (خورشید مصطفے رضوی، ۱۸۵۷ ص: ۴۲۴۔)

لکھنو کے ایک اخبار ''سحر سامری'' نے مارچ ۱۸۵۷ کے اپنے شمارے میں فیض آباد کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے لکھا تھا، ہر گلی کوچے میں معہ ہمراہان خاص ہتھیار باندھے پھرتے تھے کہ شہر کے مردمان پولس یہ حال دیکھ کر براہ تعرض گھیرتے تھے۔ رفتہ رفتہ خبر ہوئی کہ بلوے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سپاہیان سرکار نے تگ و دو بے شمار کی ہتھیار لے لینے میں تکرار کی..... خورشید مصطفے رضوی، ۱۸۵۷ ص: ۴۲۴۔

Marfat.com

لکھنو میں مولانا احمد اللہ شاہ کی سرگرمیوں کے متعلق اخبار طلسم نے ۲۱ نومبر کے شمارے میں لکھا ہے کہ دوشنبہ اور پنج شنبے کو وہاں مجمع کثیر ہوتا ہے۔ شہر کا برنا و پیر ہوتا ہے۔ مجلس حال و قال کی ہوتی ہے لیکن نئی چال کی ہوتی ہے کہ عین جوش حال میں فرش پر آگ گراتے ہیں نہ فرش پہ دھبہ لگتا ہے نہ حلق میں چھالے نظر آتے ہیں، خورشید مصطفے رضوی، ۱۸۵۷ص: ۴۲۴۔

ملک میں انگریزوں کے خلاف نفرت کے لاوے پھوٹ رہے تھے۔ جہاد سے سرشار مجاہدین اوران کے رہنماؤں نے ملک بھر میں دورے کئے۔ جگہ جگہ جہاد کی تلقین کی پہلے تو صرف مسلمانوں کی حمایت حاصل ہوئی لیکن بعد میں کچھ ہندو بھی ساتھ آئے۔ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اخبار ''طلسم'' لکھتا ہے :

''چنانچہ جا بجا خفیہ بھرتی ہونے لگی، عہد و پیمان کے ساتھ اسم نویسی ہونے لگی، عشرے کا روز ٹھہرا حسب وعدہ لوگوں کے جماؤ ادھر ادھر ہوئے مگر حکام خبردار تھے کچھ بن نہ پڑی۔ طلسم ۱۹ ستمبر ۱۸۵۶، ۴۱، ۴۲۰۔

۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کا ذکر آئے اور آگرہ (سابق اکبر آباد) کا ذکر نہ ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا جس طرح دہلی، لکھنو، میرٹھ اور دیگر شہروں کے اخبارات کو مجاہدین آزادی کے لئے کام کرنے کا فخر حاصل ہے، اسی طرح آگرہ کو بھی حاصل ہے۔ یہاں اس طرح انگریزوں کے خلاف لاوا پھوٹ پڑا تھا اور آگرہ کے اردو اخبارات نے اس لاوے کو گاؤں گاؤں قریہ قریہ عوام الناس تک پہنچانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آگرہ کے خاص اخباروں میں ۱۸۴۶ میں صدر الاخبار، ۱۸۴۶ میں قلب الاخبار، اخبار النوح اور آگرہ سے ہی منشی نولکشور نے ۱۸۵۶ میں سفیر آگرہ نام سے اخبار نکالا تھا۔ بریلی سے ۱۸۴۷ میں ایک اخبار عمدۃ الاخبار جاری ہوا تھا جس کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔

اسی طرح دہلی سے شائع ہونے والے اخبارات نے اس وقت کے حالات کی تصویر کشی کی اور ہندوستانی قوم کو انگریزوں کے مظالم سے آگاہ کیا اور دہلی کے عوام پر گزرنے والی قیامتوں کا بھی ذکر کیا جس سے پورے ہندوستان کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ دہلی کے ''دہلی اردو اخبار'' نے ۱۷ مئی ۱۸۵۷ کے شمارہ میں جنگ آزادی کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھا :

,,دہلی چھاؤنی کے دیسی سپاہی بھی بغاوت پر کمر بستہ ہو چکے تھے جس کے انگریز افسر انبالے روانہ ہوئے، بہت سے راہ میں پانی پت اور کرنال میں مارے گئے اور صرف تین انگریز انبالے تک پہنچے۔

Marfat.com

چھاؤنی کے باغی سپاہی نے کشمیری دروازے کے انگریزوں کو قتل کیا اور قلعے میں آ گئے"۔ ۱۸۵۷ء ص ۲۶۶۔

۱۸۵۷ کے بعد دہلی کے حالات بہت خراب ہو گئے تھے۔ ہر طرف انقلابی کے بھیس میں لٹیرے گھوم رہے تھے اور میم یہاں بھی چھپی ہوئی ہے۔ کا بہانہ بنا کر ان کے مال اسباب لوٹ لیتے تھے جن سے دہلی کے عوام کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس وقت کے حالات کا "دہلی اردو اخبار" نے کچھ اس طرح نقشہ کھینچا:

"شہر بہت لٹتا ہے۔ لوگوں نے یہ افعال اختیار کئے ہیں کہ تلنگوں کی صورت بن کر شہر کو لوٹنا اختیار کیا۔ اس طرح سے کہ بندوقیں وغیرہ اسباب و آلات میگزین اور کوٹھیوں سے انگریزوں کے لوٹ اپنے تئیں تلنگوں کے بھیس میں ظاہر کر کے لوٹنا شروع کیا، چنانچہ پانچ آدمی کل گرفتار ہوئے انجام کو ظاہر ہوا کہ کوئی کہار ہے مسمن صاحب کا اور اہیر اور ایک چمار ہے جو مندی چھاونی میں جوتا بناتا تھا دو اور چمار" ص ۲۶۷۔

اردو اخبارات نے اپنی ابتدائی اشاعت سے ہی عوام کی ترجمانی کی اور ہمیشہ عوام کی فلاح و بہبود والی خبروں کو جگہ دی اور وہ جنگ آزادی میں بھی عوام کی رہنمائی کرتے ہوئے نظر آئے اور اخبارات نے کبھی حکمرانوں کے آگے سر خم نہیں کیا بلکہ ظالم انگریز حکمراں کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے میں نمایاں خدمات انجام دیں جیسا کہ گورنر جنرل لارڈ کیننگ نے ۱۳ جون کے اپنے مکتوب میں ہندوستانی اخبارات کے ۱۸۵۷ کے کردار کے بارے میں لکھا تھا:

"اس بات کو لوگ نہ تو جانتے تھے نہ سمجھتے ہیں کہ گزشتہ چند ہفتوں میں دیسی اخباروں میں خبر شائع کرنے کے آڑ میں ہندوستانی باشندوں کے دلوں میں دلیرانہ حد تک بغاوت کے جذبات پیدا کر دیئے ہیں، یہ کام بڑی مستعدی، چالاکی اور عیاری کے ساتھ انجام دیا گیا۔ ص ۳۴۳

ہندوستان کے اردو اخبارات نے توپ و تفنگ اور تختہ دار کی پرواہ کئے بغیر ظالم انگریز سے ہندوستان کو آزادی دلانے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔ اردو اخبارات اپنے اخبار میں وہ سب کچھ شائع کرتے تھے جو آزادی کی لو کو تیز کرنے میں معاون ہوتے تھے۔ یہ وہ اخبارات تھے جو سب کچھ اپنے بل پر کرتے تھے لیکن سچ بات کہنے اور باطل سے لوہا لینے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ حتیٰ کہ ملک کو انگریزوں سے نجات دلانے کے لئے اردو اخبار "اخبار الظفر" نے یہ جہاد کا فتویٰ شائع کیا تھا۔ جس میں کہا گیا تھا،

Marfat.com

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ اب جو انگریز دلی پر چڑھ آئے ہیں اور اہل اسلام کی جان و مال کا ارادہ رکھتے ہیں اس صورت میں اب اس شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں اور اگر فرض ہے تو فرض عین ہے یا نہیں اور اور پر لوگ جو شہروں اور بستیوں کے رہنے والے ہیں، ان کو بھی جہاد چاہیے یا نہیں، بیان کرو اللہ تم کو اجر دے گا۔

جواب۔ درصورت مرقومہ فرض عین ہے اور تمام اس شہر کے لوگوں کی اور استطاعت ضروری ہے اس کی فرضیت کے واسطے چنانچہ اس شہر والوں کی طاقت مقابلہ اور لڑائی کی ہے۔، بسبب کثرت اجتماع افواج کی اور مہیا اور موجود ہونے آلات حرب کے تو فرض عین ہونے میں کیا شک رہا اور اطراف وحوالے کے لوگوں پر جو دور ہیں باوجود خبر کے فرض کفایہ ہے'' ص خورشید مصطفےٰ رضوی، ص ۴۸/۳۴۷ فتویٰ کا نصف حصہ یہاں نقل کیا گیا ہے۔ اس پر ۳۷ علماء وفقہا کے دستخط ہیں۔

اردو کے اخبارات نے جس طرح لوگوں میں جذبہ جہاد پیدا کیا، اسی طرح حب الوطنی کے جذبات بھی پیدا کیے، یہاں تک کہ ملک بھر میں انگریزوں کے خلاف نفرت کی فضا تیار ہوئی تاجر سے حکمراں بننے والے انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لیے بلاتفریق مذہب وملت ایک پلیٹ فارم پر لوگ اکٹھا ہو گئے اور ۱۸۵۷ کی جنگ کا بگل بجا۔

دہلی کا اردو اخبار دہلی ۱۸۵۷ء میں مجاہدین کے کارنامے اور ان کی مستعدی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتا تھا۔

''بعض آدمی از روئے قسم کے کہتے ہیں کہ جس دن پہلے ترک سوار یہاں آئے تو آگے آگے سانڈنیاں بھی دیکھی گئیں۔ جن پر سبز پوش سوار تھے پھر دفعتہً وہ نظر سے غائب تھیں صرف ترک سوار قتال کرتے تھے بلکہ جو شخص انگریزوں کو پاتا تھا کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ ڈالتا تھا اور بری طرح سے ٹانگ گھسیٹ کے پھینک دیتا تھا''۔

دہلی سے ہی شائع ہوئے والے اردو اخبار دہلی نہ صرف مجاہدین کی سرگرمیوں، قلعہ دہلی کی حالت حب الوطنی پر روشنی ڈالتے تھے بلکہ اقتصادی حالات پر بھی گہری نظر ہوتی تھی۔

دہلی اردو اخبار نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ کے شمارے میں اس وقت کے چشم دید حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :

Marfat.com

''دیکھا کہ جانب بازار کشمیری دروازے سے لوگ بلاتحاشا بھاگے چلے آتے ہیں.....بے تکلف واسطے دریافت حال کے سیدھا اسی طرف روانہ ہوا کہ زیر کوٹھی سکندر صاحب پہنچ کر ایک آواز بلند بندوقوں کی باڑ کی سامنے سے سنائی دی آگے چلا تو دیکھا کہ صاحب بہادر جیو شمشیر برہنہ درکف سراسیمہ و بدحواس بے تحاشا بھاگے چلے آتے ہیں اور پیچھے پیچھے ان کے چند تلنگے بندوقوں کو سر کرتے چلے آتے ہیں......

دہلی سے بہادر شاہ ظفر کی ملکیت میں ''سراج الاخبار'' کے نام سے یک اور اخبار شائع ہوا تھا جس کا اجراء ۱۸۴۱ء میں ہوا تھا۔ یہ ہفتہ وار اخبار فارسی زبان میں تھا جو ہر اتوار کو شائع ہوتا تھا ۔یہ اخبار مطبع سلطانی سے شائع ہوتا تھا۔اس مطبع کی مختلف مطبوعات آزاد لائبریری میں موجود ہیں۔یہ اخبار بہادر شاہ ظفر کے روزناموں پر مشتمل ہوتا تھا۔سیر سید احمد خاں کے بھائی سید محمد خاں کی ملکیت میں دہلی سے ایک اور اخبار ''سید الاخبار'' شائع ہوتا تھا۔ مطبع سید الاخبار کو یہ فخر حاصل تھا کہ انہوں نے ''دیوان غالب'' شائع کیا تھا۔ •

رامیس پریس سے ایک ہفتہ وار فارسی اخبار آئینہ سکندری ''۱۸۲۲ میں جاری ہوا تھا، ہر جمعرات کو شائع ہوتا تھا ۱۸۳۳'' تک یہ صرف فارسی اخبار رہا لیکن ۱۸۳۴ کے بعد اس اخبار میں اردو ضمیمہ کا اضافہ کیا گیا،شہر سرکاری اخبار تھا جو ممبئی کے گورنر کے ایماء پر جاری ہوا تھا،اس اخبار کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ لیتھو کی بجائے ٹائپ پر چھپتا تھا۔

دہلی سے مطبع 'کشف الاخبار' جن کے مالک منشی امان علی لکھنوی تھے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے مفتی غلام حسین نے عنان اختیار سنبھالی۔اس مطبع سے کشف الاخبار ۱۸۵۵، میں جاری ہوا تھا۔جنگ آزادی کی تحریک کو جلا بخشنے اور پروان چڑھانے میں جن دیگر دہلی کے اردو اخباروں نے حصہ لیا ان میں ۱۸۴۴ میں شائع ہونے والا ''صادق الاخبار'' بھی ہے جس کے مدیر جمیل الدین خاں تھے۔۱۸۴۵ میں کریم الاخبار کے نام سے ایک اور اخبار جاری ہوا تھا۔

مدھیہ پردیش میں بھی اردو صحافت نے آزادی کی جنگ میں اہم رول ادا کیا ہے۔یہاں سے پہلا اردو اخبار ''بھوپال اخبار'' ۱۸۴۹ میں نکلنا شروع ہوا لیکن بھوپال کا باضابطہ اخبار ہفتہ روزہ عمدۃ الاخبار ہے جو ۱۸۷۱ میں شائع ہوا تھا جس کے مدیر حکیم اصغر حسین اخگر تھے یہ بارہ

Marfat.com

صفحات پر مشتمل اخبار تھا۔ بھوپال سے شائع ہونے والا دوسرا اخبار ''دبیر الملک'' تھا جس کی ادارت مولانا امجد علی اشہری کرتے تھے۔ ''عمدۃ الاخبار'' میں قارئین کی دلچسپی کے لیے وہ تمام ضروری چیزیں تھیں سرکاری گزٹ کے علاوہ سیاسی، سماجی، ادبی، مذہبی، سائنسی، خبریں ہوتی تھیں۔

پنجاب کے اردو اخبارات کا بھی کافی مثبت کردار رہا۔ ۱۸۵۰ میں منشی ہرسکھ رائے نے لاہور سے ''کوہ نور'' نکالا جو ۵۰ سال تک جاری رہا۔ منشی کنڈامل نے گوجرانوالہ سے ''گلزار پنجاب'' منشی دیوان چند نے سیالکوٹ سے ۱۸۵۰ میں خورشید عالم کے نام سے اخبار نکالا۔ اسی طرح مدراس سے بھی کئی اہم اخبارات شائع ہوئے تھے جیسے کہ ۱۸۴۸ میں ''اعظم الاخبار'' ۱۸۴۹ میں تیسیر الاخبار، ۱۸۴۹ میں ''آفتاب عالم'' اور ۱۸۵۲ میں ''جامع الاخبار''۔

اس کے علاوہ جس طرح تحریک شاہ ولی اللہ اور جنگ آزادی کی شمع جلانے میں علماء صادق پور اور دیگر علماء بہار نے کارنامہ انجام دیا اسی طرح بہار میں اخبارات میں اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان میں ۱۸۶۷ سے ''عظیم الاخبار'' پٹنہ، ۱۸۶۸ میں اخبار ''الاخبار'' مظفرپور وغیرہ تھے۔ ایک تحقیق کے مطابق ۱۸۴۵ میں ہندوستانی زبانوں کے ۲۶ اخبارات نکلتے تھے جن میں اردو اخباروں کی تعداد ۱۹ تھی۔

اس طرح پورے ہندوستان سے اردو اخبارات نے جنگ آزادی کی تحریک میں اہم رول ادا کیا، اس وقت کی صحافت پر نظر ڈالی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ تمام تر بے سروسامانی کے باوجود ان اخبارات نے انگریزوں کے خلاف عوام کی صرف ذہن سازی نہیں کی بلکہ قریہ قریہ نگر نگر ایک ایسی لہر پیدا کر دی جس سے انگریز لرزہ بہ اندام ہو گئے۔ اور انہیں تمام تر وسائل اور اختیارات اور اقتدار کے باوجود یہ محسوس ہونے لگا کہ پورا ملک ان کے خلاف ہے اور عوامی جذبات کا سیلاب ان کے خلاف امڈ پڑا ہے۔ موج خون سر سے گزر جانے کے باوجود ہندوستانی عوام کے اندر جوش وجذبہ کی طغیانی دیکھ کر خود انگریز بھی ششدر و حیران تھے۔

●●●

Marfat.com

وقف املاک کی تباہی اور مسلمانوں کی بے حسی

ہندوستان میں وقف کی صورت حال ایسی ہی ہے جیسے کہ مسلمانوں کی۔ وقف جائداد کو ''گاؤں کے غریب کی بیوی سب کی بھابھی'' سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ جتنی بڑی تعداد میں وقف کی جائداد پر حکومت نے قبضہ جمارکھا ہے اتنی بڑی تعداد میں کسی نے نہیں کیا ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ مسلمان بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ایک بابری مسجد کے نام پر لاکھوں لوگوں کی گردن کٹانے کی عزم رکھنے والی مسلم قوم نے پرانی مساجد میں نہ صرف اپنے گھر بنا رکھے ہیں بلکہ اس میں کارخانے بھی کھول رکھے ہیں۔ دہلی میں درجنوں ایسی مساجد ہیں جہاں مسلمانوں نے قبضہ کر رکھا

Marfat.com

ہے۔وقف بورڈ پر عام طور پر ضمیر فروش اوراپنی غیرت فروخت کر کے پارٹی کی غلامی کرنے والے مسلمانوں کا قبضہ ہوتا ہے۔حکومت ایسے لوگوں کا انتخاب کرتی ہے جو وقف جائداد کو تباہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ایسے وکلاء رکھے جاتے ہیں جن کی دلچسپی مقدمہ جیتنے کے بجائے ہارنے میں ہوتی ہے۔

دہلی کے کئی مقامات پر دیکھتے ہی دیکھتے وقف املاک کے نام ونشان مٹ گئے۔حضرت نظام الدین بس اسٹاپ کے عین پشت پر جو قبرستان ہے اس پر ڈی ڈی اے پارک کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ اسی طرح نظام الدین چوراہے پر جو خسرو پارک ہوا کرتا تھا وہ آج ڈی ڈی اے پارک ہے۔اسی طرح رفتہ رفتہ دہلی کے قبرستانوں پر حکومت کی ایجنسی نے قبضہ کیا ہے۔اسی طرح ملینیم پارک کے لئے ۱۱۴ ایکڑ قبرستان کو جس وقت دے دیا گیا۔ اس طرح کی سیکڑوں ایسی جگہیں ہیں جہاں مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر قبضہ کیا ہے۔اس وقت نظام الدین چوراہے کے قبرستان پر جو دہلی پبلک اسکول سے متصل ہے، رفتہ رفتہ قبضہ ہو رہا ہے اور چند سالوں میں وہاں قبرستان کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ایک دن وہ آنے والا ہے جب دہلی میں مسلمانوں کو اپنے مردوں کو دفن کرنے کے لئے جگہ دستیاب نہیں ہوگی۔ کیوں کہ ڈی ڈی اے جو وقف جائداد کا سب سے بڑا غاصب ہے، قبرستان کے لئے جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جو قبرستان ہے موجودہ مسلمان اس کا تحفظ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ بلکہ چند ضمیر فروش مسلمانوں کے سہارے بڑی بڑی کمپنیاں اور دبنگ ہندو قبرستان پر آسانی سے قبضہ کر لیتے ہیں۔اس کے بعد مقدمات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔یہاں پولیس اور انتظامیہ کو مسلمانوں کی جان کی حفاظت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تو وہ وقف جائداد کی نگہداشت کیوں کر کرے گی؟

کے رحمان خاں جو راجیہ سبھا کے ڈپٹی چیرمین اور وقف املاک سے متعلق پارلیمانی کمیٹی کے چیرمین ہیں نے حالیہ دنوں میں وقف املاک کی تباہی اور قبضے کی صورت حال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو اگلے دس برسوں میں وقف کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ان کی یہ تشویش بے جا نہیں ہے کیوں کہ انہوں نے وقف املاک کی صورت حال کا بذات خود جائزہ لیا ہے۔پورے ہندوستان میں جس طرح مرکزی اور ریاستی حکومت کا وقف کے تئیں جو رویہ ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وقف جائداد کے تحفظ کا کیا ہوگا۔جب

Marfat.com

وقف بورڈ کے ارکان ہی اس لوٹ کھسوٹ میں ملوث ہوں تو دوسروں کو کیا کہا جائے گا!

وقف کی جائداد اتنی ہے کہ اگر سب کا صحیح استعمال کیا جائے تو مسلمانوں کو کسی مدد کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور مسلمانوں کی غریبی دور ہو جائے گی لیکن ایسا ہوتا ممکن نظر نہیں آرہا ہے کیوں کہ گزشتہ ۶۰ برسوں کے دوران مسلمانوں کو دلت سے بھی بدتر بنانے والی ہندوستان کی حکومت اور یہاں سیاسی جماعتیں کبھی یہ نہیں چاہیں گی کہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اور مسلمانوں میں کوئی قیادت ابھرے۔ جب بھی مسلمانوں میں کوئی قیادت ابھرتی ہے فوراً حکومت اپنے گرگوں کو سامنے لے آتی ہے اور وہ مسلمانوں میں انتشار کے بیج بو دیتا ہے جس کی فصل صدیوں کاٹی رہتی ہے اور خوف و ہراس میں مبتلا کر کے مسلمانوں کے ووٹوں پر قابض ہو جاتی ہے۔ ہندوستان میں لارڈ میکالے کا نظریہ کام کر رہا ہے۔ یہاں کی پارٹیاں چاہتی ہیں کہ یہاں کے مسلمان مسلمان تو رہیں لیکن وہ اپنی تہذیب و تمدن کو قربان کر کے ہندوستانی معاشرے میں اس قدر رچ بس جائیں ان کی کوئی مذہبی، تہذیبی، لسانی اور کسی طرح کوئی شناخت قائم نہ رہ سکے۔ یعنی وہ مسلمان تو ہوں لیکن برائے نام۔

مرکزی حکومت کی ایماء پر تیلگو دیشم پارٹی کے ممبر پارلیمنٹ لعل چاند پاشا کی سربراہی میں ایک دس رکنی وفد نے مختلف ریاستوں میں وقف جائداد کا جائزہ لینے کے لئے کئی ریاستوں کا دورہ کیا۔ ممبئی کے دو روزہ دورہ کے دوران وہاں کے مسلمانوں نے وقف بورڈ کی کارکردگی بلکہ سیاہ کارناموں کی پول کھول دی۔ ان لوگوں نے کہا کہ آج تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہاں وقف کی کتنی جائدادیں ہیں، کتنی زمینوں پر قبضے ہو چکے ہیں یا جو زمین وقف بورڈ کے پاس ہے اس سے کتنی آمدنی ہوتی ہے۔ مہاراشٹر کے لوگوں نے خاص طور سے ان دو وقف جائدادوں کا ذکر کیا ہے جسے بالترتیب مکیش امبانی اور مہاراشٹر کے سابق وزیر اعلی ولاس راؤ دیش مکھ کے بھائی دلیپ دیش مکھ کو فروخت کی گئی تھی۔ یہ زمیں وقف کی ہیں جو فروخت نہیں کی جاسکتیں۔ وقف کی جو زمین مکیش امبانی کو فروخت کی گئی ہے وہاں پہلے یتیم خانہ ہوا کرتا تھا۔ وہ ۲۰۰۰ میں فروخت کی گئی تھی۔ اس کی فائل کھلنے کی پاداش میں تقریباً چھ ماہ قبل وقف بورڈ کے چیف ایگزی کیوٹیو افسر کا تبادلہ کر دیا گیا تھا۔ امبانی کو فروخت کی گئی وقف جائداد کا رقبہ ۴۵۳۲ مربع فٹ ہے۔ اس پر اس وقت عالیشان عمارت کی تعمیر جاری ہے۔ مہاراشٹر میں تقریباً ۵۵ ہزار ایکڑ زمین وقف کی ہے لیکن ان میں بیشتر

Marfat.com

یا تو فروخت کر دی گئی ہے یا قبضے ہو گئے ہیں۔ان میں بعض جائداد ایسی ہے جسے محض ایک سو روپے لیز پر دی گئی ہے۔اسی طرح ممبئی کے اسماعیل یوسف کالج کا معاملہ ہے جہاں غیر قانونی قبضے جاری ہیں اور مسلمان حکومت سے مسلسل کئی برسوں سے یہ مطالبہ کرتے آرہے ہیں کہ کالج اور اس کی زمین مسلمانوں کے حوالے کی جائے تاکہ مسلمان اسے اپنے طریقے سے چلا سکیں۔ممبئی کے لوگوں کا احساس تھا کہ اگر وقف جائدادوں کی صحیح طریقے سے دیکھ بھال کی جائے تو مہاراشٹر کے مسلمانوں کی اقتصادی اور تعلیمی حالات میں بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔

مہاراشٹر کی طرح آندھرا پردیش میں وقف جائدادیں مسلمانوں کی بے حسی اور انتظامیہ کی سازش کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر ہیں۔ماضی میں کرائے گئے سروے کے مطابق آندھرا پردیش میں وقف جائدادوں کی قیمت ۵۰ ہزار کروڑ روپے سے زائد ہے۔لیکن یہاں بھی صورت حال یہی ہے کہ یا تو اس پر قبضہ ہو چکا ہے یا دوسروں کے تصرف میں ہے۔ریاستی اسمبلی کی اقلیتوں سے متعلق ایک کمیٹی نے حیدر آباد کے قرب و جوار کے وقف جائداد کا جائزہ لیا جس نے پایا کہ یہاں سیکڑوں ایکڑ زمین ہے جس پر سر دست اس وقت سرکاری اداروں یا پرائیویٹ اداروں کا قبضہ ہے۔کمیٹی نے یہ کہکر تہلکہ مچادیا تھا کہ شمس آباد انٹرنیشنل ایرپورٹ، انڈین اسکول آف بزنس، مائیکروسافٹ کیمپس، مولانا آزاد اردو یونیورسٹی، ہارڈویر پارک، فیاب سٹی جیسے پروجیکٹوں کے لئے وقف بورڈ کی اراضی کا استعمال کیا گیا۔کمیٹی نے اسی طرح کہا کہ ایک مذہبی تعلیمی ادارے جامعہ نظامیہ کی ۱۴۹۰ ایکڑ زمین پر حیدر آباد اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے قبضہ کرلیا ہے۔اسی طرح درگاہ حسین شاہ کی ۱۶۵۴ ایکڑ اراضی زمین کو مختلف اداروں نے آپس میں تقسیم کرلی ہے۔اس میں سے ۲۵۰ ایکڑ زمین انڈین اسکول آف بزنس کو، ۱۲۰۰ ایکڑ زمین مولانا آزاد اردو یونیورسٹی کو، ۶۶۰ ایکڑ اراضی ریاستی انڈسٹریل انفراسٹرکچر کارپوریشن کو دے دی گئی ہے۔کمیٹی نے کہا کہ ان وقف جائدادوں کے مکمل ثبوت اور ریکارڈ حکومت کے پاس موجود ہیں۔اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے حکومت چاہے کسی کی بھی ہو وقف جائداد پر قبضہ کرنے میں سب آگے ہوتے ہیں۔مولانا آزاد اردو یونیورسٹی کو زمین مہیا کرنے کی جب حیدر آباد کی طرف سے پیش کش ہوئی تھی اس وقت تمام لوگوں نے اس وقت کے وزیر اعلیٰ چندر بابو نائیڈو کے اقدام کو سراہا تھا۔لیکن کیا معلوم تھا کہ وہ مفت میں شاباشی لوٹ رہے ہیں۔

Marfat.com

یہ تو ہندوستان کی دو ریاستوں کی وقف بورڈ کی صورت حال تھی کم وبیش تقریباً تمام ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کی یہی صورت حال ہے۔ ہر جگہ قبضہ کرنے میں حکومت، حکومت کے ادارے اور یہاں کی کمپنیاں آگے ہیں۔ ہم آئے دن وقف جائدادوں اور مساجد پر قبضے کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں لیکن ان سب سے وقف بورڈوں کے ذمہ داروں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیوں کہ مسلم سیاست دانوں کو اللہ کے خوف کی بجائے پارٹی کا خوف زیادہ ہوتا ہے۔ وہ پارٹی کو سب سے اعلیٰ وارفع تسلیم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لاکھوں کوششوں کے باوجود وہ مسلمانوں کی کسی فلاح و بہبود کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پارٹی وابستگی سے کبھی اوپر نہیں اٹھے۔

دہلی وقف بورڈ اپنی لاپرواہی کے سبب ہمیشہ ہی سرخیوں میں رہا ہے۔ دہلی میں بھی وقف جائداد پر سب سے بڑا قابض اور غاصب حکومتی ادارہ ہے۔ دہلی میں وقف جائدادوں کے سب سے بڑے خائن متولی حضرات اور وقف بورڈ کے اہلکار رہے ہیں۔ دہلی قومی راجدھانی ہے، یہاں تمام بڑے اداروں کے دفتر ہیں، مسلمانوں کی ساری تنظیمیں یہیں ہیں، ان کے سربراہ بھی یہیں جلوہ افروز ہوتے ہیں لیکن وقف کے معاملے پر ان لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور نہ یہ حضرات کبھی کوئی پروگرام کراتے ہیں۔ شائد ان کو معلوم ہے کہ یہ جذباتی موضوع نہیں ہے بلکہ سنجیدہ موضوع ہے، محنت طلب کام ہے، اسی لئے ملی رہنماؤں کو اس ضمن میں کوئی خیال پیدا نہیں ہوتا۔ ابھی حالیہ دنوں میں جنوبی دہلی کے سنگم وہار علاقے کے تگڑی گاؤں کا واقعہ ہے۔ جہاں تقریباً ۱۱۰ بیگھہ زمین پر غیر مسلموں، ایرفورس اور زمین مافیا نے قبضہ کرلیا ہے۔ یہ سب وقف کے سامنے ہورہا ہے، مسجدیں شہید کردی گئی ہیں، مزاروں کو نیست نابود کردیا گیا ہے۔ اس کی شکایت مقامی پولیس سمیت وقف بورڈ کے افسران سے کی گئی لیکن کوئی بھی بچانے کے لئے آگے نہیں آیا۔ ہندوستانی پولیس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس کی فطرت سے مسلمانوں بخوبی واقف ہیں۔ تیگڑی گاؤں کی اتنی بڑی جائداد موجود تھی لیکن وقف بورڈ سوتا رہا۔ مقامی لوگوں کی شکایت ہے کہ وقف بورڈ سے بار بار یہ شکایت کی گئی لیکن انہوں نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ جب کہ مسلمانوں کو اپنے مردوں کو دفن کرنے کے لئے سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ اسی طرح جنوبی دہلی کے مہرولی علاقے میں ہزاروں ایکڑ زمین غیروں کے قبضے میں چلی گئی ہم خاموش تماشائی بنے رہے۔

Marfat.com

دہلی کی جامع مسجد کی طرز پر تعمیر بھوپال کی موتی مسجد کو سرکاری ملکیت والی جگہ دکھائی گئی ہے-اس سے حکومت کے عزم کا پتہ چلتا ہے۔اسی طرح لکھنو میں سیکڑوں بیگھے وقف کی زمین وزارت کے بدلے حکومت کو دینے کی بات سامنے آئی ہے۔ یہ زمین بہت قیمتی ہے جہاں مسلمان اپنا کوئی بڑا ادارہ قائم کر سکتے ہیں۔لیکن خاموشی کے ساتھ اسے حکومت کے سپرد کر دیا گیا۔ابھی حالیہ دنوں میں ایک بہت ہی افسوسناک واقعہ سامنے آیا جو میرے علم میں.شائد پہلا واقعہ ہے۔ اتر پردیش کے ضلع مظفرنگر کا ہے جہاں امام نے مسجد کو ایک بینک کے پاس گروی رکھ دی۔مظفرنگر کے گاؤں مصطفیٰ آباد میں ایک امام نے مسجد کو گروی رکھ کر دو لاکھ روپے کا قرض لیا اور پھر غائب ہو گئے۔گاؤں والوں کو اس وقت پتہ چلا جب قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں بینک کے ذریعہ مسجد کو نیلام کرنے کی خبر پہنچی-چار سو مربع گز پر تعمیر مدینہ مسجد ۱۹۹۳ میں تعمیر کرائی گئی تھی۔

راجستھان وقف بورڈ کی صورت حال بھی دگر گوں رہی خصوصی طور پر اس وقت جب وہاں بی جے پی کی حکومت تھی۔وسندھرا راجے حکومت نے ایسے شخص کو وقف بورڈ کا چیرمین مقرر کیا جس نے سنگھ پریوار کے لئے وقف بورڈ کے دروازے کھول دیے تھے۔راجستھان وقف کی دو طرح کی جائدادیں ہیں ایک تو وہ ہیں جن سے براہ راست فائدہ بورڈ کو ہوتا ہے دوسرا وہ ہے جس کا کچھ حصہ بورڈ کو ملتا ہے۔یہاں صورت حال یکساں ہے بورڈ کی بیشتر جائدادوں پر یا تو قبضہ ہو چکا ہے یا متنازعہ ہیں۔جے پور کی اہم شاہراہ پر مرزا اسماعیل روڈ پر نواب سکن کے باغ کے نام ایک جائداد ہے۔بورڈ اور نواب کے خاندان کے وارثوں کے درمیان باغ کے مالکانہ حق کی وجہ سے تنازعہ چل رہا ہے۔بورڈ کے پاس زمین کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے صرف دو کاغذات ہیں جن میں لکھا ہے کہ نواب کے مقبرے کے اطراف ۳۵ بیگھہ زمین وقف کی ہے۔لیکن اس کی حد بندی نہیں کی گئی ہے اور موجودہ حالت میں صرف ۷ بیگھہ ہی بچی ہے۔باقی زمین کہاں گئی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس باغ میں زیادہ تر وقف بورڈ کے کرائے دار ہیں اور کرایہ بھی معمولی ہے۔وقف بورڈ کے بہی خواہوں کا الزام ہے کہ بورڈ کے چیرمین آر ایس ایس کے اشارے پر کام کرتے ہیں۔وقف بورڈ جس کا مقصد مسلمانوں کی بہبود تھا اور بیواؤں کو مالی امداد دینا تھا لیکن یہ سب بند کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

سنگھ پریوار اور اس کی سیاسی بازو بھارتیہ جنتا پارٹی ہمیشہ دیگر جماعتوں پر مسلمانوں کی ناز برداری کا الزام لگاتی رہی ہے۔ لیکن مسلمانوں کی تباہی و بربادی میں سب سے زیادہ اسی طبقے کا ہاتھ ہے خواہ فسادات ہو، اقتصادی طور پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، یا اقتصادی بائیکاٹ کا معاملہ ہمیشہ یہ تنظیم آگے رہی ہے۔ حکومت نے جتنے بھی مسلمانوں کی فلاح کے تعلق سے پروگرام بنائے اسی طرح کی ذہنیت والے افسران نے اسے پروان چڑھنے نہیں دیا۔ سنگھ پریوار کی فہرست میں ہزاروں مسجدیں، درگاہیں اور مزارات ہیں جن پر وہ قبضہ کرنا چاہتی ہے یا تباہ کردینا چاہتی ہے۔ ایک سماجی تنظیم کے سربراہ اور مشہور آئی اے ایس افسر ہرش مندر کی رپورٹ کے مطابق ابھی تک سنگھ پریوار گجرات میں ۱۳ مسلم عبادت گاہوں پر قبضہ کر چکا ہے جب کہ ۲۰۰۲ کے گجرات قتل عام کے دوران ۲۷۰ عبادت گاہ، قبرستان، مزارات تباہ کئے جا چکے تھے۔ ان تباہ کئے گئے مزارات میں مشہور صوفی شاعر ولی دکنی کا مزار بھی تھا جو کہ ایک تاریخی عمارت تھی اور احمد آباد پولس کمشنر کے آفس کے سامنے تھی۔ صرف گجرات میں ہی سنگھ پریوار ۴۰۰ عبادت گاہوں، مساجد و مقابر وغیرہ کو تباہ کرنے یا قبضہ کرنے کا ناپاک منصوبہ بنا چکا ہے۔ حالیہ دنوں میں گجرات میں ترقی کے نام پر درجنوں مساجد و مزارات شہید کئے گئے۔ سنگھ پریوار مسلم دور حکومت کی کوئی نشانی دیکھنا نہیں چاہتا، سب کو تباہ کر دینا چاہتا ہے۔ اسی ذہنیت سے وابستہ محکمہ آثار قدیمہ کے افراد نے تاریخی عمارتوں کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا۔ انہوں نے دانستہ تباہ ہونے دیا۔ وہ ہندوستان کی تاریخی عمارتوں کی حفاظت کرنے سے کتراتے رہے کیوں کہ وہ مسلمانوں کی تعمیر کردہ تھیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں سیاحت کا فروغ انہی تاریخی عمارتوں سے ہو رہا ہے اور اب حکومت تھوڑی سی بیدار ہوئی ہے کیوں کہ زرمبادلہ ہر جگہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ راتوں رات دشمن کو دوست اور دوست کو دشمن کو بنا دیتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ہزاروں مساجد، مقابر، عمارتیں، محلات اور قلعے ہندوستانی حکومت اور آثار قدیمہ کی لاپرواہی کے سبب یا تو تاریخ کا حصہ بن گئے یا تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ لال قلعہ سے فوج ہٹانے میں حکومت ہند کو پورے ساٹھ سال لگ گئے۔ اگر سیاحت کا معاملہ نہ ہوتا تو حکومت لال قلعہ سے فوج نہیں ہٹاتی۔ ابھی یہی حال الہ آباد قلعہ کا ہے جہاں سیاحت کو فروغ دینے کے بجائے فوجی چھاؤنی میں تبدیل کر دیا

Marfat.com

ہے۔ انگریزی حکومت نے تاریخی عمارتوں کو تخت و تاراج کرنے کے لئے فوج کو ان قلعوں میں رکھا تھا حکومت نے بھی بدستور اسے جاری رکھا۔ لاکھوں کروڑ روپے کی وقف جائدادیں آج غیروں کے غاصبانہ قبضہ میں ہے اور ہم ہیں کہ خواب غفلت سے بیدار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہمیں تمام ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر ذاتی مسلک سے اوپر اٹھ کر اور پارٹی وابستگی سے کو طاق نسیاں کی زینت بنا کر وقف جائدادوں کی بازیابی کے لئے جدو جہد کرنی ہوگی۔ تبھی ہم وقف بورڈ کی جائدادوں سے فائدہ اٹھاسکیں گے۔ مسلمانوں میں سب سے بڑی کمی یہ آئی ہے کہ زکوۃ وفطرات کے علاوہ کوئی امداد دینا چھوڑ دیا ہے جب کہ سب سے زیادہ ضروری یہی چیزیں ہوتی ہیں زکوۃ وفطرات فرض اور واجب ہے ہمیں دینا ہی ہے لیکن ہم اپنی محبوب چیزوں کو اللہ کے راستے میں دینے سے گریز کرتے ہیں۔ سب سے بڑی کمی یہ آئی ہے مسلمانوں نے وقف فی سبیل اللہ بھی ترک کر دیا ہے جس سے مسلمانوں کی غریبی و مفلسی دور کی جاسکتی تھی۔ وقف فی سبیل اللہ کے عمل میں مسلمانوں کا حصہ نہ لینا شاید وقف جائدادوں کی تباہی بھی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔

مسلمانوں کی بدحالی کسی سے عیاں نہیں ہے۔ حکومت کی تشکیل کردہ مختلف کمیٹیوں نے اس بدحالی کے بارے میں اپنی رپورٹ پیش کی ہے لیکن کوئی بھی رپورٹ اپنے منطقی انجام تک نہیں پہنچ سکی اور سب کا انجام لائبریروں کی دھول چاٹنے کے سوا کچھ نہیں ہوا۔ سچر کمیٹی کی رپورٹ میں ہندوستانی مسلمانوں کو ''نئے دلت'' کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور یہ بات اتنی ہی سچ ہے جتنا کہ سورج کا طلوع وغروب۔ آج ہندوستانی مسلمان ہر شعبہ میں دلت سے زیادہ پسماندہ ہیں۔ دلت کو ستایا جاتا ہے تو اس پر ہریجن ایکٹ نافذ ہوتا ہے، ملزم کو سزائیں ملتی ہیں لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام کرانے والا اقتدار کے اعلی مدارج طے کرتا ہے۔ خواہ پولیس ہو یا سیاسی لیڈر وہ اتنا بڑا باعزت اور باوقار ہوگا جتنی انہوں نے مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچائی ہوں گی۔ یہ بات تمام لوگوں کے علم میں ہے کہ مسلمانوں کے خلاف فسادات میں نمایاں رول ادا کرنے والے پولیس افسران کو ترقی دی گئی اور پولیس کمشنر سے لے کر ڈائرکٹر جنرل تک بنایا گیا۔

2001-2002 میں کئے گئے ایک مطالعہ کے مطابق مسلم خواتین کی شرح خواندگی ۴۱ فیصد تھی جب کہ غیر مسلموں کی شرح خواندگی ۴۶ فیصد تھی اور جوں جوں کلاس اور درجہ اوپر بڑھتا جاتا

Marfat.com

ہے مسلم خواتین کی شرح خواندگی کم ہوتی جاتی ہے۔ ایک دیگر مطالعہ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ۷۵ فیصد مسلم خواتین ناخواندہ ہیں۔ معاشی حالت بھی مسلمانوں کی حالت کی طرح دیگرگوں ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ پورے ہندوستان میں ہندوؤں، سکھوں، جینیوں، بدھسٹوں کی بے شمار جائداد ہیں لیکن کسی پر غیر قانونی قبضہ کیوں نہیں ہوتا ہے اور حکومتی ادارہ ان پر قبضہ کیوں نہیں کرتا جبکہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی تعداد کچھ بھی نہیں ہے۔ قابضین کو معلوم ہے کہ مسلمان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

ہندوستان میں وقف جائداد کی حفاظت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ وقف بورڈ کو بااختیار نہ بنایا جائے۔ وقف بورڈ کے چیرمین کو مکمل اختیارات دئے جائیں تاکہ وہ راست کارروائی کرسکیں۔ اس کے علاوہ جائداد کے معاملات کو حل کرنے کے لئے ایک علاحدہ ٹریبونل قائم کیا جائے اور ٹریبونل کا رویہ غاصبین اور قابضین کے تئیں سخت ہو۔ چیرمین اور چیف ایگزیکیوٹیو افسر کی تقرری میں ایمانداری، شفافیت، دیانت داری اور جذبہ عمل کو ملحوظ نظر رکھا جائے۔ تاکہ وہ وقف بورڈ کے تئیں اخلاص سے کام کرسکیں۔ اگر وقف بورڈ کے ذمہ داران ایمانداری سے اسلامی اصولوں کا لحاظ رکھیں گے تو مسلمانوں کو کسی کے در پر جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

●●●

Marfat.com

ہندوستانی جمہوریت کے خدوخال

جمہوریت کے معنی عوامی حکومت کے ہیں۔ ریاست اور سماج کی سیاسی تنظیم کی ایک شکل جس کے تحت قانونی طور پر اقتدار اعلیٰ اور ادنیٰ عوام کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور قانون کی نظر میں تمام شہری مساوی اور برابر ہوتے ہیں، انہیں ریاست کے معاملات میں حصہ لینے اور فیصلہ کرنے سمیت تمام سیاسی، سماجی، معاشرتی حقوق اور انتخابات میں حصہ لینے کی آزادیاں حاصل ہوتی ہیں اور تمام شہریوں کے مذاہب محفوظ ہوتے ہیں اس سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جاتا ہے۔ ان کی جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دی جاتی ہے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے۔

Marfat.com

حقیقی جمہوریت سوشلسٹ جمہوریت ہے، سوشلسٹ ملکوں کے آئین میں افراد کو بھرپور سیاسی حقوق، اور آزادیوں کی ضمانت دی گئی ہے تقریر و تحریر کی آزادی، اکٹھا ہو کر ریلی اور مظاہرے کرنے کی اجازت، اپنے مطالبات حکومت کے سامنے پیش کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے، نیز مذہبی آزادی، فرد اور گھر کا احترام حکومت کا فریضہ ہوتا ہے، سوشلسٹ جمہوریت شہریوں کے لئے کام، آرام، تفریح، تعلیم گاہوں، مدرسوں اور کالجوں کا اہتمام کرتی ہے، بوڑھے کو پینشن، معذوروں کی دیکھ بھال کا نہ صرف اعلان کرتی ہے بلکہ اس کی ضمانت بھی دیتی ہے، اس کے ساتھ سوشلسٹ جمہوریت ریاست، سیاسی آزادیوں کو محنت کش عوام کے مفادات کے مغائر کے استعمال پر روک لگاتی ہے، اور پابندی عائد کرنے والا قانون منظور کرتی ہے۔

جمہوریت میں آمریت، فسطائیت اور فاسسٹ نظام کی جگہ عوامی نظام ہوتا ہے اور تمام مناصبِ مملکت عوام کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، تمام اختیارات کے حامل بھی عوام ہی ہوتے ہیں۔ جمہوریت، ملوکیت کو ختم کر کے عوام کو ان کے حقوق دلانے کے لئے میدان عمل میں آئی ہے، جمہوریت کے نزدیک حاکمیت کا حق کسی سرمایہ دار، مخصوص فرد، یا خاندان اور قبیلے کو نہیں بلکہ عوام کو ہے۔ اپنے لئے قانون بنانا بھی ان ہی کا کام ہے۔ جمہوریت نے بادشاہت پر ضرب کاری لگا کر نہ صرف بادشاہت کا خاتمہ نہیں کیا، بلکہ اس کے شعلہ نے سرمایہ داروں اور خاندانی حکومتوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہر جگہ عوامی نظام قائم کر کے اس کے خاندانی رعب و دبدبہ جس نے غریبوں کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا اور مزدور طبقے کو آہنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا، انہیں اس کے چنگل سے نکالا اور انہیں وہ تمام حقوق، مراعات، تعلیم اور ملازمتوں کے سہولیات مہیا کیں جو اعلیٰ خاندان اور اعلیٰ طبقہ کے لئے مخصوص تھیں، اسلام نے بھی آج سے چودہ سو سال پہلے یہی سبق اہل دنیا کو دیا تھا اور اعلیٰ ادنی کے امتیازی فرق نسلی تعصب کو مٹاتے ہوئے کہا تھا سبھی ایک ہیں، نہ ایک چھوٹے کو بڑے پر اور بڑے کو چھوٹے پر فوقیت حاصل ہے۔

اسلام میں جمہوریت کا تصور

اگر جمہور پر غور کیا جائے تو تین چیزیں سامنے آتی ہیں 'جمہور، جمہوریہ، جمہوریت' متعدد مکتب فکر مختلف سوسائٹیوں کے مجموعے کا نام جمہور ہے اور جب یہی جمہور اجتماعی حاجتوں اور تقاضوں کو پورا

Marfat.com

کرنے کے لئے جو نظام و دستور بنا تا ہے وہ جمہوریہ کہلاتا ہے اور آگے جو تصور و نظریہ جمہور کے عزائم و جذبات کی ترجمانی کرے وہ جمہوریت ہے۔ اسلام نے جہاں بنی نوع انسان کو ضلالت و گمراہی کے ماحول سے نکالا وہیں اخوت و مروت مساوات و برابری کا درس دیتے ہوئے جمہوری نظام پر زور دیا اور تمام شعبہ جات کے احکامات صادر فرمائے اس سلسلے میں قرآن کریم اسی نظام کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے کہتا ہے وامرھم شوری بینھم اور کہیں اسی مضمون سے دلچسپی لے کر توجہ دلاتے ہوئے کہتا ہے وشاورھم فی الامر یعنی جو بھی کام کرو مشورہ کے ساتھ اجتماعیت کے ساتھ کرو تا کہ سماج و معاشرہ میں صحیح تربیت اور صالح جمہوریت پیدا ہو سکے اور ہر متنفس آزاد ہو کر اطمینان و سکون کی سانس لے سکے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کہیں شخصی حکومت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ سرکار دو جہان نے فرمایا کہ اگر تم اپنی مملکت کے شیرازوں کو مضبوط بنانا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ وعلیکم الجماعۃ تم اجتماعیت کو اپناؤ عوام کو نظر انداز مت کرو بلکہ حکومت کی تمام قوت عوام کے ہاتھ میں دو اور دوسری جگہ اسی دستور کو مستحکم بنانے کے لئے ارشاد فرمایا جو جماعت سے الگ ہو گیا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

اسلام نے قوانین جمہوری کا وہ نقشہ کھینچا اور خلفاء راشدین کے ہاتھ وہ شاندار نمونہ پیش کیا کہ ہوشیار مغرب نے اپنی کامیابی کی اساس اسی کو سمجھا اور اسی کو اپنا کر اس نے کامیابی بھی حاصل کی۔ مہاتما گاندھی کی جب حضرت عمرؓ پر نظر پڑی تو متحیر ہو گئے اور کہا کہ واقعتاً جمہوریت کی فلاح و بہبود ہے تو اسی میں ہے اس سے باہر نہیں۔ چنانچہ تمام سرکاری محکمات کے ذمے داران کو لکھا کہ اگر تم جمہوری ہندوستان کو کامیاب بنانا چاہتے ہو تو خلیفہ اسلام حضرت عمرؓ کے طریقے اور اس کے جیسے نظام کو عمل میں لاؤ۔ آج یورپین اور اہل مغرب خوش ہیں کہ جمہوری طرز حکومت اس کی طبع رسا کا نتیجہ ہے حالانکہ اسلامی تاریخ اٹھا کر دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ کون اس کا موجد ہے کس کے سر اس کے تقدم کا سہرا بندھا ہوا ہے جب عرب میں اسلام کا پرچم لہرایا تھا تو اس وقت یورپ اور مغرب طفل مکتب تھے ان کے یہاں شخصی حکومتیں تھیں اور ان کے دستور میں عورتیں تمام حقوق سے محروم کر دی گئی تھیں، مساوات نام کی کوئی چیز نہیں تھی اس وقت تک مسلمانوں کو آئین جمہوریت کی مکمل تعلیم دی جا چکی تھی، افسوس کہ بعد کے ملوک و سلاطین اسلام نے اپنی ذاتی منفعت کی بناء پر اس کی قدر نہ کی اور جمہوری حکومت کے بجائے شخصی حکومت کی نگہداشت کی۔

Marfat.com

ہندوستان کی جمہوری طرز حکومت

ہندوستان کی موجودہ جمہوریت جو سب سے زیادہ مہلک اور نقصاندہ تصور کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی بنیاد طبقاتی اور ذاتی احساسات پر ہے۔ ملک میں ایک سے زائد سیکڑوں پارٹیاں ہیں اور ہر پارٹی ایک خاص طبقے اور علاقے کا ترجمان ہوتی ہے اور سبھوں کے مفادات نہ صرف جدا گانہ ہوتے ہیں بلکہ ایک دوسرے سے متصادم بھی۔ ہر ایک پارٹی کا بنیادی اصول' دوسری پارٹی کے بنیادی اصول سے ہٹ کر الگ الگ ہوتے ہیں۔ ایک پارٹی دوسری پارٹی کے مفاد کی کھلے عام مخالفت کرتی ہے چاہے وہ مفاد صحیح ہو یا غلط۔ عوامی مفاد ذاتی مفاد کے محدود دائرے میں سمٹ کر رہ جاتا ہے، آج ہر پارٹی دوسری پارٹی سے محاذ آرائی کرتی ہے اور اپنے مفاد کے لئے عوامی مفاد کا قتل کرتی ہے۔ آزادی کے بعد ہندوستان میں جو جمہوریت کا نظام قائم ہوا وہ کبھی بھی حقیقی معنوں میں عوامی نہ بن سکا اور نہ کبھی عوامی رائے کا صحیح استعمال کیا گیا۔ جلد ہی سرمایہ داروں میں منتقل ہو گیا اور سرمایہ دار اپنی طاقت وقوت کے بل بوتے پر اس نظام کا اغوا کر کے عوام کے نمائندہ بن گئے' الیکشن میں جس طرح دھاندلیاں ہوتی رہی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ووٹوں کی چوری' ووٹر بکس کا غائب ہونا' الیکٹرونک ووٹنگ مشین میں گڑبڑی، پریزائڈنگ افسر کا غیر جانبدار نہ ہونا، اخبارات کی سرخیاں بنتی رہتی ہیں۔ برسراقتدار پارٹی اپنی طاقت اور سرکاری مشنری کا سہارا لے کر کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوتی ہے جب یہی ممبران جن کو عوام نے منتخب نہیں کیا' بلکہ جعلی ووٹوں سے منتخب ہوئے ہیں جب عہدہ کی کرسی پر براجمان ہوتے ہیں' تو عوام کو جمہوری طریقے پر لوٹنے کھسوٹنے اور ان کا استحصال کرنے میں کسی طرح کی کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ یہ جمہوری ملک ہندوستان کا طرز انتخاب ہے جس میں عوام کی رائے ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جاتی ہے اور ریڈیو ٹی۔وی پر جمہوریت کا راگ الاپا جاتا ہے اور اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ حکومت کے جمہوریت کے نعرے اور کام زیادہ تر نمائشی ہوتے ہیں۔ یہ محض اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ عوام کے دلوں کو موہ لئے جائیں۔ آج جمہوری ملک ہندوستان میں عوام کا نمائندہ وہ ہوتا ہے جو خود غرض' رذیل' گھٹیا' تنگ نظر ہو اور مقدمات کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو۔ آج ممبر اسمبلی سے لے کر ممبر

Marfat.com

پارلیمنٹ تک فرقہ پرست' اور جارح تنظیم کی حمایت کرتے ہیں اور اقلیتوں کو روندنے کے لئے ہر طرح کے حربے اپنانا جائز سمجھتے ہیں اور عوام کو سبز باغ دکھا کر ووٹ حاصل کر کے عہدہ عظمیٰ کی کرسی پر براجمان ہوتے ہیں' لیکن اس کا مفاد ایک ذات' ایک خاندان اور ایک فرقہ کے لئے ہوتا ہے وہ تعصب اور امتیازی نظر سے دیکھتا' سنتا اور محسوس کرتا ہے۔ وہ جمہوریت کے نام پر حلف لیتا ہے لیکن ان میں کسی قسم کی آزاد خیالی وسعت ظرفی اور جمہوریت نہیں ہوتی۔ جمہوریت کا مقصد سبھی طبقے کو مساویانہ حقوق پہنچانا ہے۔ لیکن ہندوستان کی جمہوری حکومت شخصی حکومت سے بدتر ہوگئی جو شخصی حکومتوں نے سینکڑوں سالوں میں نہیں کرسکی تھی وہ جموریہ حکومت ہند نے ان چند سالوں میں کر دکھایا' اقلیت کی حق تلفی ہندوستانی جمہوری حکومت کا مزاج ہے' کمزور طبقوں کو کچلنا ہندوستانی جمہوریہ حکومت کے نہایت اہم کارنامے ہیں۔

ہندوستان میں پھیلتی بدعنوانی کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو اس کا یہ راستہ انتخابی کمیشن سے ہو کر گزرتا ہے۔ آج الیکشن میں جس طرح روپے پانی کی طرح بہائے جاتے ہیں یہ سبھی لوگ جانتے ہیں۔ ذرا سوچئے جو شخص ایک اسمبلی سیٹ حاصل کرنے کے لئے کروڑوں روپے خرچ کرتا ہے ہم ان سے یہ کیسے امید رکھیں کہ وہ جیتنے کے بعد عوامی کام میں کمیشن نہیں کھائے گا۔ گزشتہ لوک سبھا انتخابات کے دوران ایک امیدوار نے ایک ووٹ پر تقریباً سترہ سو روپے (۱۷۰۰) روپے خرچ کیا تھا ان کو دو لاکھ کے قریب ووٹ ملے تھے۔ اگر یہ امیدوار کامیاب ہو جاتا تو سب سے پہلے اپنا خرچ نکالتا اس کے بعد عوام کا کام کرتا۔ اسی طرح کے اخراجات تمام انتخابات میں ہوتے ہیں امیدوار آج ووٹ خریدتا ہے۔ شراب سے لیکر شباب تک کا انتظام ہوتا ہے۔ امیدوار ووٹ حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے حربے اپناتے ہیں۔ ایسے حالات میں سیاست میں کس طرح کی قدریں جنم لیں گی اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

کچھ پارٹیوں کے لالچی اور تھالی کے بینگن ٹائپ کے لیڈر ان اور آزاد ممبران کو یہاں مویشی کی طرح خرید ابیچا کیا جاتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ جو ممبران فروخت ہوتے ہیں انہیں اپنی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی قیمت یا تو ایک کابینی سیٹ ہوتی ہے یا کسی سرکاری محکمے کی چیرمین شپ۔ بالآخر ایک ناکارہ بدعنوان ممبر یہاں تک کہ مجرم افراد وزیر بن جاتے ہیں۔ اس میں کوئی

Marfat.com

پارٹی اچھوتی نہیں ہے۔ان حالات میں ترقی کیا ہوسکتی ہے اس کا اندازہ کوئی بھی لگا سکتا ہے اور ملک کے باشندوں کو کتنا فائدہ ہوتا ہے اس کا بھی اندازہ لگانا آسان ہے۔اس وقت ''نوٹ کے بدلے ووٹ'' کا معاملہ سرخیوں میں ہے۔ پارلیمنٹ کی تاریخ میں پہلی بار کسی ممبر نے ہاؤس میں نوٹ کا بنڈل اچھالا۔ابھی حال میں ختم ہونے والے پانچ ریاستوں کے اسمبلی انتخابات کے دوران کئی ریاستی راجدھانی میں آزاد ممبران کی حمایت حاصل کرنے کے لئے ہیلی کاپٹر تیار اور کئی ہوٹل بک کئے گئے تھے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستانی سیاست دانوں کو جمہوریت کی کتنی قدر ہے۔

ہندوستان کو جمہوری ملک بنے تقریباً چھ دہائی ہو چکے ہیں لیکن عوام میں ابھی تک جمہوری شعور پیدا نہیں ہوا ہے۔خاص طور سے تعلیم یافتہ طبقہ یا بزنس مین بڑی تعداد میں ووٹ ڈالنے کے لئے نہیں نکلتے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلط امیدوار منتخب ہو جاتے ہیں۔جو لوگ بڑی تعداد میں ووٹ ڈالتے ہیں ان میں سیاسی سمجھ کی کمی ہوتی ہے۔لیکن الیکشن ان کے لئے کچھ پیسے بٹورنے کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ایسے حالات میں صحیح امیدوار کا انتخاب کیسے ممکن ہے۔ایسا بھی نہیں ہے کہ رائے دہندگان لیڈروں کے کرتوت سے واقف نہیں ہوتے۔لیکن سمجھتے ہیں کہ الیکشن کا موسم ہی ہے جب سے ان سے کچھ لیا جاسکتا ہے اور وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ لیڈران جو وعدے کر رہے ہیں وہ کبھی پورے نہیں ہوں گے۔مگر وہ اس بات سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں کہ ان کے ووٹ کی منہ مانگی قیمت ادا کی جائے گی اور پھر غریب عوام پیسوں اور تحفوں سے خوش ہو جاتے ہیں مستقبل میں وہ لیڈران کے لئے کتنا کام کریں گے اس کی پرواہ انہیں نہیں ہوتی۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم بدعنوان، مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے اور کم تعلیم یافتہ رہنما کا انتخاب کر لیتے ہیں۔معاملہ یہیں نہیں رکتا ہے وہ لیڈران جو منتخب ہو کر آتے ہیں ایماندار افسران کا ٹرانسفر کرتے ہیں اور ان کی جگہ بدعنوان افسر لے آتے ہیں تا کہ وہ خود بھی کمائے اور ان کو بھی کما کر دے۔

کبھی کبھی اپنے حق میں ووٹنگ کرانے کے لئے کچھ اپوزیشن اور کچھ حکمراں پارٹیوں کے کارکن اپنی حمایت میں اضافہ کرنے کے لئے حملہ کرتے رہے ہیں، کبھی کبھی قتل بھی کرتے ہیں۔یہ ناخوشگوار واقعات زیادہ تر بہار، مغربی بنگال، تری پورہ، جھارکھنڈ، اتر پردیش اور کچھ دیگر ریاستوں میں ہوتے ہیں۔نتیجہ کے طور پر رائے دہندگان کے دماغ میں واضح تصویر نہیں ابھر پاتی اور وہ

Marfat.com

غیر جانبدارانہ، آزادانہ اور بے تکلف طریقے اپنی رائے کا اظہار نہیں کر پاتے۔ حزب اختلاف ہو یا حزب اقتدار اپنے کیڈروں کے ذریعہ عام لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کرنے میں کامیاب رہتے ہیں اور پارٹی سے منسلک غنڈہ عناصر پارٹی کے لئے مہم چلاتے ہیں۔ غریب رائے دہندگان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ مخصوص لوگوں کو ووٹ دے بصورت دیگر نتائج کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہے۔ کبھی کبھی انتظامیہ ان علاقوں میں حد سے زیادہ حفاظتی دستے تعینات کر دیتی ہے تا کہ وہاں غریب اوران پڑھ لوگ خوف سے ووٹ ڈالنے باہر نہ آسکیں کیوں کہ انہیں اندازہ ہوتا ہے کہ اگر وہ ووٹ دینے کے لئے باہر نکلے تو ان کے خلاف ووٹ دیں گے۔

انتخابی کمیشن نے محسوس کیا کہ ۲۰۰۴ کے انتخابات کے دوران تمام سطحوں، یعنی لوک سبھا، راجیہ سبھا، کارپوریشن اور پنچایت انتخابات میں ضابطہ اخلاق کو مکمل طور پر نافذ نہیں کیا گیا۔ ہندوستانی سیاسی پارٹیوں کا مطمح نظر صرف اور صرف اقتدار پر قابض ہونا ہوتا ہے اس کے لئے خواہ اسے کسی حد تک جانا پڑے۔ وہ اس کے لئے کسی اصول وضوابط کا پابند نہیں ہوتیں۔ ضابطہ اخلاق بھی کاغذ کے ٹکروں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کیلئے الیکشن کمیشن کی جانب سے نوٹس جاری ہونے کا حشر ''نام پانی پر لکھنے'' سے زیادہ نہیں ہوتا۔ الیکشن مہم کے دوران کھلم کھلا ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور صاف بچ جاتے ہیں کیوں کہ الیکشن ختم ہونے کے ساتھ ہی الیکشن کمیشن کی کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ الیکشن کے دوران سیاسی پارٹیاں سماجی تانے بانے تباہ کرنے، فرقہ پرستی، جذبات کا استحصال کرنے۔ اور اشتعال پھیلا کر ووٹ حاصل کرتی ہیں جب کہ یہ قانوناً جرم ہوتا ہے اور اس سے پارٹی کی رجسٹریشن منسوخ بھی ہو سکتی ہے لیکن نفرت کے سوداگروں اور سماجی تانے بانے کو تباہ کرنے والی پارٹیوں کا آج تک کبھی رجسٹریشن منسوخ نہیں ہوا۔

ہندوستانی لیڈران جو آئین وانصاف کی پاسداری کے نام پر منتخب ہو کر آتے ہیں وہ کسی بھی معاملے کی آزادانہ تحقیقات، حراستی ظلم اور اموات کو بہت ہلکے انداز میں لیتے ہیں اور کبھی بھی تحقیقات کے تئیں سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جب بھی الیکشن کا موقع ہوتا ہے وہی لیڈران (خواہ وہ کسی بھی پارٹی سے ہو) انسانی حقوق، حراستی اموات اور قانون وانتظام کو اپنی انتخابی مہم کا اہم موضوع بناتے ہیں اور ہر سیاسی مباحثہ اور مناظرہ میں یہ موضوع چھایا رہتا ہے۔

Marfat.com

جمہوریت ایک نظام کا نام ہے جہاں جمہوریت پر بحث ہونی چاہئے، اجتماعیت، فراخدلانہ، غیر جانبدارانہ اور آزادانہ خیال کا مظاہرہ ہونا چاہئے لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہندوستانی سیاست اور جمہوریت میں کبھی ایسا دیکھنے کو نہیں ملتا ہے بلکہ اوچھی سیاست، سماجی ناسور، نفرت پھیلانا اور ایک فرقہ میں دوسرے فرقہ کے خلاف زہر بھرنا وغیرہ کا مظاہرہ الیکشن کے دوران بار بار ہوتا ہے تاکہ ووٹ کو تقسیم کیا جائے اور اس تقسیم سے فائدہ اٹھایا جائے۔

ہندوستانی جمہوریت میں لمبے چوڑے وعدے کی بجائے مستحکم جمہوریت کی ضرورت ہے جہاں ذات پات، طبقات، مذہب اور فرقہ پرستی کی سیاست نہ ہو بلکہ مساویانہ حقوق، انسانی حقوق، حراستی اموات کے خلاف مؤثر مہم، بے خوف وخطر سب کو زندگی گزارنے کا حق وغیرہ حاصل ہو کسی قوم کو مذہب کی بنیاد پر نشانہ نہ بنائے۔ یہ خوبیاں ہر لیڈر میں ہونی چاہئے۔ یہ کم از کم صلاحیت الیکشن میں حصہ لینے کا پیمانہ ہونا چاہئے۔

ہندوستان میں جب جمہوریت قائم ہوئی تھی تو خوشیوں کے چراغ جلائے گئے تھے کہ ہندوستانی سامراج ظالم انگریز سے آزاد ہوا اور آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے وزارت عظمیٰ کا قلمدان سنبھالتے ہی یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ ہندوستان آزاد ہوا اور تمام شہری آزادی ہیں سبھی شہری کے حقوق مساوی ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں' تمام ہندوستانی باشندے کے مذہب کا احترام کیا جائے گا کسی پیشوا اور رہنما پر انگلی رکھی نہیں جائے گی ہر شخص کو اپنے مذاہب کے مطابق عبادت کرنے کا حق حاصل ہوگا کسی کی جان و مال سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ لیکن مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا' آزادی کی صبح مسلمانوں کے لئے ہولناک اور ہلاکت انگیز منظر لئے کھڑی تھی مسلمانوں کی عزت و آبرو' اور خون سے ترنگا جھنڈا لہرایا گیا تھا۔ وزیر اعظم ہر روز ریڈیو میں آتے اور مسلمانوں کو تشفی دیتے اور کہتے کہ فرقہ پرست کو کسی قیمت پر چھوٹ نہیں دی جائے گی۔ لیکن اس خونی کھیل کے پیچھے کانگریسی رہنما کارفرما تھے اس کے بعد آئین واصول تیار ہوئے اور سبھی کے ساتھ مسلمانوں کو بھی کاغذی حقوق دئے گئے اور مسلمانوں کے خون سے تیار شدہ مسالہ سے جمہوری حکومت کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ لیکن جمہوریت کے داغ بیل پڑتے ہی مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی اور اس کا استحصال کیا گیا اور جمہوریت اور

Marfat.com

سیکولرزم کے نام پر مسلمانوں کے طرز تعلیم' رہن سہن مذہبی پیشواؤں پر شبخون مارا گیا اور مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست طوفان اُمڈ آیا۔ ہندوؤں نے طرح طرح کے الزامات مسلمانوں پر چسپاں کرنا شروع کر دیئے' حکومت سے لے کر اخبارات تک مسلمانوں کو غیر ملکی' وحشی ظالم قرار دیتے اخبارات میں پرتاب' ملاپ' مدر انڈیا' ہندو جالندھر' نے گندے گندے گھناؤنا و لخراش الزام لگانا شروع کر دیا' تمام مسلم شہنشاہوں کو ظالم و جابر سفاک کہا گیا۔ ایک کانگریسی وزیر نے کہا تھا کہ تمام مسلمان لیٹرے ہیں عالمگیر اور سلطان ٹیپو نے مندر توڑے ہیں جس نے آزادی ہندوستان کے لئے اپنی جان کی پرواہ نہ کی ان ہی پر الزامات کی بوچھار ہونے لگی اور 78-80 سے فسادات کا سلسلہ لا متناہی ہے۔ 84 میں قرآن پر مقدمہ دائر کیا' 86 میں بابری مسجد پر غاصبانہ جابرانہ قبضہ جمایا گیا' 87 میں حدیث کے اخراج کا مقدمہ دائر کیا' ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت، ۲۰۰۲ میں گجرات میں مسلمانوں کا قتل جس میں حکومت کی مشنری شامل تھی، دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کو ہراساں اور گرفتاری بھی اسی جمہوری حکومت کے سایہ میں ہو رہی ہے۔ غرض کہ مسلمانوں اور اس کے مذہب پر طرح طرح کے حملے کئے گئے یہ ہندوستانی جمہوری حکومت کے کارنامے ہیں جسے ایک غیر جانبدار مورخ قلم کو خون میں ڈبو کر لکھے گا۔

●●●

Marfat.com

Born in July 12, 1971 at Bhajanpur, Fobesganj in the then Purnea District (now part of Araria District) in Bihar, *Janab Abid Anwar* stayed at Darul Uloom, Deoband from 1983 to 1989 to complete his education. This madrasa graduate could have chosen the 'set profession' of joining any madrasa as a teacher or to serve any of the religious organizations as a preacher or scholar but he always longed for a different stream. He preferred a path which could bring lots of challenges for him. He enjoys taking risks. His preference to choose the daring profession - journalism - spoke in affirmation.

Learning aptitude has always kept *Janab Abid Anwar* in celebrative mood. His urge to don with the newer areas of learning has made his identity worth noticing in the international contemporary journalism. Soon after joining *United News of India* two decades ago, he attempted to perform the best in his role. Resultantly he proved his mettle in his job and most importantly in his urge for knowledge which kept him going. It ultimately boosted his career to take a new turn which we see today.

Janab Abid Anwar took higher studies at Jamia Urdu in Aligarh. By now he has already published more than 1000 articles in almost all Indian and international Urdu newspapers. His foray in the international media furthered his identity in the global perspective. His articles have appeared in *Dubai Times* and *Dubai Post*, Dubai and countless websites and newspapers of Pakistan.

His articles and commentaries in several Indian and international publications voice the true essence of journalism. He has written articles in Hindi as well. His write-ups in *Sach Ki Pukaar* describe this multifaceted personality. His association with *United News of India* since last two decades is at the path of newer avenues. *Janab Abid Anwar*, as an honorary editor of the bilingual quarterly magazine *Safa Times* brought many niche issues of the Muslim community. .

He has also co-authored two articles in English with the undersigned. It was really an educative and scholastic experience to write these commissioned articles for *Himal Southasian* and *Yunus News* with him.

I am hopeful that this new innings of *Janab Abid Anwar* as a litterateur will be equally successful like his excellent role in the field of Urdu journalism since last two decades. It is high time we support this young author morally and welcome the book ***Tanazuraat*** which provides us an opportunity to know the leaflets of this multifaceted personality, who always strives for something outstanding!

■ ■ ■

Editorial Coordinator,
Vision - The Journal of Business Perspective
Email : asifanwaralig@gmail.com

April 07, 2009

Marfat.com

Epilogue

SEIGNIORY JOURNEY

Asif Anwar Alig

Aleister Crowley (1875 - 1947) had rightly said that *"to read a newspaper is to refrain from reading something worthwhile. The first discipline of education must therefore be to refuse resolutely to feed the mind with canned chatter."* My dear friend and best critic of my write-ups *Janab Abid Anwar* always maintains a balanced and argumentative approach in his profession - journalism.

To keep the journalist in him towering, he searches everything meaningful time and again which depicts from his work that others don't even dream for. His political. social and last but not the least religious articles leave lots of scope to express anger between the lines.

Tanazuraat is the first book of *Janab Abid Anwar.* It is one of the petals of his diversified areas of interest in which he has mastered and justified an ascent of journalism over the last two decades. This book though is a good start up in his journey in line with the emerging litterateurs like *Haqqani Al Qasmi* and many others of the contemporary genre. *Janab Abid Anwar* is no doubt a novice in literature but his journalistic calibre is unparallel.

Learn the technique of an unbiased media from *Janab Abid Anwar.* His pen always speaks a defining role of media which it must play in each sphere of the human society. He writes extensively on political, social, literary and religious issues. His works have been proving worthy since last twenty years.

This first book of him brings many bouquets and brickbats for the readers. It is a collection of his scholarly articles on religious and social issues. Written in highly pragmatic and lucid manner, the most interesting aspect of this book is that it narrates volumes of vigorous styling which he has adopted in his work over the years. These articles have been appreciated by the national and international media. and are printed in the newspapers. magazines. websites and journals.

His technique and style is unique which distinguishes him from the herd of other journalists of the contemporary era.

Marfat.com

آل انڈیا تنظیم علماء حق کی روشن خدمات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے ذہنی اور فکری جمود کو توڑا اور خواب غفلت سے بیدار کیا۔ اسی تحریک کا ثمرہ ہے کہ ہندوستان میں اسلامی فکر کی ایک درخشاں روایت ہے، مگر آج اسلامی فکر کے ساتھ جو معاندانہ رویہ ہے ایسے میں ہماری ملی تنظیمیں ہی ہیں جو کسی حد تک ولی اللہی فکر کو آگے بڑھا رہی ہیں۔

ایسے نازک حالات میں مسلم تنظیموں کا وجود بے حد اہم ہو جاتا ہے۔ مسلم تنظیمیں تو بہت ہیں لیکن اس تنظیم کا کردار اہم ہوتا ہے جو ایسے علاقوں کا انتخاب کرے جہاں وسائل کی قلت ہو ، تنظیم کا دروازہ دور دراز سے آنے والے طلباء، علماء اور مسلمانوں کے لئے کھلا ہوا ہو۔ خوشی کی بات ہے کہ تنظیم علماء حق ان صفات سے متصف ہے۔ آل انڈیا تنظیم علماء حق کے زیر اہتمام ملی و قومی مسائل پر سیمنار، مذاکرے اور مباحثے اس کا ثبوت ہیں۔ تنظیم میں ہندوستان کی بڑی شخصیتوں کی تشریف آوری اور ان کی طرف سے سند توصیف تنظیم علماء حق کی معتبریت کی دلیل ہے۔ امیر شریعت امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ و جھارکھنڈ ،مولانا سید نظام الدین، مولانا سالم قاسمی مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند، مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری، مولانا رابع حسنی ندوی، مولانا سعید الرحمان اعظمی، مولانا نور عالم خلیل الامینی، استاذ دارالعلوم دیوبند، مولانا آفتاب عالم ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو، مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، اور المکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ، مولانا عبدالکلام قاسمی مبلغ دارالعلوم دیوبند اور بہت سے اصحاب فضل و کمال نے اپنے تاثرات لکھ کر تنظیم کے تئیں حسن ایقان میں اضافہ کیا ہے۔

Marfat.com

تنظیم علماء حق بین المسالک تفہیم وافہام کی کوششیں کرتی رہتی ہے تا کہ مسلمانوں کا جو وقت بین المسالک تنازعہ میں ضائع ہو رہا ہے وہ دیگر تعمیری کاموں میں استعمال ہو سکے۔ تنظیم کا حسینی مزاج بھی اس کے تئیں اعتبار واستناد کی فضا ہموار کرتا ہے، اس تنظیم نے دیار جور میں جو راستہ دکھایا ہے اس راستے پر چل کر قوم کو منزل مل سکتی ہے۔

قومی صدر مولانا اعجاز عرفی قاسمی کی قیادت میں آل انڈیا تنظیم علماء حق ملت کے تئیں اپنے فریضے کو انجام دینے میں مصروف ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کا مشترکہ پلیٹ فارم بن کر تمام طبقوں میں یکساں مقبول ہے۔ تنظیم جہالت دور کرنے کے لئے درجنوں مدارس و مکاتب کی سرپرستی کر رہی ہے اور اس کے تحت علم کی روشنی وہاں پھیل رہی ہے جہاں گھپ اندھیرا تھا۔

تنظیم نے اشاعت دین، امت مسلمہ اور مسلم نوجوانوں میں بیداری پیدا کرنے، مسلمانوں میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے اور ان میں دینی فکری، سیاسی، سماجی شعور پیدا کرنے کے لئے تصانیف وتالیف کا بھی سہارا لیا ہے۔ یہ تمام لوگوں تک پہنچنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ مولانا اعجاز عرفی قاسمی تصنیف وتالیف کا بہترین ذوق رکھتے ہیں اور اہل علم کی ہمت افزائی بھی کرتے ہیں۔ مختلف موضوعات پر ان کے کثرت سے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ وہ شعر وشاعری کا بھی عمدہ مذاق رکھتے ہیں۔ پندرہ روزہ ''دریافت'' بردوان اور سہ ماہی ''وقار'' کلٹی بردوان جیسے اہم رسالوں کی ادارت کی ذمہ داری بھی بخوبی انجام دے چکے ہیں۔ انہوں نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں ذکر حرمین، مومن کی معراج اور اسلام کا اہم رکن زکوۃ قابل ذکر ہیں۔ ان دنوں سہ ماہی حسن تدبیر کی ادارت کر رہے ہیں۔ سہ ماہی حسن تدبیر نے مختصر عرصے میں نا قابل فراموش، تاریخی، دستاویزی شمارے شائع کئے ہیں۔

آل انڈیا تنظیم علماء حق کی مطبوعات

ذکر حرمین: مولانا اعجاز عرفی قاسمی کی پہلی کتاب ''ذکر حرمین'' مسلمانوں کے لئے نہایت قیمتی تحفہ ہے کتاب میں حرمین شریفین کی فضیلت و اہمیت اور تاریخ تعمیر کعبہ، حجر اسود، عہد نبوت، عہد امارت اور بعد کے دنوں میں حرمین شریفین میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کی پوری تفصیل موجود ہے۔

Marfat.com

پیام رسالت اصلاح معاشرہ کا پیغام: اس میں منتخب احادیث کا ترجمہ اور اس کی تشریح ہے۔ جس میں مکارم اخلاق، حسن کردار اور حسن معاملات سے ملت اسلامیہ کو روشناس کرایا گیا ہے۔

الفرید المنضد علی شرح الموطا لامام محمد: موطا امام محمد حنفی اسلامی قانون کا مجموعہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث مولانا فرید احمد قاسمی نے موطا امام محمد کے ایک حصہ کا نہایت آسان زبان میں ترجمہ کیا ہے اور ایسی تشریح کی ہے جو طلباء اور عوام الناس دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔

دارالعلوم دیوبند ادبی شناخت نامہ: یہ کتاب اردو کے نوجوان صحافی، صاحب طرز ادیب اور منفرد نقاد حقانی القاسمی کی تصنیف ہے۔ اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں دیوبند کی ایک نئی شناخت کی جستجو اور فضلاء دارالعلوم دیوبند کی صحافتی، تنقیدی اور ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

رینو کے شہر میں: یہ کتاب تصنیف کر کے حقانی القاسمی نے وطن کی مٹی کا قرض ادا کیا ہے۔ یہ کتاب اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے اس میں پورنیہ کمشنری کے تمام ادیبوں، صحافیوں، شاعروں، عالموں اور دانشوروں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ پورنیہ کمشنری کے لئے بہترین خراج تحسین ہے۔ اس کتاب میں جہاں انہوں نے پرانے قلمکاروں کو جگہ دی ہے وہیں نئی نسل کے صحافی، ادیبوں اور شاعروں کو بھی فراموش نہیں کیا ہے۔ اس کتاب میں تقریباً چار سو صحافیوں، ادیبوں اور شاعروں کو جگہ دی گئی ہے۔ یقیناً حقانی القاسمی نے اس علاقے کی مٹی کے ذرے کو آفتاب بنایا ہے۔ یہ کتاب اس علاقے کے عظیم فکشن رائٹر پھنیشور ناتھ رینو کو بھی بہترین خراج عقیدت ہے۔

حکیم الاسلام نمبر: سہ ماہی حسن تدبیر کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے اپنا پہلا خصوصی شمارہ حکیم الاسلام مولانا قاری طیب صاحب پر شائع کیا۔ یہ اپنی نوعیت کا بہترین مضامین کا مجموعہ ہے اس میں قاری طیب کی زندگی و خدمات کے تمام گوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ تمام بڑے قلمکاروں کے مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ یہ ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

حکیم الامت نمبر: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی پر ہندوستان میں شائع ہونے والا ضخیم دستاویز ہے۔ ہندوستان میں آزادی کے بعد مولانا اشرف علی تھانوی کو بالکل فراموش کر دیا گیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں ان کی تصنیفات لوگوں کے دل و دماغ میں قندیل کی طرح روشن ہیں لیکن ہندوستان سے سیکڑوں کی تعداد میں نکلنے والے رسالے

Marfat.com

میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہوتا تھا۔ حقانی القاسمی نے عصری تعلیم یافتہ لوگوں میں مولانا تھانوی کو ایک ادیب، ایک نقاد کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ پاکستان میں مولانا تھانوی پر بے شمار کام ہوا ہے لیکن ہندوستانی علماء نے انہیں تقریباً فراموش کر دیا تھا۔ مولانا اعجاز عرفی قاسمی نے مولانا اشرف علی تھانوی کے افکار و خیالات اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے کا بیڑا اٹھایا۔ اسی کوشش کے تحت سہ ماہی حسن تدبیر کا حکیم الامت نمبر شائع کیا گیا جس کی پوری علمی دنیا میں پذیرائی ہوئی۔ اس خصوصی نمبر کے لئے بڑے بڑے علماء اور دانشوروں نے مضامین لکھے۔ اس کا اجراء ایک کانفرنس میں مولانا تھانوی کے جانشین مولانا نجم الحسن تھانوی نے کیا۔

محدث عصر نمبر: حکیم الامت نمبر کی رسم اجراء کے پروگرام میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ حسن تدبیر کا اگلا خصوصی شمارہ مولانا انور شاہ کشمیری نمبر ہوگا اور اس کی تیاریاں بھی شروع کر دی گئی تھیں لیکن ان کے صاحبزادے مولانا انظر شاہ کشمیری کی اچانک موت کی وجہ سے ارادہ بدل دیا گیا اور مولانا انور شاہ کشمیری کے بجائے مولانا انظر شاہ پر خصوصی شمارہ شائع کیا گیا۔ یہ نمبر سب سے ضخیم ہے۔ اس میں بھی بڑے بڑے قلمکاروں کے مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ مولانا انظر شاہ کشمیری پر یہ ایک بہترین دستاویز ہے۔ محدث کبیر مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ پر خصوصی نمبر کے لئے کام چل رہا ہے۔

●●●

Marfat.com

- To popularize esteemed thoughts and ideologies of the great source of enlightenment, Hazrat Maulana Ashraf Ali Thanvi.
- To safeguard religious adrasas and Milli institutions from any attack.
- To take due care of the needy Ulamas and poor students.
- To provide moral support and extend all kinds of financial help to the orphans, widows and people affected by various calamities.
- To establish contacts with the justice-loving citizens and to bring about cohesion and consensus among people belonging to various groups.

AN EARNEST APPEAL

Kindly do spend a few moments for the deprived and oppressed millat and understand the preciousness of the situation. Join us, be a part of this selfless movement and extend your wholehearted moral as well as financial co-operation to this movement.

ARISE, AWARE AND ACT

Since any procrastination could be fraught with irreparable damages.

ALL INDIA TANZEEM ULAMA-E-HAQ (REGD.)
Q-25, Alsamad Road, Batla House,Jamia Nagar, New Delhi - 25
Tele-Fax: 011-26985943
A/C No.: 004601053825, ICICI Bank

Marfat.com

take over the reins of leadership for the betterment of the community. This community needs a platform under whose banner individuals may pool up. Maulana Mohmmad Ajaz Urfi established All India Tanzeem Ulama-e-Haq to disseminate the message of Allah. This organization has a team of intellectuals and Ulamas. Several scholars from all walks of life are associated with this organization. All India Tanzeem Ulama-e-Haq has been rendering unparalleled services in various walks of life. Today, nearly 45 schools and 19 madrasas function all over the country under its able guidance and supervision. These institutions are guided, nurtured financially and academically under the far-sighted leadership of Maulana Mohammad Ajaz Urfi Qasmi.

All India Tanzeem Ulama-e-Haq has its own headquarters in Delhi. Adequate arrangement have been made for boarding and lodging of visiting Ulama from various parts of the country. Scholarships and stipends too are offered to students, studying in madrasas and universities.

AIMS & OBJECTIVES OF TANZEEM ULAMA-E-HAQ

- Education of the Holy Quran with "Tarteel and Tajweed";
- Dissemination of the holy Traditions of the Prophet (SAW);
- Dissemination of the true Islamic beliefs which is the basis of an ideology of "Ahl-e-Sunnat-wal-Jammat";
- Establishment of religious madrasas, academic institutions and modern schools in view of contemporary challenges.
- Imparting education and training for instilling good moral values in Muslims.
- To strive for abolition of non-Islamic rites and rituals prevalent in the society.
- To thwart the onslaught of ideologies of the movements having nefarious designs against the Muslims.
- To preach and spread the ideologies eminent Ulama-e-Haq of yore.

Marfat.com

PROLOGUE

Azhar Waqar

Muslims all over the world are today victims of biasness. This community is encountering countless problems. They are being butchered and pushed in the back lane. Looking into these crucial aspects various fruitful efforts have been initiated to keep the mosques and places of worship safe. This is unfortunate that madrasas and other centers of learning of this community which had remained stepping stones of nationalist spirit before the pre-independence era have now been falsely denoted as breeding ground for terrorism. The descendents of this community is today considered 'traitors' in their own home. This community is today subjected to brutal assaults. The hate campaign against this community through the national media too play an 'indispensable' role. Media portrays this community with skewed image. The word "Muslim" has been made synonymous with tyranny and violence. This country is very much under the influence of saffron hues. No stone is left unturned for keeping the Islamic identity sidelined.

This is high time a requirement for collective struggle in a constitutional and democratic framework is the need of the hour. All India Tanzeem Ulama-e-Haq started its journey with this determinative motive for the quest of giving this concept of struggle a practical shape. This organization is rendering its services with utmost commitment under the aegis of its members, well-wishers and patrons.

Prevailing situation in the courtry compels Muslim community to come out of the madrasas and monasteries and

Marfat.com

قومی، ملی، دینی اور تعلیمی صلاح وفلاح کی کل ہند تحریک

آل انڈیا تنظیم علماءِ حق کا ترجمان

کا دستور العمل

- قرآن کریم کی ترتیل وتجوید کے ساتھ تعلیم اور احادیث نبوی کی ترویج واشاعت
- اہل سنت والجماعت کے فکر کی بنیاد پر صحیح اسلامی عقائد کا فروغ
- جدید تقاضوں کے پیش نظر دینی مدارس، علمی مراکز اور عصری مکاتب کا قیام
- مسلمانوں میں اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ کی تعلیم وتربیت
- اور غیر اسلامی رسومات وخرافات کی اصلاح کیلئے جدوجہد
- باطل تحریکات کے افکار وخیالات کی واضح تردید
- اکابر اہل حق کے فکر وعمل کی ترویج واشاعت
- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علوم معارف کو عام کرنا
- دینی مدارس اور ملی جامعات پر آنے والی آفتوں کا دفاع اور ان کا تحفظ
- یتیموں، بیواؤں اور مختلف آفات سے متاثر لوگوں کی اخلاقی ومالی مدد
- منصف مزاج برادران وطن سے رابطہ اور ملک کے مختلف فرقوں کے درمیان اتفاق ویک جہتی کی کوشش

Copy Right Reserved (Regd. No. L-22873/2205)

ALL INDIA TANZEEM ULAMA-E-HAQ

E-mail : aitulemaehaq@gmail.com Web : www.aitulamaehaq.org
A/C No. 004601053825, ICICI Bank
Q-25, Alsamad Road, Batla House, Jamia Nagar,
New Delhi-110025, Telefax : 011-26985[illegible]

Marfat.com

Marfat.com